بحث و تحقیق بیعت و تقسیم سلوک و احسان اور تصوف و کشف
کے حقائق و معارف پر مشتمل نادر رسائل کا حسین گلدستہ

معارف بہلوی

تالیف

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی قدس سرہ

جلد دوم

مرتب و محشی

مولانا سعید احمد جلالپوری

مکتبہ لدھیانوی

نام کتاب: ——— معارف بہلوی

تالیف: ——— حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

ترتیب و تسہیل ——— مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب

تاریخ اشاعت: ——— جولائی ۲۰۰۶ء

قیمت ———

ناشر ——— مکتبہ لدھیانوی

18- سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی

برائے رابطہ ——— جامع مسجد باب رحمت

پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون: 2780337 - 2780340

اجمالی فہرست

قوانین تعلیم و تربیت طلباء یعنی طلبہ کی تعلیم و تربیت کے اصول ۴۳

فوائد قرآن یعنی اصطلاحات القرآن ۵۳

القول الوجیز فی اصول کلام العزیز یعنی اصول قرآن پر ایک مختصر رسالہ ۱۵۹

الکلمات الراجحة فی تفسیر سورة الفاتحة یعنی سورۂ فاتحہ کی تفسیر ۱۸۵

ترک منکرات در صدقۂ جمعرات یعنی جمعرات اور قل خوانی کی بدعات .. ۲۳۵

تین استفتاء کے جوابات یعنی ذکری فرقہ اور شیعہ کا کفر ۲۶۳

تعظیم الشعائر یعنی شعائر اللہ کی تعظیم ۲۹۳

تحفۃ الفقیر الی اللہ یعنی حج کے احکام و مسائل ۳۰۱

آداب الدعا یعنی دعا کے آداب ۳۵۷

کتاب الادعیہ والتعویذات یعنی تعویذات و دعاؤں کی کتاب ۳۷۷

موضوع	۶۰
غرض و غایت	۶۰
اصطلاحات	۶۰
تفسیر	۶۰
تاویل	۶۲
تحریف	۶۲
شانِ نزول	۶۳
حالتِ اقوام بوقتِ نزولِ قرآن	۶۵
عرب [illegible]	۶۹
مذہبِ عیسوی کے پابند	۷۰
یہودی	۷۲
ہندو قوم	۷۳
قرآن	۷۶
قرآن کے علوم	۷۶
۱۔ قوتِ نظریہ	۷۶
۲۔ قوتِ عملیہ	۷۷
علومِ خمسہ	۷۸
۱۔ علم المخاصمہ	۷۸
۲۔ تذکیر بآلاء اللہ	۸۲
۳۔ تذکیر بایام اللہ	۸۲
۴۔ تذکیر بما بعد الموت	۸۳

اِلّا	۱۳۰
ولیعلم اللہ	۱۳۲
حتّٰی	۱۳۳
اَمر	۱۳۵
ترجّی	۱۳۵
اَو کُلّما	۱۳۷
خطاب عام	۱۳۸
خطاب مخصوص	۱۳۹
مسئلہ الم	۱۵۱
الٰہ بمعنی معبود کیوں کر بنا ہے؟	۱۵۳
الٰہ کے معنی کی تشریح	۱۵۵
قانون	۱۵۵

القول الوجیز فی اُصول کلام العزیز

یعنی اصول قرآن پر ایک مختصر رسالہ	۱۵۹
اجرائے احکام بلحاظ فطرت	۱۶۵
مضامین قرآن	۱۶۵
آغاز سور	۱۶۷
انواع خطاب	۱۶۷
تقسیم	۱۶۸

تاویل ۱۷۰
شانِ نزول ۱۷۱
نزولِ قرآن کا سبب ۱۷۲
ربطِ آیات ۱۷۲
ترتیبِ سوَر ۱۷۲
بیانِ محاورات ۱۷۳
الایمان فی القرآن ۱۷۴
عبارت ۱۷۵
نزولِ قرآن کے وقت قوموں کے حالات ۱۷۸
مشرکین کے مذاہب ۱۷۸
یہود ۱۸۰
نصاریٰ ۱۸۲
منافق ۱۸۳

الکلمات الراجحہ فی تفسیر سورۃ الفاتحہ ۱۸۵

یعنی سورۂ فاتحہ کی تفسیر

الحمد للہ ۱۸۸
مدح، حمد اور شکر میں فرق ۱۹۰
ربّ العالمین ۱۹۰
وضعِ شے ۱۹۳

ربّ ۱۹۵
تربیت کی دو قسمیں ۱۹۵
الرحمٰن الرحیم ۱۹۶
رحمت کی دو قسمیں ۱۹۶
ایک اعتراض کا جواب ۱۹۸
مٰلکِ یوم الدین ۱۹۹
ایاک نعبد ۲۰۱
عبادت کی اغراض ۲۰۳
وایاک نستعین ۲۰۳
رفع شبہ ۲۰۵
عبادت کی دو قسمیں ۲۰۷
مشرکانہ وغیر مشرکانہ تعظیم میں فرق ۲۰۷
استعانت جائز وممنوع ۲۰۸
عبادت و استعانت کی وجہ یہ ہے؟ ۲۰۹
اھدنا الصراط المستقیم ۲۱۰
انزال کتاب کی دو قسمیں ۲۱۱
ہدایت کے تین درجے ۲۱۱
طریق مستقیم کی تشریح ۲۱۲
آدمی میں تین قوتیں ۲۱۲
تفہیم الٰہی میں افراط وتفریط ۲۱۳
علم نبوت میں افراط وتفریط ۲۱۳

علمِ معاد و سمعیات میں افراط و تفریط ۲۱۳
علم الجواہر والاعراض میں افراط و تفریط ۲۱۳
قوتِ شہویہ میں افراط، تفریط اور اعتدال ۲۱۵
قوتِ غضبیہ میں افراط، تفریط اور اعتدال ۲۱۵
حکمت و عدالت ۲۱۵
کمالِ توسط: قوتِ نطقیہ و غضبیہ و شہویہ کا بیان ۲۱۶
دعا منافی رضا بر قضا نہیں ۲۱۷
صراط الذین انعمت علیھم ۲۱۸
منعم علیہم کے چار گروہ ۲۱۸
غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۲۲۰
مغضوب اور ضال میں فرق ۲۲۰
نبی کی تعریف ۲۲۱
صدیق کی تعریف ۲۲۲
شہید کی تعریف ۲۲۳
صالح کی تعریف ۲۲۳
ولی اللہ کی علامات ۲۲۳
توسلِ ولی کی صورت ۲۲۳
ولی اللہ کے متبعین ہادی و مہدی ہیں ۲۲۴
ضلالت کے اسباب و نتائج ۲۲۵
نیکی کے درجات ۲۲۵
غضب و ضلال لانے کا نکتہ ۲۲۶

فائدہ جو ساری سورت کے متعلق بیان ہوا ۲۲۶
سجدوں کی تفصیل ۲۲۶
فائدہ پانچ گانہ اور اسمائے حسنیٰ سے پانچ سوال کی مناسبت ۲۲۷
انسان سے مناسبت ۲۲۷
سورت کے نام اور وجوہ تسمیہ ۲۲۹
علم اصول عقائد ۲۳۲
۱...ذات کی معرفت ۲۳۳
۲...ذات پاک کے وجود کی معرفت ۲۳۳
۳...صفات کی معرفت ۲۳۳
۴...معرفت توحید ۲۳۳
۵...معرفت عبادات ۲۳۴
۶...معرفت نبوت و ولایت ۲۳۴
علم فروع احکام ۲۳۴
علم طریقت اور اس کا حصول ۲۳۵
علم حقیقت ۲۳۷
شیطان کے مداخل ۲۳۸
ظلم کے مراتب ۲۳۸
شہوت کا نتیجہ ۲۳۸
غضب کا نتیجہ ۲۳۸
لطیفہ ۲۳۰
فوائد سورۂ فاتحہ ۲۳۰

ترکِ منکرات در صدقۂ جمعرات ۴۳۵

تین استفتاء کے جوابات یعنی زمین کے عشر اور شیئر کا حکم ۴۶۳

الجواب ۴۶۹

گزشتہ فتویٰ پر شبہ کیا گیا کہ دوبارہ بھیج کر جواب لیا ۴۷۰

الجواب ۴۷۲

وہ خط یہ ہے ۴۷۳

الجواب ۴۷۴

شیئر کا حکم ۴۷۵

الجواب ۴۷۸

تعظیم الشعائر یعنی شعائر اللہ کی تعظیم ۴۸۳

فصل اوّل مسجد کے آداب ۴۸۶

مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں ۴۸۷

مسجدیں آخرت کے بازار ہیں ۴۸۷

مساجد جنت کے باغات ہیں ۴۸۸

مسجد بنانے کا ثواب ۴۸۹

گھروں میں مسجد بنانا ۴۸۹

مسجدوں کو حد سے زیادہ مزین کرنا مکروہ ہے ۴۸۹

مساجد کی صفائی کا بیان ۴۹۱

مسجد میں خوشبو کی دھونی دینا ۲۹۱
مسجد میں ناجائز و مکروہ کام ۲۹۲
مسجد میں دنیا کی باتیں ۲۹۳
فصل دوم: حقوق والدین ۲۹۴
فصل سوم: مرشد اور استاذ کے آداب ۲۹۶
وصیت ۲۹۹

تحفۃ الفقیر الی اللہ حج کے احکام و مسائل ۳۰۱

حج کے واجب ہونے کی شرائط ۳۰۴
ارکان حج ۳۰۵
واجبات حج ۳۰۶
حج کی قسمیں ۳۰۶
آداب حج ۳۰۶
وہ چیزیں جو حج میں ممنوع ہیں ۳۰۸
میقات کے بیان میں ۳۰۸
احرام کے بیان میں ۳۰۹
ممنوعات احرام ۳۱۰
ادائے حج کی کیفیت ۳۱۱
حرم اللہ کے متعلق ۳۱۷
منیٰ کے احکام ۳۱۸

کہ معظمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ؟ ۳۵۳
قصیدہ مدحیہ بجناب حضرت مرشد ارشد مولانا محمد عبداللہ صاحب شجاع آبادی
مدظلہم العالی علینا: در فیض ۳۵۵

آدابُ الدعا یعنی دُعا کے آداب

۳۵۷
پہلی فصل: دُعا کے متعلق فوائد و منافع ۳۵۹
دوسری فصل۔ ہر دُعا قبول ہوتی ہے ۳۶۰
تیسری فصل: اپنے اور اپنے متعلقین کے خلاف بددُعا ۳۶۲
چوتھی فصل: ہر چھوٹی بڑی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگے ۳۶۲
پانچویں فصل: اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگیں ۳۶۳
چھٹی فصل: آدابِ دُعا ۳۶۳
آدابِ دُعا جو رُکن کا درجہ رکھتے ہیں ۳۶۳
شرط کا درجہ رکھنے والے آداب ۳۶۳
استحباب کا درجہ رکھنے والے آداب ۳۶۴
ساتویں فصل: دُعا قبول ہونے کے مقامات ۳۶۵
آٹھویں فصل: اجابتِ دُعا کے اوقات ۳۶۶
نویں فصل: کن لوگوں کی دُعا قبول ہوتی ہے؟ ۳۶۶
دسویں فصل۔ دُعا کس طور کرے؟ ۳۶۶
گیارہویں فصل: جن اسماء کے وسیلہ سے دُعا جلد قبول ہوتی ہے ۳۶۸
بارہویں فصل: جب قبولیت دُعا دیکھے تو کیا پڑھے؟ ۳۷۰

تیرھویں فصل: وہ دعائیں جو صبح و شام پڑھنی چاہئیں ۳۷۱
چودھویں فصل: گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے وقت کی دعا ۳۷۲
پندرھویں فصل: غم اور تنگی سے نجات کی دعائیں ۳۷۳
سولھویں فصل: نیک اولاد ملنے کی دعا ۳۷۴
سترھویں فصل: گناہوں کی مغفرت کی دعا ۳۷۵
اٹھارھویں فصل: وہ دعا جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے ۳۷۶

کتاب الادعیۃ والتعویذات ۳۷۷

فصل اول ۳۸۱
ہر ملاقاتی سے خیر حاصل ہونے کا وظیفہ ۳۸۲
مجلس سے ناگوار آدمی کے اٹھنے کا طریقہ ۳۸۳
غیبت سے حفاظت کا نسخہ ۳۸۳
خط یا قاصد آنے سے پہلے یہ دعا پڑھے ۳۸۳
صبح کو یہ دعا پڑھے ۳۸۳
صبح و شام کی بڑے فائدے والی مختصر دعا ۳۸۴
فالج، جذام، نابینا پن سے نجات کی دعا ۳۸۴
قیدی کی رہائی اور دفع غم کے لئے ۳۸۴
غم و تنگی دور کرنے کا نسخہ مجرب ۳۸۵
ہر بلا اور مصیبت کے لئے امن و امان کی چیز ۳۸۵
ایمان کی سلامتی کی دعا ۳۸۵

گناہوں کی مغفرت کی دُعا ۳۸۶
ثوابِ عظیم حاصل کرنے کا طریقہ ۳۸۶
مغفرت کے لئے اعلیٰ نسخہ ۳۸۶
عافیت کے لئے دُعا ۳۸۶
وہ مجرب دُعائیں جو صالحین سے منقول ہیں ۳۸۷
حضرت علیؓ کی دُعا ۳۸۷
حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی دُعا ۳۸۸
حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی دُعا ۳۸۸
حضرت عبدالسلام ابن مشیشؒ کی دُعا ۳۸۸
حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کی دُعا ۳۸۸
امام الحرمینؒ کی دُعا ۳۸۹
حضرت مجاہد بن بغدادی کی دُعا ۳۸۹
دوسری دُعا ۳۸۹
تیسری دُعا ۳۸۹
ایک کامل بزرگ کی حکایت اور تعویذ ۳۹۰
ایک اور کامل بزرگ کا تعویذ ۳۹۰
حضرت علی خواصؒ سے منقول دُعا ۳۹۱
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول دُعا ۳۹۱
نیند کم کرنے کی دُعا ۳۹۱
بُرے خیالات اور وسوسے کا نسخہ ۳۹۲
عقیدہ پختہ کرنے کی بہترین دُعا ۳۹۲

سفر کے حوادث سے بچنے کی دُعا ۳۹۳

ہر تنگی سے بچنے کی دُعا ۳۹۳

مقدمہ میں کامیابی کا نسخہ ۳۹۴

محبتِ الٰہی اور دفعِ شرمساری کے لئے ۳۹۴

محبتِ الٰہی کا دُوسرا نسخہ ۳۹۴

اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے ۳۹۵

فصل دوم ۳۹۵

نظر لگ جانے کا علاج ۳۹۵

سورۂ فاتحہ کے خواص ۳۹۶

سورۂ لہب کے خواص ۳۹۷

سورۂ کوثر کے خواص ۳۹۷

سورۂ لیل کے بعض خواص ۳۹۸

سورۂ قریش کے بعض خواص ۳۹۸

سورۂ نصر اور فتح کے بعض خواص ۳۹۸

سورۂ واقعہ کے خواص ۳۹۹

سورۂ مزمل کے خواص ۳۹۹

سورۂ یٰسٓ کے بعض خواص ۳۹۹

سورۂ یوسف کے خواص ۳۹۹

فوائد سورۂ بقرہ و آلِ عمران ۴۰۰

آیۃ الکرسی کے فوائد ۴۰۱

"آمَنَ الرَّسُوْلُ" کے فائدے ۴۰۲

سورۂ کہف کے فوائد ۳۰۱

سورۂ ملک کے فوائد ۳۰۱

فصل سوم ۳۰۲

دفع آسیب کے لئے ۳۰۲

بخار کے لئے تعویذ ۳۰۳

جانوروں کی بیماری کے لئے ۳۰۳

دردِ زہ کی آسانی کے لئے ۳۰۳

حفاظت حمل کے لئے ۳۰۴

بچہ زندہ نہ رہتا ۳۰۴

ہمیشہ لڑکی ہو ۳۰۴

بچے کو نظر لگ جانا یا سوتے میں ڈرنا ۳۰۵

چیچک کے لئے ۳۰۵

ہر مرض کی بیماری کے لئے ۳۰۵

برکت اور دفع قرض کے لئے ۳۰۶

آسیب کا ہٹ جانا ۳۰۶

اگر گھر میں آسیب کا اثر معلوم ہو ۳۰۷

دفع مرگی ۳۰۷

دفع تپ لرزہ و ہر قسم کے بخار کے لئے ۳۰۷

ماہواری کی کمی ۳۰۸

ماہواری کی زیادتی ۳۰۸

بانجھ ہونا ۳۰۹

دماغ کا کمزور ہونا ۳۰۹
نگاہ کی کمزوری ۳۰۹
عقل کے بڑھنے کے لئے ۳۱۰
دل کے ہول کے لئے ۳۱۰
زہر غائب ۳۱۰
محبت زوجین کے لئے ۳۱۰
سانپ یا بچھو کاٹے سے ۳۱۰
سانپ کے لئے ۳۱۱
بچھو بھڑ وغیرہ درد کے لئے ۳۱۲
پھوڑا پھنسی ۳۱۳
حیض ہر قسم کی وبا اور طاعون وغیرہ ۳۱۳
تلی بڑھ جانا ۳۱۳
ناف ٹل جانا ۳۱۴
ہر کام و مطلب کے لئے ۳۱۵
اسماء الحسنیٰ کے خواص و فوائد ۳۱۶
"سُبحان الملک القدوس" کے خواص ۳۱۶
"السلام المؤمن المھیمن" کے خواص ۳۱۶
"العزیز الجبار المتکبر" کے خواص ۳۱۶
"البارئ المصور المبدئ المعید" کے خواص ۳۱۷
"العفو الرؤف الرحیم" کے خواص ۳۱۷
"الوھاب الرزاق الفتاح" کے خواص ۳۱۷

"اَلْعَلِیْمُ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" کے خواص ۳۱۸
"اَلْجَلِیْلُ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ" کے خواص ۳۱۸
"اَلْغَفُوْرُ الشَّکُوْرُ الْکَرِیْمُ" کے خواص ۳۱۸
"اَلْحَفِیْظُ الرَّقِیْبُ الْمُقِیْتُ" کے خواص ۳۱۹
"اَلرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُحْصِیْ" کے خواص ۳۱۹
"اَلْوَدُوْدُ اللَّطِیْفُ الْمُجِیْبُ" کے خواص ۳۱۹
"اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" کے خواص ۳۱۹
"اَحَدٌ صَمَدٌ" کے خواص ۳۲۰
"مَالِکَ الْمُلْکِ وَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" کے خواص ۳۲۰
"اَلْهَادِی النَّافِعُ النُّوْرُ" کے خواص ۳۲۰
"اَلْقَهَّارُ الْمُنْتَقِمُ الْجَبَّارُ الْقَادِرُ" کے خواص ۳۲۱
"اَلْبَاقِی الْبَدِیْعُ الْبَاسِطُ" کے خواص ۳۲۱
"اَلْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ" کے خواص ۳۲۱
"یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" کے خواص ۳۲۲
"اَلْوَکِیْلُ الْوَلِیُّ الْمَجِیْدُ" کے خواص ۳۲۲
خاتمہ ۳۲۳

قوانین تعلیم و تربیت طلباء

یعنی

طلبا کی تعلیم و تربیت کے اصول

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ وَفَضَّلَهٗ بِالْعِلْمِ وَالْفَضْلِ عَلٰى جَمِيْعِ الْعَالَمِ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ يَنَابِيْعِ الْعُلُوْمِ وَالْحِكَمِ، اَمَّا بَعْدُ!

اس وقت کے علماء کرام اکثر و بیشتر باوجود جد و جہد و سعی بلیغ کے یا تو تحصیل علم سے محروم رہتے ہیں یا علم کے فوائد و ثمرات سے بے نصیب ہو جاتے ہیں، نہ دین کے رہتے ہیں نہ دنیا کے۔ بعض تو دنیاداروں کی کاسہ لیسی و چاپلوسی سے پیٹ بھرتے ہیں، اور بعض غلط روایات، موضوع اخبار، بے سند احادیث، من گھڑت معانی قرآن، اشعار و ارباب تصوف کے مقامات اور من گھڑت کرامات کے بیان سے عوام الناس کو خوش کر کے عزت و جاہ اور مال و دولت حاصل کرتے ہیں، اور بعض تعویذ وغیرہ سے پیر و مرشد خلق ہو جاتے ہیں، اور بعض راگ باجا، وجد اور رقص کا جذبہ دکھا کے خداع و مکر (دھوکا اور فریب) کر کے وجاہت پاتے ہیں۔ بعض قرآن و حدیث اور علم فقہ و اصول فقہ کو بالائے طاق رکھ کر عمل و اخلاص سے محروم ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کو قواعد و ضوابط، شرائط و ارکان اور واجبات کی

رعایت سے حاصل نہ کیا جائے، اس کے نتائج وثمرات صحیحہ سے اکثر محرومی ہی حاصل ہوتی ہے، اسی لئے کتب معتبرہ ومسموعات اساتذۂ کرام سے تعلیم وتعلّم کے آداب سے متعلق چند معروضات طلباء کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں، شاید مؤلف و قارئین کو اللہ تعالیٰ نقصان سے بچالے اور اپنی رحمت وفضل سے دنیوی واخروی فوائد سے نواز دے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس میں چند فصول ہیں:

فصلِ اول: علم کی فضیلت وتعریف میں۔

فصلِ دوم: تحصیلِ علم میں نیت کی درستی میں۔

فصلِ سوم: کون سا علم پڑھے اور استاذ کیسے ہوں؟ اور شریکِ سبق کے ساتھ برتاؤ میں۔

فصلِ چہارم: علم اور علماء کی عزت میں۔

فصلِ پنجم: علم میں سعی اور دوامِ طلب اور ہمت میں۔

فصلِ ششم: سبق کتنے ہوں اور کیا ترتیب ومقدار ہو۔

فصلِ ہفتم: توکل میں۔

فصلِ نہم: شفقت ونصیحت میں۔

فصلِ دہم: استفادہ میں۔

فصلِ یازدہم: پڑھنے کے وقت ورع وتقویٰ میں۔

فصلِ دوازدہم: وہ چیزیں جو حفظ میں ممکن ہیں، اور وہ چیزیں جو نسیان کا موجب ہیں۔

فصلِ سیزدہم: وہ چیزیں جو رزق بڑھاتی ہیں اور جن سے رزق تنگ ہوجاتا ہے، وغیر ذالک۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

فصل اوّل:

علم کی فضیلت و تعریف میں:

علم کی شرافت و عزت و وقعت کسی پر مخفی نہیں ہے، جاہل و بے علم کو کون برا نہیں سمجھتا؟ علم کے باعث تو حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فضیلت ملی، اسی علم کے سبب انسان کو باقی حیوانات سے امتیاز ہے، اس لئے کہ تمام اوصاف میں سوائے علم کے انسان کو تمام حیوانات سے اشتراک ہے، مثلاً: شجاعت و جرأت، شفقت، سمع، بصر، قوت، خورد و نوش، وغیرہ میں۔ اگر انسان کو حیوانات سے امتیاز ہے تو صرف علم ہی سے ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"خَلَقَ الْإِنْسَانَ. عَلَّمَهُ الْبَيَانَ" (الرحمٰن: ۳، ۴)

ترجمہ... "پیدا کیا انسان کو، اور بات کرنا سکھایا۔"

"عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" (العلق: ۵)

ترجمہ... "انسان کو وہ چیزیں سکھائیں جو نہ جانتا تھا۔"

اور علم کی فضیلت و شرافت اس لئے ہے کہ یہ تقویٰ کے لئے وسیلہ ہے، اور تقویٰ سے ہی دربار خداوندی میں عزت و عظمت ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ" (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ... "اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

یعنی ہر فرمان کی تعمیل پر دل و جان سے کمربستہ ہے اور ہر چیز سے جس سے روکا جاتا ہے دور بھاگنے والا ہے، اور علم کی فضیلت سے قرآن و حدیث بھی پُر ہے،

جامہ (لباس) پاک، جسم پاک، قبلہ کی طرف رخ کرنا، قراءت، قیام، رکوع، سجدہ، وغیرہ کا معلوم کرنا بھی فرض ہے۔

اسی طرح صوم، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے ضروری احکام وقوانین کا پڑھنا (جب یہ چیزیں فرض ہو جائیں) بھی فرض ہے، خوب سمجھ لو!

اسی طرح بیع وشراء وغیرہ، اسی طرح اخلاق حمیدہ، مثلاً: اخلاص، توکل، تسلیم، تفویض وغیرہ کی تحصیل کا، اور اخلاق رذیلہ، مثلاً: بخل، جبن، حسد، کبر، عجب، وغیرہ کے ازالہ کا علم سیکھنا بھی فرض عین ہے، کذا فی الشامی، ردالمحتار، کتاب العلم۔

اور تمام علوم مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ میں مہارت وتبحر حاصل کرنا فرض علی الکفایہ ہے۔ جو چیزیں کہ ہر شخص پر ہر وقت ضروری ہیں، مثلاً: نماز، روزہ، طعام کے ہیں، جس کی ہر ایک کو ضرورت ہے، اور جو چیزیں کبھی کبھی پیش آتی ہیں، مثلاً: حج، دوا کے ہیں، جس طرح ضرورت کے وقت دوا لینا ضروری ہے، اسی طرح ضرورت کے وقت ان چیزوں کا علم سیکھنا ضروری ہے، فافہم!

اور علم نجوم وتحرٍ فی الخلقۃ والریاضی وغیرہ امراض ہیں جو کہ روا نہیں! اضطرار کے وقت یہ مباح ہیں۔

تمام مسلمانوں کو مناسب ہے کہ ذکر، تضرع اور دعا میں اپنے اوقات کو صرف کریں اور اپنی زندگی حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے اتباع میں گزاریں، اس لئے کہ

"فان فقیها واحدا متورعا اشد علی الشیطان من الف عابد."

ترجمہ: "شرعی قوانین جاننے والا ایک پرہیزگار عالم، شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔"

فصل دوم:

پڑھنے کے وقت صحت نیت:

متعلم اور معلم ہر دو کو نیت کی درستی کی سخت ضرورت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

"اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" (مشکوٰۃ ص:۱۱)

ترجمہ:... "(نیک) اعمال کی (درستی یعنی ثواب و مقبولیت کا) مدار نیت پر ہے۔"

بہت سے اعمال جن کی ظاہری صورت دنیا کے کاموں کی سی ہوتی ہے، جیسے کھانا پینا، بیوی کے پاس جانا، مگر اچھی نیت کے باعث وہ اعمال آخرت میں شمار ہوتے ہیں، مثلاً: کھانے اور پینے میں نیت کرے کہ قوت عبادت ہو اور بیوی کے پاس جانے میں یہ نیت کرے کہ میں گناہ زنا سے بچ جاؤں، پھر یہ دنیوی چیزیں ثواب کا موجب ہو جائیں گی۔

اور بہت سے کام جن کی صورت ظاہری اعمال آخرت کی ہوتی ہے، مثلاً: حج و نماز، مگر ان میں فساد نیت ہو، مثلاً: ریا و شہرت، تو آخرت میں یہ عبادات ناکارہ، بلکہ وبال جان بن جائیں گی۔ پس پڑھنے اور پڑھانے والے کو یہ نیت کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے یا آخرت کے ذخیرہ کے لئے یا جہل کے دفع کے لئے یا بقائے اسلام و دین کے لئے پڑھ اور پڑھا رہا ہوں، کیونکہ بقائے دین و اسلام علم پر ہی موقوف ہے، زہد و تقویٰ کی صحت بھی علم پر ہی موقوف ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

فَسَادٌ كَبِيرٌ عَالِمٌ مُتَهَتِّكٌ
وَأَكْبَرُ مِنْهُ جَاهِلٌ مُتَنَسِّكٌ

ترجمہ... ”بڑا فساد (دین میں) عالم کا ہے جو حدودِ شریعہ پر قائم نہ ہو اور اس سے زیادہ فساد والا جاہل عابد ہے۔“

تحصیلِ علم میں یہ نیت نہ کرے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں گے یا زیر کی کثرت ہوگی کیونکہ علم ہر ہنر سے اعلیٰ ہنر ہے، یا بادشاہ و امیر کے نزدیک میری عزت ہوگی، وغیر ذالک۔

طالبِ علم کو چاہئے کہ طمع و سوال سے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ خود پسندی اور کبر و حسد سے بچے، اپنے آپ کو متواضع رکھے، اساتذۂ کرام کی خدمت جان و مال سے کرے، خدمت و ادب سے ہرگز ہرگز تنگ دل نہ ہو، ساتھیوں کا بھی ادب کرے، اور قبلہ و کتاب کا بھی ادب کرے۔

اگر ان معروضات پر عمل کیا تو اس کی روحانی ترقی اعلیٰ ہوگی اور اس کے اتباع و اولاد میں صدیوں تک برکاتِ روحانی و ایمانی، علمی و عملی جاری رہیں گی۔ بفضلہٖ تعالیٰ و کرمہ۔

فصلِ سوم:

علم، اُستاذ اور رفیق سے کیا برتاؤ کرے؟

طالبِ علم کو چاہئے کہ اوّلاً وہ علمِ دین اختیار کرے جس کی فی الحال اسے ضرورت ہے، جیسے نماز، پھر وہ علم کہ آئندہ وقت میں کارآمد ہوگا، مثلاً: حج، بیع وغیرہ۔

علم میں سب سے پہلے توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یگانہ وحدہٗ لا شریک لہٗ دلائلِ عقلیہ و نقلیہ سے اپنی سمجھ کے موافق سمجھے۔ اس لئے کہ مقلد کا ایمان گو اہلِ سنت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ مشورہ کرنے والا ہلاک نہیں ہوتا۔

نیز کہا گیا ہے کہ بعض لوگ پورے جوان ہیں، اور بعض نصف جوان ہیں۔ پورا جوان وہ ہے کہ عقلمند بھی ہو اور مشورہ بھی کرے، اور نصف جوان وہ ہے کہ عقلمند ہو مگر مشورہ نہ کرے، یا مشورہ تو کرتا ہے مگر سمجھدار نہیں ہے۔ چونکہ علم کا طلب کرنا اعلیٰ امور میں سے ہے، اس لئے اس میں مشورہ کرنا ضروری ہے، مگر مہربان، مشفق، سمجھدار اور نیک انسان سے مشورہ کرے۔ مشورے کے بعد بھی جلدی نہ کرے، چنانچہ استاذ کے پاس پہنچتے ہی سبق شروع نہ کرے، بلکہ چند دن رہ کر تامل و تدبر کرے پھر سبق شروع کرے، ممکن ہے کہ وہاں سبق کے سمجھنے میں کلفت ہو جائے، پھر دوسرے، تیسرے استاذ کے پاس جانے کا، اس میں برکت نہ رہے گی، اور پڑھنے سے فائدہ نہ ہوگا، اور جب ہر طرح سے اطمینان ہو جائے تو استاذ کے پاس بہت مدت رہے، بے وفائی نہ کرے، کیونکہ اس میں بے برکتی و بدنصیبی ہے، اور تھوڑی بہت تکلیف پیش آئے تو برداشت کرے، کہا گیا: "خزائن المنی علی قنطرۃ المحن" اور یہ یاد رکھو کہ صبر اور ثبات بڑی نعمت ہے مگر ہر کسی کو نصیب نہیں ہے، فافہم۔

نیز طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ استاذ کی خدمت میں ثابت قدم رہے، اور کتاب کو ناقص نہ چھوڑے، اور مختلف فنون کے بہت سے اسباق ایک ہی وقت میں شروع نہ کرے، ورنہ ناقص رہے گا اور کسی فن کی تکمیل نہ ہوگی، اکثر طلبہ کی محرومی و عدم تکمیل کے یہی اسباب ہیں

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

نیز ایک جگہ جہاں تعلیم اچھی ہو رہی ہو، اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ نہ جائے، بلا ضرورت دوسری جگہ جانے میں نہ استاذ راضی ہوتا ہے اور نہ اس کی تسکین قلب

رہے گی، نتیجتاً وقت اور عمر ضائع ہوں گے۔

نیز خواہشات نفسانی، لذات طبعی، سیر بازار، بیہودہ آوارگی اور استاذ کی بے ادبی سے بچے، استاذ کی بے ادبی سم قاتل ہے، بے ادب نہ دنیا کا رہتا ہے، نہ دین کا۔

طالب علم کے لئے واجب ہے کہ اپنے حجرہ یا سبق کا ساتھی ایسے آدمی کو رکھے جو نہایت محنتی، مجاہد اور دین دار ہو۔ بے دین، بدمزاج، کاہل و کاہل، بے محبت، بے ادب اور واہی تباہی بکنے والے ساتھی سے بچے، ایک شاعر کہتا ہے:

عَنِ الْمَرْءِ لَا تَسْأَلْ وَابْصِرْ قَرِيْنَهُ
فَكُلُّ قَرِيْنٍ بِالْمُقَارِنِ يَقْتَدِيْ

ترجمہ: "کسی مرد سے (ظاہر حال کو) مت پوچھ، بلکہ اس کے رفیق کو دیکھ، ہر رفیق اپنے ساتھی کی اقتدا کرتا ہے۔"

لَا تَصْحَبِ الْكَسْلَانَ فِيْ حَالَاتِهِ
كَمْ صَالِحٍ بِفَسَادِ آخَرَ يَفْسُدُ

ترجمہ: "سست و کاہل کی رفاقت مت اختیار کر، بہت سے صالح دوسرے رفیق فاسد (کی رفاقت) سے فاسد ہو جاتے ہیں۔"

یار بد آرد ترا سوئے جحیم
یار نیکو گیر تا یابی نعیم

ترجمہ: "برا دوست تجھے دوزخ کی طرف لے جائے گا، نیک دوست پکڑ تاکہ تو نعیم پائے۔"

فصل چہارم:

علم اور عمل والوں کی تعظیم:

اُستاذ کی تعظیم کے متعلق کچھ تو کچھ گزر چکا ہے، پھر بھی اس کا کچھ حصہ ایک مستقل فصل میں پیشِ خدمت ہے۔

من جملہ علم کی تعظیم کے یہ ہے کہ طالبِ علم اُستاذ کی عزت کرے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے، فرمایا کہ:

"میں غلام ہوں اس شخص کا جس سے میں نے ایک حرف سیکھا، وہ اگر چاہے تو مجھے بیچ دے، اور اگر چاہے آزاد کرے۔"

حضرت امام سدید الدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا عالم ہو، اسے چاہیے کہ وہ فقہاء جو کہ مسکین ہیں، ان کی رعایت و خدمت زیادہ کرے، اگر اس کا بیٹا عالم نہ ہوا تو اس کا پوتا ضرور عالم ہوگا۔"

من جملہ توقیرِ معلم کے یہ ہے کہ اس کے آگے نہ چلے، اس کے مصلے پر نہ بیٹھے، اس کے سامنے ابتداً بالکلام نہ کرے، مگر اجازت لے کر، اُستاذ کے سامنے بہت کلام نہ کرے، بات پوچھنے کے لئے وقت کا انتظار کرے، اُستاذ کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے، بلکہ صبر کرے تا کہ وہ گھر سے خود تشریف لائیں، اُستاذ کی رضا کا طالب رہے، اس کی ناراضگی سے بچے، اگر شریعت کے خلاف فرمان نہیں ہے تو اس کے فرمان کی تعمیل کرے، اور نافرمانی سے بچے۔

من جملہ اس کے یہ ہے کہ جب بھی دین کا مسئلہ سنے مکمل طور پر متوجہ ہو کر اور عزت سے سنے، گو اس مسئلہ کو پہلے ہزار بار سنا ہوا ہو۔

من جملہ آداب کے یہ بھی ہے کہ کسی کتاب یا علم کو اپنے لئے خود منتخب نہ کرے، بلکہ اُستاذ کی طرف مفوض کرے۔

من جملہ آداب کے یہ بھی ہے کہ اخلاقِ ذمیمہ سے بچے، کیونکہ اخلاقِ ذمیمہ معنوی کتے ہیں، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا صورت (تصویر) ہو" (مشکوٰۃ ص: ۵۰ بحوالہ ابوداؤد و نسائی)

اور انسان، فرشتے کے واسطے سے سیکھتا ہے، جب اس میں بُرے اخلاق ہوں گے تو گویا اس کے دل میں کتے موجود ہیں، تو اس کے پاس فرشتہ کیسے آئے گا؟

فصل پنجم:

علم کے لئے سعی، دوامِ طلب اور ہمت:

علم میں کوشش و جدوجہد ضروری ہے، جو سعی نہیں کرتا وہ محروم رہتا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حکم ہوا:

"یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ" (مریم ۱۲)

(قوۃ کا معنی محنت و ہمت ہے) یعنی: "اے یحییٰ! کتاب کو محنت و ہمت سے لے۔" یعنی اس پر عمل اور اس کی تبلیغ، تدریس اور یاد میں محنت و ہمت کر۔ علم کی تعلیم و تعلم میں تین شخص محنت کرتے ہیں، طالب، اُستاذ اور باپ، بشرطیکہ باپ زندہ و سلامت ہو۔

"بِقَدْرِ مَا تَتَعَنّٰی تَنَالُ مَا تَتَمَنّٰی"

مشقت کی مقدار پر اپنی آرزو کو پائے گا۔

بِقَدْرِ الْکَدِّ تُکْتَسَبُ الْمَعَالِیْ

مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّیَالِیْ

ترجمہ:... "محنت کی مقدار پر بلند درجات والی چیزیں حاصل کی جاتی ہیں، جو عالی چیز حاصل کرنا چاہتا ہے، راتوں کو بھی جاگتا ہے۔"

طالب علم کو عالی ہمت ہونا چاہئے:

بلندی بخش ہر ہمت بلند ے

بہ پستی افگن ہر خود پسند ے

ترجمہ:... "ہر بلند ہمت کو بلندی بخشتا ہے، ہر خود پسند کو پستی میں ڈالتا ہے۔"

"عُلُوُّ الْمَرْءِ عَلٰی قَدْرِ هِمَّتِهٖ"

ترجمہ:... "جوان کی بلندی اس کی ہمت کی مقدار پر ہے۔"

ہمت یہ ہونی چاہئے کہ قرآن و حدیث میں علماً، عملاً اور اخلاصاً اعلیٰ کمال حاصل کر کے رہوں گا:

اگر کوئی کہ بتوانم بروکہ بتوانی

اگر گوئی کہ نتوانم برو بہ نشیں کہ نتوانی

ترجمہ:... "اگر کوئی کہے کہ میں کرسکتا ہوں، تو کہہ کہ کرسکتا ہے، اگر کوئی کہتا ہے کہ میں نہیں کرسکتا، تو کہہ: جا بیٹھ جا! تو نہیں کرسکتا۔"

عقل مند وہ ہوتا ہے جو دنیا و آخرت میں کامیاب و سرفراز کرے، اور دونوں ہی میں محروم و مجرم کر دے، اللّٰھمّ ارزقنا بفضلک آمین!

درحقیقت یہ ہونی چاہئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہو جائے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو نصیحت فرمائی۔

"إیاک والکسل! فإنہ شؤمٌ وآفۃٌ عظیمۃٌ"

ترجمہ:... "سستی سے بچو! کہ یہ نحوست ہے اور بڑی آفت ہے"

فصل ششم:

سبق کتنے؟ اور کیا ترتیب و مقدار ہو؟

شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ سبق کی ابتدا بدھ کے دن کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے جو چیز بدھ کے دن شروع کی جائے وہ تکمیل کو پہنچتی ہے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے۔ البتہ جو حدیث اس میں روایت کی جاتی ہے وہ ضعیف ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!

اور سبق کی مقدار اس قدر ہو کہ دو چار بار دہرانے سے یاد ہو جائے، پھر درجہ بدرجہ بڑھاتا جائے، اوّل مختصر سبق پڑھے، پھر تکرار کا اہتمام کرے کہ خوب اچھی طرح سے سمجھے، پھر سبق کو بار بار تکرار کرے اور تامل و تدبر بلیغ سے کام لے اور دوسروں کے سہارے پر نہ رہے کہ وہ لوگ مجھے سمجھا دیں گے، خود محنت و جانفشانی سے کام لے اور اللہ تعالیٰ سے گریہ و زاری، نیاز اور تضرع کیا کرے، اللہ تعالیٰ اس کے عقل و فہم میں برکات عطا فرمائے، وہ مجیب الدعوات، سمیع دعا اور مرجع آمال ہے۔

حضرت شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ طلباء و علماء کو حلوا کھلایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ: "میرے بیٹے کے لئے علم کی دعا کرو" اس جود و تضرع الی اللہ سے ان کا بیٹا کیا ہی کمال علمی و عملی کو پہنچا۔

طالب علم کو چاہئے کہ جب صحت بدن و عقل ہو تو پڑھنے، سبق یاد کرنے، مطالعہ اور ذکر کو نہ چھوڑے، اپنی غربت و افلاس اور اپنی دولت و غنا پر نظر نہ کرے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی فقیر و مفلس نہیں ہوا کہ پانچ، پانچ دن بھوکے پیٹ، نشاط سے پڑھا کرتے تھے اور پتا بھی نہ چلنے دیتے تھے، اور نہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جیسی کوئی دولت مند طالب علم ہوا کہ ان کے مال و متاع پر تین صد کارکن ہوتے تھے امام مذکور علیہ الرحمۃ نے سارا مال طلب علم میں صرف کیا تا آنکہ ان کے مبارک بدن پر کوئی نفیس کپڑا نہ رہا۔

فصل ہفتم:

توکل:

طالب علم پر واجب ہے کہ معیشت کے کام میں اس قدر تن دہی نہ کرے کہ اس کی تحصیل علم میں خلل آجائے، بلکہ اس کا اصل کام، فرض منصبی اور مقصد حیات تعلیم و تعلم، عمل و اخلاص ہونا چاہئے، اسی میں انہماک، شغل اور مصروفیت رکھے۔ دنیا کے کام اور معاش کی تلاش بھی فرائض علمی و عملی کے حصول اور وصول کے لئے ہونی چاہئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ تَعَالىٰ هَمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔"

(کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۹۵ حدیث ۲۸۸۵۵)

ترجمہ: ''جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی
(یعنی پڑھا) اللہ تعالیٰ اس کے ہر مقصد کو پورا کرے گا اور ایسی جگہ
سے اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔''

پس جس نے اپنے اوقات کو خوراک، پوشاک، جاہ و مال میں صرف کیا اور
اپنا وقت تعیش و عشرت میں گزارا، ایسے شخص کو مکارم اخلاق، بلند درجات اور معارف و
کمالات کا حاصل ہونا مشکل ہے۔

نیز طالب علم کو چاہئے کہ علائق دنیوی، دوستانہ تعلقات، آمد و رفت،
آؤ بھگت، دیگر مشاغل یا تاحتی الوسع کم کرے، ورنہ پڑھنے پڑھانے، تالیف، تحقیق
اور مطالعہ کی فرصت کم ملے گی، اور "تبتل الیه تبتیلا" (المزمل: ۸) (اللہ تعالیٰ کی
طرف اکیلا ہو جا) کی نعمت سے محروم رہے گا۔

نیز طالب علم دین کو چاہئے کہ سفر کی تکالیف، غربت، بھوک اور پیاس کو علم
کے لئے برداشت کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"لقد لقینا من سفرنا هذا نصبا" (الکہف: ۶۲)

ترجمہ: ''ہم نے اس سفر (یعنی علم کے حاصل
کرنے) میں تکلیف اٹھائی۔''

اس لئے کہ علم بڑی نعمت ہے اور یہ بھی ثابت ہے، بڑی نعمت کے حاصل
کرنے میں مشقت لازمی ہے اور اکثر علماء کے نزدیک علم تو جہاد سے بھی افضل ہے۔
اور ثواب و انعام مشقت کی مقدار پر ہوتا ہے، جیسا کہ منقول ہے: "عطاء العطایا علی
متن البلایا"

فصل ہشتم:

علم کی تحصیل کے اوقات:

تحصیل علم کے افضل اوقات میں سے ابتدائے جوانی ہے، اسی طرح سحری کا وقت، اور مغرب وعشاء کے درمیان کا وقت ہے، طالب علم تمام اوقات کو تحصیل علم میں مصروف رکھے اور اگر پڑھتے پڑھتے طبیعت اُکتانے لگے تو دوسرے علم میں یا تبلیغ میں شروع ہو جائے یا راحت کے لئے قدرے آرام کرے۔

فصل نہم:

شفقت و نصیحت:

طالب علم کو چاہیے کہ مشفق و خیر خواہ ہو، حاسد نہ ہو، اس لئے کہ حسد فائدہ نہیں، نقصان پہنچاتا ہے، معلّم کا بیٹا عالم ہی ہوگا۔ اس لئے کہ معلّم اپنے شاگردوں و تلامذہ پر شفقت کرتا ہے، اس کی برکت سے اس کا بیٹا بھی عالم ہوگا۔ کذا قال شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اور طالب علم کو لائق ہے کہ کسی کے ساتھ جھگڑا نہ کرے، اس سے وقت ضائع ہوتا ہے اور فائدہ نہیں ہوتا۔ اس سے حسد، کبر اور عجب بڑھتا ہے، اخلاص، محبت اور خیر خواہی دور بھاگتی ہے، دوسرے سے بُرائی مت کر، انعام واحسان سے اس کو ممنون احسان بنائے:

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اساء

ترجمہ:..."برائی کا بدلہ برائی سے دینا آسان ہے، اگر

فصل یازدہم:

ورع وتقویٰ:

ایک حدیث میں ہے کہ:

"جو شخص پڑھتے وقت پرہیزگاری نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ
اس کو تین چیزوں میں سے کسی ایک میں مبتلا کر دے گا:۱...یا
جوانی میں اس کو موت آجائے گی۔۲...یا اس کو بازاروں میں
ذلیل کرے گا۔۳...یا اس کو امیر کی ملازمت میں پھنسا دے گا۔"

طالبِ علم میں جس قدر ورع وتقویٰ زیادہ ہوگا، اسی قدر اس کو علم زیادہ فائدہ دے گا، اس کے لیے علم کا پڑھنا آسان اور اس کے فوائد زیادہ نصیب ہوں گے۔

من جملہ ورع کے یہ ہے کہ پیٹ بھر کر کھانے سے بچے، زیادہ نیند نہ کرے، بے فائدہ چیزوں کے بارے میں بات کم کرے۔ بازاری طعام کھانے سے بچے، کیونکہ وہ بے نمازی ہاتھوں کا پکا ہوا ہوتا ہے، اس میں صفائی کم اور خباثت زیادہ ہوتی ہے، اور (بسا اوقات) اس کی تیاری وغیرہ صحیح نہیں ہوا کرتی۔

امام جلیل شیخ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ بازاری طعام نہ کھاتے تھے، ان کا بیٹا انہیں گھر کا طعام پہنچایا کرتا تھا۔

فصل دوازدہم:

حفظ میں معین امور:

حفظِ علم میں سب سے قوی اسباب یہ ہیں:

۱:... کثرتِ گناہ۔

۲:... دنیوی ہم و غم کا وارد ہونا۔

۳:... تعلقات اور مشاغل کا بڑھنا وغیرہ نسیانِ علم کے موجب ہیں۔

فصلِ سیزدہم:

رزق کے بڑھانے اور کم کرنے کے اسباب:

طالبِ علم کے لئے ایسی چیزیں ضروریات میں سے ہیں جس سے دوسرں کا محتاج نہ رہے، اللہ تعالیٰ روزی دیتا رہے، صحت عطا ہو، اور عمر میں برکت ہو، ان چیزوں میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، بعض چیزیں مختصراً پیشِ خدمت ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے:

"لَا یَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَیُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ یُصِیْبُهُ"

(مشکوٰۃ ص:۴۱۹ بحوالہ ابنِ ماجہ)

ترجمہ:... "تقدیر کو کوئی چیز رد نہیں کر سکتی سوائے دعا کے، اور زندگی کو کوئی چیز نہیں بڑھا سکتی سوائے نیکی اور احسان کے (ماں باپ سے، پیر و استاذ سے، یتامیٰ و مساکین وغیرہ سے)، بیشک انسان رزق سے محروم ہو جاتا ہے، گناہ کے باعث سے کہ (جسے وہ) کر بیٹھتا ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ رزق سے محرومی کا سبب ہے، خصوصاً جھوٹ، کہ یہ تو محتاجی کا پھل لاتا ہے، کذا روی عن السلف۔

اسی طرح صبح کی نماز کے بعد کی نیند، اور کثرت سے نیند کرنا یہ بھی فقر اور محرومی علم کا باعث ہے۔

رزق بڑھانے والی چیزیں یہ ہیں:

صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) کا پڑھنا، سورۂ واقعہ کا پڑھنا، خصوصاً رات کے وقت، عشاء کے وقت سورۂ ملک کا پڑھنا، صبح و شام سورۂ کہف اور سورۂ مزمل کا پڑھنا، مغرب کے وقت سات بار سورۂ واللیل اذا یغشیٰ اور الم نشرح کا پڑھنا، اذان سے پہلے مسجد میں آنا، ہر وقت باوضو رہنا، سنت صبح اور وتر کو گھر میں پڑھنا، وتر کے بعد لغو کلام سے بچنا، اور عورتوں کی کثرت مجالست سے بچنا موجب برکت رزق ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جب عقل کامل ہو جاتی ہے، تو کلام کرنا کم ہو جاتا ہے۔

اذا تم عقل المرء قل کلامہ
وایقن بحمق المرء ان کان مکثرا

ترجمہ۔ ”جب آدمی کی عقل کامل ہو جاتی ہے، تو اس کا بات کرنا کم ہو جاتا ہے، اور یقین کر آدمی کی حماقت کا، اگر بہت بات کرنے والا ہے۔“

صلہ رحمی کرنا، بوڑھوں کی عزت کرنا، کثرت سے درود شریف توجہ کے لحاظ سے اور نیاز و عاجزی سے پڑھنا، ماں باپ کی مال و جان سے خدمت کرنا، اس میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

اسی طرح استاذ و مرشد کی مال و جان سے خدمت کرنا، مر نے کے بعد ان کی قبور کی زیارت کرنا، ان کی اولاد و متعلقین کی عزت و محبت کرنا، دنیا و دین اور عزت کے بڑھنے کا قوی سبب ہے۔ (تاجرا)

وہ وظائف جن سے روزی اور عزت بڑھے، قرب الٰہی تعالیٰ نصیب ہو، قبر میں روشنی حاصل ہو، درجات بلند ہوں، اور ذلت و رسوائی سے نجات ہو، یہ ہیں:

۱۔ صبح ہونے کے بعد نماز تک: "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْم" ایک سو بار صبح اور ایک سو بار شام کو پڑھے، اور اول آخر درود شریف ایک سو سے زیادہ بار پڑھے تو بہتر ہے۔

۲۔ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْن" صبح و شام سو، سو بار، اول و آخر درود شریف، پھر نیاز (عاجزی) سے دعا مانگے۔

۳۔ "سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" تینتیس، تینتیس بار، "اَللّٰهُ اَکْبَرُ" چونتیس بار، ہر نماز کے بعد پڑھنا، خصوصاً سوتے وقت، جیسے بے انتہا ثواب کا موجب ہے، ویسے ہی روزی کے بڑھنے اور عزت کے زیادہ ہونے کو بھی بڑا سبب ہے، اور حال یہ ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں۔

۴۔ "یَا غَنِیُّ" گیارہ سو بار بعد سنت فجر و قبل فرض، اول و آخر درود شریف، اور "یَا وَهَّابُ" بعد سنت عشاء و قبل وتر چودہ سو بار، اول و آخر درود شریف، بعدہٗ نیاز (عاجزی) سے دعا کرنا، یہ عمل غرباء و فقراء کے لئے کیمیا ہے، دوام و پابندی کرکے دیکھیں۔

نیز دفع قرض، قضائے حاجات اور دفع مشکلات کے لئے "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ" فرض نماز کے سلام سے پہلے اور سلام کے بعد تین بار، اور نوافل کے سجدہ میں تین، تین بار پڑھتا رہے، رحمت ہوگی، بفضلہٖ تعالیٰ و کرمہٖ۔

دفع دشمن کے لئے "یَا اَللّٰهُ یَا عَزِیْزُ" ۳۱۳ بار، اول و آخر درود شریف پڑھتا رہے، دشمن ظاہری و باطنی غلبہ نہ کرسکیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

علمائے کرام سلمہم و علمہم اللہ تعالیٰ کو خصوصاً اور دیگر احباب کو عموماً

واجب ہے کہ علم اور علمائے کرام مدظلہم کی عزت، ادب اور مالی و جانی خدمت اپنے اوپر لازم سمجھیں، اس سے ہزارہا برکات رُوحانی و جسمانی، دُنیا و آخرت میں نازل ہوں گی، بفضلہٖ تعالیٰ وکرمہٖ۔

آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

والصلوة والسلام على سيدنا محمد وآله وأصحابه وأتباعه أجمعين

من الصلوة والسلام أفضلها وأكملها وأدومها

اللهم تقبل منا إنك أنت السميع العليم

لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم

سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك!

پند: در زبانِ سرائیکی

ٹھڑدیں ٹھڑدیں ٹھڑ گیا زمانہ
نہ بدلیو بھرا شیوۂ غافلانہ
جوانی دی چس رس جوانی ٹھڑ گئی
جوانی غلط زندگانی ٹھڑ گئی
اوبک خواب شیریں کہانی ٹھڑ گئی
ٹھڑ گئی حیاتی اُجڑ گیا خزانہ
اُتھاں پل دی بچھو بھکھ اتھاں سال گل گئے
نہ سوچ بھرا ڈیہہ جوانی دے ڈھل گئے
او بدبخت جو بے عمل بے عمل گئے
پھری نہ اُتھ امڑی بابا بھرا نہ
اُتھاں نفسی نفسی دیاں ہوسن پکاراں
عمل دیاں خزائیں عمل دیاں بہاراں
نہ اُتھ اپنے اپنے نہ اُتھ یار یاراں
عمل دے سوا اُتھ بیا آسرا نہ
شہنشاہیں دے مرتے نہ اتھ تاج ہوسی
نہ جھنڈا دمامہ اتے راج ہوسی
خدا دے غضب دی فقط گاج ہوسی

فوائدِ قرآن

یعنی

اصطلاحاتِ قرآن

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بعد الحمد والصلوٰۃ:

تمنا ہے کہ اس زیست میں کوئی کام کر جاؤں

اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

برادرانِ اسلام! یہ دین کی ایک حقیر سی خدمت ہے جو اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، اُمید ہے کہ اگر خدا تعالیٰ جلّ وعلا شانہٗ نے منظور فرمالی تو میری تمام لغزشیں اسی کی بدولت نیست و نابود ہو جائیں گی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا۔ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا دَائِمًا اَبَدًا، اَمَّا بَعْدُ!

دُنیا جہالت کی ظلمتوں میں حیران و سرگرداں تھی، نورِ قرآن آفتاب عالم تاب کی شکل میں نمایاں ہوا، تو اس نے شرق و غرب کو نورِ ہدایت سے جگمگا دیا، انسانیت کے لئے سعادت کی راہیں کھول دیں، قوتِ نظریہ و عملیہ کی تکمیل کی اور انسان کے

لئے جو ایک طویل سفر زندگی درپیش ہے، اس کی ابتدا و انتہا کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کے لئے واضح احکام عنایت فرمائے، تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنیہ وغیرہ کے زریں اصول کی راہ نمائی فرمائی، خالق و مخلوق کے تعلقات پر روشنی ڈالی، بلاشبہ قرآن مجید میں ہر اہل علم کے لئے بے بہا اسرار و نکات موجود ہیں، بشرطیکہ اس کا شعور پختہ اور علم محکم ہو۔ البتہ عوام تفسیر و ترجمے کے محتاج ہیں، اور بعض مطالب عالیہ جو عبارت کی تہہ میں مستور ہیں، مثلاً: اشارۃ النص، اقتضاء النص، دلالۃ النص وغیرہ کو جب تک کسی عالم کامل سے نہ سمجھا جائے، خود اہل زبان کے لئے بھی سمجھنا مشکل ہے، بنابریں چند ایک اصطلاحات فوز الکبیر، مقدمہ تفسیر حقانی و روح المعانی وغیرہ سے منتخب کر کے پیش کی جاتی ہیں:

گر قبول افتد زہے عز و شرف

راقم نے اپنی سعی بھر کی کوشش کی، لہٰذا اگر ہوسکے تو اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں:

شاہاں را چہ عجب گر بنوازند گدارا!

نیز اگر کہیں خامی دیکھیں تو اصلاح فرما کر ثواب دارین حاصل کریں، فقط۔

فوائد:

۱:... قرآن کریم اپنی وضع و اسلوب، انداز بیان، طریق خطاب، طرز تفہیم اور طریق استدلال، غرضیکہ ہر بات میں دنیا کے وضعی و صناعی طریقوں کا پابند نہیں ہے، اور نہ اسے پابند ہونا چاہئے، کیونکہ یہ کلام الٰہی ہے اور یہی وہ بنیادی امتیاز ہے جو انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں پایا جاتا ہے، اور اسے تمام وضعی و صناعی علوم سے ممتاز کر دیتا ہے۔ زمانہ بعثت میں موجود عرب، جو قرآن کریم کے اولین مخاطب ہیں، ایسے

لوگ تھے جن کے فطری قویٰ رومی و ایرانی علوم و فنون کی تصنع پسندیوں سے داغ دار نہ ہوئے تھے، بلکہ قدرتی سادگی پر باقی تھے، لہٰذا قرآن اپنی شکل اور معنوں میں جیسا کچھ تھا، ٹھیک ٹھیک ویسا ہی ان کے دلوں میں بس گیا، چنانچہ حضرات صحابہؓ قرآن کریم کی آیات کو سنتے ہی اس کے مقصدِ اوّلین کو پالیتے تھے، مگر قرنِ اوّل ختم نہ ہوا تھا کہ رومی و ایرانی تمدن کی ہوائیں چلنے لگیں، اور علوم و فنون کا نیا دور شروع ہو گیا، جس سے بعض طبیعتیں متاثر ہوئیں، اور ان علوم کی ظاہری چمک دمک سے ایسی مرعوب ہوئیں کہ قرآنی تعلیمات کی لازوال صداقت و عظمت کو منطق و فلسفے کے بودے اور بناوٹی معیاروں پر پرکھا جانے لگا، جس سے ایسے متاثر لوگوں کے لئے فہم قرآن میں دشواریاں بڑھ گئیں، نیز یہ کہ بہت سے بے بنیاد شکوک اور لاطائل شبہات کا دروازہ کھل گیا، اس طرح یہ لوگ قرآن کی سیدھی سادی تعلیم سے بہت دور جا پڑے۔

۲:... جب کسی کتاب کی مطالب فہمی کا سوال ہو تو قدرتی طور پر ان ہی لوگوں کو ترجیح دی جاتی ہے، جنھوں نے خود صاحب کتاب سے اس کا مطلب سمجھا ہو، قرآنِ کریم تیئیس برس میں بتدریج نازل ہوتا رہا، صحابہ کرامؓ سنتے اور نمازوں میں دہراتے رہے، اور جو اشکال پیدا ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے رہے، چنانچہ بعض افراد فہم قرآن میں ممتاز ہوئے، جن کے لئے خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہادت دی، لیکن بدقسمتی سے بعد کے لوگوں نے اپنی فکری ساخت سے متاثر ہو کر نئی کاوشیں شروع کر دیں، نتیجہ یہ نکلا کہ حقیقت روز بروز مستور ہوتی چلی گئی، اور صاف صاف واقعات ناقابل حل عقدے بن گئے۔

۳:... غیرمسلم عوام کے قصص و روایات مثلاً اسرائیلیات وغیرہ بھی بعض غیرمحتاط مفسرین کی کتب تفسیر میں آ گئے، مگر حضرات محققین نے ہمیشہ ایسی روایات پر سخت تنقید کرتے ہوئے ان مقامات کی صحیح اور مستند تفسیر اُمت کے سامنے پیش کی،

چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی خدمات اس سلسلے میں بہت روشن ہوئی ہیں۔ انہوں نے یہ التزام بھی کر رکھا ہے کہ قرآن کی تفسیر حدیث سے کرتے چلے۔

۴... انبیاء علیہم السلام کا طریقِ استدلال یہ نہیں ہوتا کہ نظری مقدمات ترتیب دیں۔ اور مخاطب کو اس قسم کی منطقی شکلوں میں الجھائیں، وہ براہ راست ارشاد و تلقین کا فطری طریقہ اختیار کرتے ہیں، جسے ہر انسان وجدانی طور پر پہچانتا ہے۔ لیکن اکثر مفسرین و متکلمین کو اپنے اپنے زمانے میں چونکہ ایسے لوگوں سے بھی واسطہ پڑا جنہیں فلسفہ و منطق کے انہماک نے اس قابل ہی نہ رکھا تھا کہ کسی حقیقت کو اس کی سیدھی سادی شکل میں دیکھ سکیں اور قبول کر سکیں۔ ان کے ذہن میں انبیاء کرام کی بڑی فضیلت اس میں تھی کہ ان کے ہر استدلال کو منطقی ظاہر کیا جائے۔ اور ان کی تعلیم منطق ارسطو کے سانچے میں ڈھلی نظر آئے۔ ایسے وقت میں حضرات مفسرین کے لیے قرآنی مطالب کی تشریح کے لحاظ سے یہ بات ضروری ہوئی کہ اپنے استدلالات میں مروجہ اصطلاحات کو استعمال کریں اور تعلیمات قرآنیہ کو مروجہ علوم کے تناقض سے بچائیں،

چنانچہ ان حضرات نے رائج الوقت اصطلاحات کو استعمال فرمایا۔ لیکن طرزِ استدلال میں اس جدت کو اپنانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن مجید کے دلائل و براہین کی سادگی، خوبی و دل نشینی چند عوام کی نظروں سے اوجھل ہوئی۔ اور جہاں کہیں یہ طرزِ استدلال عام ہوا، سب کچھ ہوا۔ اور یہ آفت صرف طرزِ استدلال تک ہی محدود نہ رہی، بلکہ تمام چیزوں میں پھیلی۔ منطق و فلسفے نے نئی نئی اصطلاحات پیدا کر دیں، جن سے عربی لغت بوقت نزول قرآن آشنا نہ تھی۔ بلکہ جہاں جہاں قرآن میں وہ الفاظ آئے، ان سے وہ معانی متعین ہو گئے جو فنی طور پر بعد میں قرار پا گئے، منطق کی دنیا میں اسی سبب سے بہت سی ذہنی الجھنیں پیدا ہو گئیں، مثلاً قدم، حدوث، قِدم، قدمیت، معلولیت وغیرہ یا ان کے وہ معانی پیدا کر لیے جن کا صحابہ اور تابعین میں کسی کو وہم و گمان بھی نہ ہوا ہوگا۔

موقع نزول وغیرہ سے خوب واقف تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی بدولت
فہم صحیح کی دولت سے مالا مال تھے۔

مفسر چہارم:... وہ تابعین کرام ہیں جنہوں نے مدتوں تک حضرات صحابہؓ کی
خدمت میں رہ کر دین کو سیکھا اور دین کو آنکھوں سے دیکھا۔

مفسر پنجم:... تبع تابعینؒ ہیں جو کہ دوسری قسم ہیں، ان کی تفسیر بھی عمدہ شمار
کی جاتی ہے، اور اسی دور میں تصنیف تفاسیر کا دور شروع ہو گیا تھا، یہ لوگ صحابہؓ اور
تابعینؒ کے اقوال روایت کرتے تھے، مگر یہ روایات رطب و یابس سے خالی نہیں، ان
میں سے علی بن ابی طلحہ ہاشمی رحمہ اللہ کی سند زیادہ معتبر ہے، اسی لئے امام بخاری رحمہ
اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو
اسی سند کے ساتھ جگہ جگہ بطور تعلیق نقل کیا ہے۔

بعض علماء کو شبہ ہوا ہے کہ بخاری کی کتاب التفسیر میں علی بن ابی طلحہ کا نام
کسی سند میں نہیں پایا جاتا، مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ:
بخاری نے جو "قال ابن عباس" بغیر سند کے نقل کیا ہے، اصل میں یہ قول علی بن ابی
طلحہؒ کی سند کے ساتھ مروی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ علی بن ابی طلحہ اور ابن عباسؓ میں
دو ثقہ آدمی مجاہد اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ میں سے کسی ایک کا واسطہ ضرور ہوتا ہے،
لہٰذا یہ سند منقطع نہیں ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اس سند کی تعریف کی ہے۔

اسی طرح عطاء بن سائب اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ کی سند بھی صحیح مانی
جاتی ہے، نیز وہ اقوال جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بواسطہ مرۃ بن
شرحبیل، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بواسطہ ابو العالیہ منقول ہیں۔
درست تسلیم کئے جاتے ہیں۔ (کذا فی مقدمہ احسن التفاسیر) ان کے علاوہ دوسری
سندوں سے جو بعض لمبی لمبی روایتیں ابن عباسؓ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، ان

باطل کے پردے میں مسخ کرنے کی کوشش کی ہے، مثلاً یہ کہا کہ: نماز سے مراد فقط توجہ الی اللہ ہے، اَحکامِ مخصوصہ نہیں، اسی طرح روزہ، زکوٰۃ اور دوسرے حقائق شرعیہ کے واہی تباہی معنی بیان کئے، حاصل یہ نکلا کہ کہیں نماز معاف، کہیں سب محرّمات حلال۔

اسی طرح ایک آفت یہ چھائی کہ کبھی کوئی تفسیر بنا کر کسی بزرگ کے نام مشتہر کردی اور دیباچہ میں اس کا نام لکھ دیا، مجہول راویوں کے نام سے "حدثنا" اور "اخبرنا" کہہ کر سند بھی بنالی، اب کوئی نہیں پوچھتا کہ حقیقت کیا ہے؟ مگر محدثینؒ کو خدا تعالیٰ جزائے خیر دے! کہ انہوں نے اس قسم کے چور اور راہ زن پکڑ کر دین کی وہ خدمت کی، جس سے پوری ملت ابد الآباد تک ان کی زیرِ بارِ احسان رہے گی، ایسی موضوع روایات شیعہ کتبِ تفاسیر میں پائی جاتی ہیں۔

شانِ نزول:

قرآنِ کریم کی آیات کے نازل ہونے کا عمومی سبب اور مقتضی دراصل بندوں کی حاجات اور ضروریات ہیں، جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو بتدریج نازل فرمایا، مگر اکثر آیات کا نزول بظاہر کسی نہ کسی واقعے کے پیش آنے کے وقت ہوا ہے، اگرچہ ان آیات کی تفسیر اس واقعے کے علم پر موقوف نہیں ہے، اصطلاحِ مفسرین میں شانِ نزول سے یہی واقعہ مراد ہوتا ہے، جیسا کہ ظہار کی بابت ایک عورت کے سوال پر درج ذیل آیت نازل ہوئی:

"قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ .... الخ"

(المجادلۃ:۱)

ترجمہ: "سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو جھگڑتی تھی تجھ سے ....."

ترجمہ: "پس تم جس طرف منہ کرو ادھر ہی خدا ہے۔"

تمام جہتوں سے قبلہ رخ ہونے کی فرضیت اٹھ جاتی ہے، لیکن اس کا سبب نزول و موقع بتاتا ہے کہ جب سفر یا جنگل میں قبلہ نہ معلوم ہو یا انسان سواری پر ہو اور نوافل پڑھ رہا ہو تو جدھر رخ ہوگا نماز جائز ہوگی، کیونکہ ہر سمت ذاتِ حق جل و علا ہے۔ اب سے تقابل آیت بھی رفع ہوا اور فرضیت قبلہ بھی باقی رہی۔

حالتِ اقوام بوقتِ نزولِ قرآن:

بعثت سے پہلے دنیا ظلمت و الحاد کے طوفانوں میں غوطے کھا رہی تھی، عرب میں مختلف مذاہب کے لوگ آباد تھے مشرکین، یہود، نصاریٰ، مجوس وغیرہ۔

عرب کو بلحاظ دینیات دو قسم پر منقسم کیا جاسکتا ہے۔ اول۔ معتقد ملت ابراہیمی، دوم جو کسی مذہب کے معتقد نہ تھے۔

اول گروہ عرب محض اور دوم معطلہ ہوتا ہے۔

معطلہ کی پھر بہت سی اقسام تھیں، کیونکہ انسانی سعادت کا تصور دو ہی طرح سے ہوتا ہے، یا تصور قوت نظریہ سے یا قوت عملیہ سے۔

قوت نظریہ کے فتور سے متعدد ذیلی گروہ پیدا ہوگئے تھے:

... جو خدا تعالیٰ، انبیاء، جزاء و سزا اور حشر و نشر کسی بھی چیز کے قائل نہ تھے، بلکہ کہتے تھے کہ تمام چیزیں دہر کے ذریعے ہو رہی ہیں، جیسے کہ قرآن مجید میں ہے:

"قَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ" (الجاثیہ: ۲۴)

ترجمہ: "اور کہتے ہیں وہ تو یہی ہماری ہی زندگی ہے ہمارا جینا دنیا کا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم جو مرتے ہیں وہ زمانہ سے۔"

مرادیں مانگتے۔ بعض دفعہ ان پر اولاد کی قربانی بھی کرتے۔ جیسا کہ سورۂ انعام میں ہے:

"وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ
أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ" (الانعام:۱۳۷)

ترجمہ... "اور اسی طرح مزین کر دیا بہت سے مشرکوں
کی نگاہ میں ان کی اولاد کے قتل کو ان کے شریکوں نے۔"

ان کے نام پر جانور چھوڑتے، کھیتی باڑی سے ان کا حصہ نکالتے، اور یوں سمجھتے کہ ان بتوں کا تقرب، تقرب الٰہی ہے، اور ان سے روگردانی سبب نقصان جان و مال ہے، بنا بریں ان کی پرستش کو ضروری سمجھتے۔

مقدمہ تفسیر حقانی میں ہے کہ جن لوگوں کے متعلق ان کا یہ خیال و عقیدہ تھا وہ انبیاء کرام علیہم السلام، اولیائے کرام اور ملائکہ عظام تھے، اور اس فریق کا رد قرآن مجید میں سورۂ مائدہ و بنی اسرائیل وغیرہ میں بخوبی موجود ہے۔

۷... بعض لوگ آگ، پانی، سورج، چاند اور زحل مشتری وغیرہ کی عبادت کرتے تھے، بعض کاہنوں کو غیب دان سمجھ کر ان سے غیب کی باتیں پوچھتے تھے۔ ان کے رد میں:

"لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ"

(حم السجدہ:۳۷)

ترجمہ: "سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو۔"

وغیرہ آیات کثیرہ وارد ہیں، بالخصوص سورت حج اور النحل وغیرہ۔

عرب مستعربہ:

ان کے بھی کئی گروہ تھے، تفصیل ملاحظہ ہو: اول ملت ابراہیمی کے پابند،

اگرچہ یہ لوگ قلیل تھے لیکن کہیں کہیں ان کے افراد پائے ضرور جاتے تھے، مثلاً زید بن عمرو بن نفیل، قیس بن ساعدہ اور قیس بن عاصم تمیمی وغیرہ، جن سے اسلامی تاریخ دان بخوبی واقف ہیں۔

مذہب عیسوی کے پابند:

اگرچہ یہ مذہب ایک آسمانی مذہب تھا، لیکن پہلی صدی میں اس پر وہ آفات نازل ہوئیں کہ اصلی انجیل گم ہوگئی، یونانی اور رومی لوگوں میں اس کے متعلق نئے نئے خیالات پیدا ہو گئے، تصنیف اناجیل کا بازار گرم ہوا، حتی کہ ستر انجیلیں لکھی گئیں، ان میں سے چار مشہور ہیں، پھر ان میں بھی بے دریغ تغیر و تبدل اور حذف و اضافہ ہوتا رہا، حتی کہ چوتھی صدی عیسوی میں ان کی سات جداگانہ جماعتیں قائم ہو گئیں، جن کی وجہ سے عیسائی اب تک بری طرح اختلاف و تشتت کا شکار ہیں۔

الوہیت مسیح، تثلیث اور مسئلہ کفارہ بھی اسی زمانے کی ایجاد ہے۔

ملک اٹلی، روما میں پوپ قائم ہوا، جسے اپنے عہد میں مسیح کا نائب سمجھا جاتا تھا، لہٰذا اسے دینی احکام میں حلت و حرمت، دستور میں ترمیم و تنسیخ اور معقول نذرانے پر گناہوں کی معافی کا پروانہ دینا، وغیرہ، کا مجاز تصور کیا جاتا تھا، غرض ان کی حرام کاری کی کوئی انتہا نہ تھی، اسی سے ناراض ہو کر مارٹن لوتھر نے مذہب عیسوی کی ترمیم شروع کی، تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک عیسائیوں میں بت پرستی، قبر پرستی، توہمات پرستی اور بد اطواری عام طور پر رواج پا چکی تھی، سب سے بڑھ کر ان میں یہ تین بڑے اصول اس وقت بھی تھے اور اب بھی ہیں:

... تثلیث: خدا تعالیٰ، روح القدس اور عیسیٰ علیہ السلام کو اقنوم ثلاثہ مانتے تھے، یعنی تینوں کو ملا کر ازلیت اور ابدیت والا ایک خدا مانتے تھے، نہ کہ تین، اور اسے

تو حید فی التثلیث کہتے تھے۔

۲...الوہیت مسیح: عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں، لہٰذا انہیں قاضی الحاجات، دافع البلیات جان کر پکارتے تھے۔

۳...تصلیب مسیح: جو کہ یہود کے ہاتھوں سے ہوئی تھی، اسے لوگوں کے گناہوں کا کفارہ خیال کرتے تھے، نیز یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جو سہوا بہشتی درخت سے پھل کھالیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ...نعوذ باللہ...انہیں لوگوں کے گناہوں میں ملعون بنا کر تین دن تک جہنم میں رکھا تھا، اس طرح سے وہ تمام لوگوں کے گناہوں کے لئے کفارہ ہوگئے۔ العیاذ باللہ...اس کا رد: "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" (فاطر:۱۸)

(اور خدا اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا) میں ہے۔

فنڈر پادری اپنی کتاب مفتاح الاسرار میں اس کا ذکر بڑے فخر سے کرتا ہے۔ اور ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ خدا تعالیٰ بندوں کے گناہ معاف کرنے پر قادر ہی نہیں ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سب انبیاء علیہم السلام گناہگار چلے آئے ہیں قرآن کریم کی اس آیت:

"وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ"

(ص:۴۷)

ترجمہ..."اور وہ سب ہمارے نزدیک ہیں چنے ہوئے نیک لوگوں میں۔"

میں ان کے رد کی طرف اشارہ ہے، نیز یہ گروہ رہبانیت کو عمدہ عبادت خیال کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

"وَرَهْبَانِیَّةَ ابْتَدَعُوْهَا" (الحدید:۲۷)

ترجمہ..."اور ایک ترک کرنا دنیا کا جو انہوں نے نئی

بات نکالی تھی۔"

ان کا رد بھی قرآن مجید میں عام ملتا ہے۔

یہودی:

ان میں سے بعض تشبیہ کے قائل تھے، یعنی حق جل شانہ کے لئے جسم اور مکان ثابت کرتے تھے، اور قوت و قدرت میں کوتاہی کرتے تھے نیز ان کا خیال تھا کہ خدا تعالیٰ زمین و آسمان پیدا کرنے کے بعد تھک گیا ہے، اور ہفتے کا دن اس کے آرام کے لئے مقرر ہے، اس کے رد میں:

"وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ" (ق ۳۸)

ترجمہ: "اور ہم کو نہ ہوا کچھ تکان۔"

"لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" (الشوریٰ ۱۱)

ترجمہ: "نہیں ہے اس کی طرح کا کوئی۔"

"وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا" (آیۃ الکرسی)

ترجمہ: "نہیں تھکاتی اس کو ان دونوں کی حفاظت۔"

وغیرہ آیات نازل ہوئیں۔

ان میں سے بعض انبیاء کی عصمت کے قائل نہ تھے، اس کے رد میں:

"وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ"

(ص ۴۷)

ترجمہ... "اور وہ سب ہمارے نزدیک چنے ہوئے نیک لوگوں میں ہیں۔"

وغیرہ آیات وارد ہوئیں۔ یہ لوگ انبیاء کے بعد نبوت میں ایسے متعلق

ہوئے کہ بجائے تعلیم و تدریس کتاب الٰہی کے جادو منتر میں ہمہ تن مصروف ہو گئے، جس کا بیان پارۂ اول میں ہے:

"مَا يُفَرِّقُونَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ" (البقرۃ:۱۰۲)

ترجمہ:... "جس سے جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اس کی عورت میں۔"

نیز حضرت مسیح علیہ السلام اور مریم علیہا السلام پر بدگمانیاں کرتے تھے، ان کے متبعین سے عداوت رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر بموجب بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ نبی ہوتے تو قتل نہ ہوتے، توراۃ کی تمام بشارات کو مؤول کرتے تھے، ان کے ہاتھوں کئی انبیاء کا قتل ہوا، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

"وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ" (آل عمران:۱۱۲)

ترجمہ:... "اور قتل کرتے رہے ہیں پیغمبروں کو ناحق۔"

نازل ہوا، ان کے احبار و رہبان حب مال و جاہ، دین فروشی اور مسائل پر رشوت لینے میں نہایت بے باک تھے، جیسا کہ آیت:

"وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ" (المائدۃ:۶۳)

ترجمہ:... "اور حرام کھانے سے۔"

انہیں کے حق میں وارد ہے، اور ان کرتوتوں کے باوجود بھی یہ دعویٰ تھا کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور خدا کا وعدہ ہے کہ ہم سات دن یا چالیس دن مدت عبادت عجل یا چالیس سال مدت وادیٔ تیہ یا مدت عمر دوزخ میں رہ کر ضرور جنت میں داخل ہوں گے، اسی موقع پر ارشاد ہے:

"نَحْنُ أَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَأَحِبَّآؤُهٗ" (المائدۃ:۱۸)

ترجمہ:... "ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے۔"

اور

"لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ" (البقرہ:۸۰)

ترجمہ... "ہم کو ہرگز آگ نہ لگے گی مگر چند روز گنے چنے۔"

اور یہ بھی انہیں گھمنڈ تھا کہ نبوت ہمارے ہی خاندان کے ساتھ مخصوص ہے، جس کے رد میں:

"وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ" (البقرہ:۱۰۵)

ترجمہ... "اللہ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہے۔"

وغیرہ آیات نازل ہوئیں، ان کے اعمالِ بد کا نقشہ سورۂ بقرہ میں خوب تفصیل سے کھینچا گیا ہے۔

ہندو قوم:

یہ ہندوستان میں زمانہ قدیم سے آباد تھے، ان کے تین بڑے فرقے تھے:

اوّل:... بت، عناصر، آفتاب اور نیرات وغیرہ کے پجاری، بلکہ انسان، حیوان، نباتات، جمادات وغیرہ کے پجاری بھی تھے، جنہیں صابیوں، مجوسیوں کا مقلد کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔

دوم:... سرے سے خدا تعالیٰ کے منکر تھے۔

سوم:... جاہل وحشی، جن کا نہ کوئی مذہب تھا، نہ ملت۔ پھر ان میں سے ہر ایک قسم کی بہت سی شاخیں تھیں، دیوتاؤں کے پجاری، بھوت پریت ہر شے کے لئے مختلف دیوتاؤں کا قائل ہونا، ہر ایک فرقے کے برہمن یا گوسائیں ان کے ہاں موجود

جن کی مختصر سی شرح تفسیر حقانی میں موجود ہے۔ ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھولی بھٹکی دنیا کی رہنمائی فرمائیں اور مٹتی ہوئی انسانیت کو دوبارہ زندہ کریں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

الف... "لتخرج الناس من الظلمت إلى النور"

(ابراہیم ۱)

ترجمہ... "کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف۔"

ب... "يايها الناس إني رسول الله إليكم جميعا"

(الاعراف ۱۵۸)

ترجمہ... "اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف۔"

ج... "ويضع عنهم إصرهم والأغلال التي كانت عليهم"

(الاعراف ۱۵۷)

ترجمہ... "اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں جو ان پر تھیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیغام کا نام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کو دیا "اسلام" ہے، یہی انسانیت کے لئے واحد راستہ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

الف... "إن الدين عند الله الإسلام"

(آل عمران ۱۹)

ترجمہ... "بے شک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی

مسلمانی عظیم پیداری۔"

ب... "وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ" (آلِ عمران: ۸۵)

ترجمہ: "اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا۔"

قویٰ:

انسانی وجود میں دو قوتیں ہیں، اگر ان کی صلاح ہو جائے تو انسان کو نجات و سعادتِ عظمیٰ مل سکتی ہے۔

قرآن کے علوم

۱... قوتِ نظریہ:

جس سے محسوسات و معقولات کا ادراک ہوتا ہے، اور حق و باطل میں تمیز ہوتی ہے، یہی قوت، انسان پر برانگیختہ کرتی ہے، اور مرنے کے بعد بھی ساتھ رہتی ہے، معقولاتِ مجردات میں سب سے اعلیٰ و اشرف موجودِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا اس کی ذات و صفات کا علم بھی اعلیٰ و افضل علم ہے، اس کا صحیح علم بجز انکشاف انبیاء علیہم السلام ناممکن ہے، سینکڑوں مذاہب باطلہ اور ادیان کاذبہ صرف اسی لئے پیدا ہوئے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو "خدا" نہ جانا، بلکہ اپنے خیالات و صور سے جسے چاہا خدا بنایا اور اسے صفاتِ باری تعالیٰ سے موصوف کر ڈالا۔

قرآن مجید نے اس مشکل کو حل کر دیا، خدا تعالیٰ نے دلائل آفاقی و انفسی سے اپنی ذات و صفات کا ثبوت دیا، توحید، قدرت، علم، حیات، بے چونی اور استغنا

سبحانہٗ وتعالیٰ کی ربوبیت جسم عالم، رحمت تامہ، علم وغیرہ صفاتِ کمال ثابت کیں، اور فناء، حدوث، احتیاج وغیرہ جسمانی آلائشوں سے پاکیزگی بھی بیان فرمادی۔ کہیں عالمِ علویات یعنی آسمانوں، ستاروں اور ان کے حالات سے، کہیں اجرام عناصر اور ان کے تغیرات و حالات سے، کہیں جوّ السماء اور اس کی کائنات میں غور و فکر سے، کہیں زمین، پہاڑ، معدنیات اور ان کی وضع و اشکال سے، کہیں نباتات اور اس کے مختلف حالات سے، کہیں تخلیق حیوانات اور ان میں تغیرات سے اپنی ذات و صفات کو واضح فرمایا، جنہیں دلائل آفاقیہ کہا جاتا ہے۔ کبھی خود حضرت انسان اور اس کے حالات حیرت خیز سے ثابت و واضح فرمایا کہ یہ انسان اور اس کے متعلقات وغیرہ اربابِ ارض و سماوی کی تخلیق و ترتیب ان کے مادہ و طبیعت سے نہیں ہوئی، بلکہ کوئی ایسی ذات ہے جس میں قدرت و رحمت کاملہ ہے، وہی ان کی بنانے والی ہے اور وہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

وفی کل شیء لہ آیۃ
تدل علی انہ واحد

۲... قوتِ عملیہ:

اس میں تین ضروری علوم ہیں:

۱... تہذیب النفس: اس کی بہت سی شاخیں ہیں، مثلاً عبادات، بیان، لباس، آداب، اکل، مشرب، دفع من الاخلاق الرذیلہ (مثلاً حسد، کبر، بغض، عداوت وغیرہ) کا طریقہ۔

۲... تدبیر المنزل: وہ علم جس میں ایک گھر کی معاشرت و انتظام سے بحث کی جاتی ہے۔

۳... سیاستِ مدنیہ: وہ علم ہے جس میں طہارتِ ظاہریہ و باطنیہ، حدود،

قصاص، میراث، طلاق، نکاح اور بیع وشراء وغیرہ تمام چیزوں سے متعلقہ امور سے بحث کی جاتی ہے۔ ان تینوں علوم کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے: "کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ"۔

علوم خمسہ:

یہ پانچ علوم قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں

ا۔۔۔ علم المخاصمہ:

یعنی عقائد باطلہ کی تردید اللہ تعالیٰ نے فرق باطلہ مثلاً مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین کی تردید بکثرت نازل فرمائی ہے، ان کے شبہات کو اور دلائل خطابیہ سے پورے طور پر واضح فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت میں مشرکین ملت ابراہیم کے دعویدار تھے اور بعض ملت ابراہیمی کے شعائر مثلاً: حج کعبہ، غسل جنابت، ختنہ، تعظیم اشہر حرام و مسجد حرام، تحریم محرمات نسبیہ و رضاعیہ اور ذبح بر حلق وغیرہ کے بھی قائل تھے، اگرچہ اکثر مشرکین نے عملاً ان چیزوں کو ترک کر دیا تھا اور زنا، سرقہ، غصب وغارت کے مرتکب ہو چکے تھے، اور اعتقادیات میں خالق ارض و سماء، مدبر امور عالیہ، ارسال رسل پر قدرت والا، حسنہ اور سیئہ پر سزا و جزا دینے والا خدا تعالیٰ کو مانتے تھے اور فرشتوں کو مقرب ایزدی اور مستحق تعظیم کہتے تھے، ہاں! ان پانچ چیزوں کے اعتبار سے ان کے اعتقادیات میں گمراہی بھی ہوئی تھی: شرک، تشبیہ، تحریف، انکار معاد اور استبعاد رسالت انسانی۔

ا۔۔۔ شرک: ان کا شرک اس معیار پر نہ تھا کہ وہ دو خدا کرتا چاہتے کوئی اس کا مقابل اسے روک سکتا ہے، بلکہ ان کا شرک اس طرز پر تھا کہ خدا تعالیٰ کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کرتے کہ جس طرح بادشاہ اپنے خاص غلاموں میں سے کسی

کو بعض ممالک کا حاکم بنا دیتا ہے اور وہ اس علاقے میں مختار و متصرف ہوتا ہے، اور جب تک کسی معاملے میں بادشاہ سے مخالفت نہ آئے، وہ معاملات کو طے کئے جاتا ہے، اور بادشاہ امورِ رعایا میں جزوی طور پر متصرف نہیں ہوتا۔

اسی طرح چھوٹے چھوٹے امور، مثلاً شفائے امراض، اعطائے ولد، درازیٔ عمر اور اعطائے اعزاز و کرامت وغیرہ کے متعلق اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ امور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگانِ خاص کے سپرد فرما رکھے ہیں، اور امورِ عظام (بڑے بڑے کام) مثلاً نگہداشتِ عرش و فرش، خالقیت و مالکیت وغیرہ خود فرماتا ہے، نیز ان کا یہ بھی خیال تھا کہ بندگانِ خاص کی سفارش اگرچہ رضائے ایزدی نہ بھی ہو تب بھی قبول فرماتا ہے: "محبوب را رد نباشد سخن" اسی بنا پر ان کی طرف سجدہ، ان کے نام کی نذر و نیاز اور قربانی، ان کی قسم، اور ان سے استعانت و تقرب ضروری سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ ان سے ہمیں خدا کا تقرب ہوتا ہے اور یہ ہماری سفارش بھی کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے:

الف:... "مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى"
(الزمر:۳)

ترجمہ:... "ہم تو ان کو پوجتے ہی اس واسطے ہیں کہ ہم کو پہنچا دیں اللہ کی طرف قریب کے درجے میں۔"

ب:... "هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ" (یونس:۱۸)

ترجمہ: "یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس۔"

بعد میں ان کی تصاویر، پتھر، پیتل وغیرہ کی بنا کر بطورِ تبرک رکھنے لگے، آہستہ آہستہ بعض جاہلوں نے ان کو معبود بنا لیا اور صفاتِ مختصۂ خدا، مثلاً: علمِ غیب و تصرف وغیرہ ان کے لئے بھی ثابت کیا، جس سے ان کی عبادت شرکِ محض ہوگئی۔

۲:... تشبیہ: خدا تعالیٰ کے لئے صفات بشریہ ثابت کرنے لگے، مثلاً: ملائکہ بنات اللہ ہیں، شفاعت بندگان، اگرچہ مرضی نہ ہو، مثل پادشاہان قبول فرماتا ہے۔

۳:... تحریف: مشرکین عرب ابتداءً ابراہیمی دین رکھتے تھے، جب عمرو بن لحی علیہ ما علیہ یمن سے بت اپنے ساتھ اٹھا لایا تو آہستہ آہستہ ان میں شجر پرستی، بحیرہ، سائبہ جانوروں کے بتوں کے نام پر کان کاٹنا، تیروں سے تقسیم کرنا، امداد غیر اللہ وغیرہ رسوم رواج پا گئے، اور بعد کے لوگ بطور تمسک آباء انہیں اجزائے ایمان تصور کرنے لگے۔

۴:... انکار معاد: اگرچہ سابق انبیاء علیہم السلام نے حشر و نشر کو بیان فرمایا تھا، مگر یہ بیان تفصیل و شرح سے نہ تھا، جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے، لہٰذا مشرکین نے تاویلیں کرنا شروع کر دیں اور رفتہ رفتہ نوبت انکار تک پہنچ گئی۔

۵:... استبعاد رسالت انسان: یہ لوگ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کو رسول مانتے تھے، مگر نبی کے لئے صفات بشریہ مثلاً کھانا پینا، بازاروں میں چلنا، شادی کرنا جیسے امور کو کمال نبوت و رسالت کے منافی گنتے تھے، اور یہ بات شان خداوندی کے لائق نہیں سمجھتے تھے کہ وہ ایک عرب آدمی کو نبی بنا کر بھیجے، وہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے کو نبی بنا کر بھیجا ہوتا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہر سوال کا جواب بوساطت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ ذیل طریق پر دیا:

۱:... مخلوق میں سے کوئی چیز اگر مستقل اختیار رکھتی ہے تو نام لو۔

۲:... تخلیق آسمان و زمین میں اگر کوئی چیز خدا کی شریک ہے تو بتاؤ۔

۳:... جب عبادت انتہائی تعظیم کا نام ہے، تو اس کا مستحق سوائے خدا تعالیٰ کے اور کون ہو سکتا ہے؟

۴... اللہ نے عالم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیائے کرام علیہم السلام مسئلہ توحید پر متفق چلے آئے ہیں، اور ان کا اتفاق بغیر تصدیق کیسے ہوسکتا ہے؟ ارشاد ربانی ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي
إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ" (الانبیاء: ۲۵)

ترجمہ: "اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی
رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہی ہے کہ کسی کی بندگی
نہیں سوائے میرے، سو میری بندگی کرو۔"

۵... اصنام جبکہ کوئی بھی حس و حرکت نہیں رکھتے معبود کیسے بن سکتے ہیں؟

اسی طرح تشبیہ کے جواب میں نہایت برمحل خطاب کی گئی ہے کہ:

۱... اگر خدا تعالیٰ میں انسانی صفات ہیں تو کوئی دلیل پیش کرو۔

۲... والد اور ولد میں تناسب ہوتا ہے، اور خدا و مخلوق میں وہ تناسب مفقود ہے۔

۳... تمہارے لئے تو بیٹیاں باعث عار ہیں، پھر خدا کے لئے بیٹیاں کیوں تجویز کرتے ہو؟

تحریف کے جواب میں کہا گیا:

۱... یہ چیزیں اگلی ملت سے منقول نہیں ہیں۔

۲... یہ افترا علی اللہ ہے، وغیر ذالک۔

انکار معاد کے جواب میں کہا گیا:

۱... تمثیل دی گئی ہے کہ جس طرح مردہ زمین کو بارش سے زندہ کیا جاتا ہے، اسی طرح مردوں کو زندہ کیا جائے گا۔

۲... اللہ قادر ہے کہ اجزائے متفرقہ فی الارض والبحر کو یکجا جمع کرکے زندہ فرمائے

۳:...احیائے موتی میں تمام کتب الٰہی متفق ہیں۔

اور استبعاد رسالت انسان کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ:

۱:...تمام انبیاء سابق بھی تو انسان تھے اور کھاتے پیتے تھے۔

۲:...فرشتوں کو اس لئے نہیں بھیجا کہ اگر اپنی صورت میں تبلیغ کرتے تو انسانوں کو بھاگنا پڑتا، اور اگر انسانی صورت میں آتے تو وہی اشکال درپیش ہوتا۔

۳:...ہر شخص رسول بننے کا اہل نہیں، یہ اللہ کا انتخاب ہے، جسے چاہے بنادے، وغیرہ ذالک من الجوابات۔ (کذا فی فوز الکبیر للشاہ ولی اللہ قدس سرہٗ)

۲:...تذکیر بآلاء اللہ:

خطاب ایزدی کا اسلوب و طریق اس قدر صاف و سادہ ہے کہ عام و خاص، شہری و دیہاتی، پیر و جوان، ہر شخص سمجھ سکے، مثلاً: تخلیق آسمان و زمین، انزال مطر، جریان ماء، پھل، پھول اور نباتات کی پیدائش، اتباع حیوانات برائے انسان، اعطائے سمع و بصر و تکلم، عقل و ہدایت کی نوازش، خیر و شر کا علم، وغیرہ ذالک، ایسے دلائل ہیں جو ہر انسان کے دل میں گھر کرنے والے ہیں، اور ان سے متاثر ہوکر موحد و متقی ہوجانا آسان ہوجاتا ہے۔

۳:...تذکیر بایام اللہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عبرت کے لئے اُمم سابقہ کے ایسے قصص بیان فرمائے جن سے عام اہل عرب کے کان کسی نہ کسی درجے میں ضرور مانوس تھے مثلاً قصہ طوفان نوحؑ، داستان ہلاکت عاد و ثمود، نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انبیائے بنی اسرائیل کے واقعات، یہ سب ایسی چیزیں تھیں کہ اہل عرب اختلاط یہود اور سفر شام کی بدولت ان سے نا آشنا نہ تھے۔ ہند، روم، فارس وغیرہ کے قصص ذکر نہ فرمائے،

تاکہ ان سے تحصیلِ عبرت، وحشت، حیرت اور انکار نہ آ جائے۔ چونکہ غرضِ اصلی تذکیر تھی، اسی بنا پر ہر قصے کا وہی حصہ بیان فرمایا جس سے نصیحت مقصود تھی، باقی حصہ ترک فرما دیا تاکہ سامع پر بوجھ نہ ہو یا خود قصہ ہی مقصد نہ بن جائے۔ بعض قصص مکرر سہ مکرر بیان فرمائے گئے، اس کا مقصد یہ ہے کہ جس موقع پر تبشیر و انذار، نصرت بعد یاسِ مومنین، بیانِ توحید، امر معروف، نہی عن المنکر، تحذیرِ عصاۃ، شبہاتِ زائغہ کا بیان اور دفعیہ، اور تسلی پیغمبر و مومنین مقصود ہو، اسے پورے طور پر مشرح و مفصل بیان فرمایا جائے۔ بعض قصص مثلاً استجابتِ دعائے زکریا علیہ السلام، خلافتِ داؤد و سلیمان علیہم السلام، تولدِ عیسیٰ علیہ السلام بغیر پدر کے دوسری حکمتوں کی مانند اظہارِ قدرت اور انبیاء پر انعام و اکرام کا ذریعہ بھی ہوتے ہیں، پس مقصودِ قصص نفسِ قصہ نہیں ہوتا، بلکہ تقبیحِ شرک و معاصی، بیانِ عقوبت، بشریتِ انبیاء اور ظہورِ عظمت درباب مخلصین بھی مقصود ہوتا ہے، وغیر ذالک من الفوائد۔

۴:... تذکیر بما بعد الموت:

بعد از مرگ واقعات، مثلاً: قبر، حشر نشر، دوزخ، جنت وغیرہ ذکر کر کے نصیحت فرمائی جاتی ہے، تاکہ دنیا سے دل سرد ہو کر خدا کا خوف و محبت پیدا ہو اور نافرمانی سے طبیعت رک کر تعمیلِ فرمان پر کمربستہ ہو جائے۔

۵:... علم الاحکام:

قرآنی احکام دو قسم پر ہیں: اوامر و نواہی۔ پھر ہر ایک دو قسم پر ہے: ضروری اور غیر ضروری۔ جس طرح طبیب جسمانی، نافع ادویہ و اغذیہ کا حکم کرتا ہے اور مضر سے منع کرتا ہے، اسی طرح علیم و حکیم نے بھی طیب کو حلال اور خبیث کو حرام

فرمایا، اور فرمایا:

"وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ"

(الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ... "اور حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک

چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں۔"

پھر یہ احکام اعتقادی ہوں گے جو کہ قابل نسخ نہیں ہیں، یا عملی ہوں گے،

پھر عملی یا تو مخصوص باللہ ہوں گے، یا مخصوص بالعباد۔

مخصوص باللہ، مثلاً: نماز، یہ جسم اور روح دونوں کی عبادت ہے، روحانی طور

پر خشوع اور جسمانی طور پر حرکات مخصوصہ۔

روزہ، اس میں ترک اکل و شرب و جماع عبادت جسمانی ہے، اور قوت

بہیمیہ شہوت و غضب کا مغلوب کرنا روحانی عبادت ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ، حج، اداء

شہادت، اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد وغیرہ۔

مخصوص بالعباد: اس میں یا تو ایک شخص کے اخلاق وغیرہ کی درستی ہوگی،

جس کو تہذیب اخلاق، یا ایک گھر کی درستی ہوگی، جس کو تدبیر المنزل، یا شہر و ملک کی

درستی ہوگی جس کو سیاست مدنیہ یا ملک گیری کہتے ہیں، مختصراً ان پانچوں چیزوں کو

اللہ تعالیٰ نے مقصوداً ذکر فرمایا ہے۔

فائدہ... اللہ تعالیٰ نے مصنفین متون کی طرح ہر شے کی کوئی جامع مانع

تعریف بیان نہیں فرمائی، بلکہ اس چیز کو عادات عرب پر چھوڑ دیا، مثلاً: فرمایا کہ زانی کو

درّے مارو، چور کا ہاتھ کاٹو، وغیرہ وغیرہ، مگر بعد میں فقہاء رحمہم اللہ نے عرب العرباء

کی عادات کو پیش نظر رکھ کر ان کی جامع مانع تعریفیں بیان فرمائیں۔

اجرائے احکام بلحاظ فطرت:

حق تعالیٰ نے مطابقت احکام میں فطرت کا لحاظ رکھا، یعنی جو چیز جو عرب میں فطرت صحیحہ پر موجود تھی اسے باقی رکھا گیا، اور جن چیزوں میں کچھ عیوب، افراط وتفریط ہو چکی تھی، ان کی اصلاح فرمائی، مثلاً: بعض چیزیں باقی رکھیں اور بعض کی اصلاح فرمائی، اور بہت سی چیزوں کو سرے سے ختم کر دیا گیا، کما فی کتب الفقہ۔ اور اصلاح میں اصلاح عرب کو متبوع اور دیگر ممالک کو تابع بنایا گیا، اسی بنا پر شریعت کا بعض حصہ رسوم و عادات عرب پر مشتمل ہے، اگر عادات عرب کو دیکھا اور سوچا جائے تو اکثر احکام کی علل و مصالح بآسانی سمجھی جا سکتی ہیں، ان علل پر احکام کی بنیاد رکھنا، جسے قیاس کہتے ہیں، مجتہد کا حصہ ہے۔

انداز خطاب:

قرآن حکیم کا انداز خطاب بھی مشفقانہ ہوتا ہے، کبھی حاکمانہ اور کبھی حکیمانہ، جس طرح باپ بیٹے کو سمجھانے میں نرمی کرتا ہے اور اس قدر مقصود اس کے ذہن نشین کرتا ہے کہ نقش کالحجر ہو جائے، اور جب تک اس کی سمجھ میں نہ آجائے، مختلف طرق و اسلوب سے مقصود کو دہرائے جاتا ہے، اور اس کے سمجھنے میں جو چیز رکاوٹ بن رہی ہو اس کو دفع کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔

اسی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ بھی ہر بات کو مختلف طرق و اسلوب سے پورے طور پر واضح فرماتے ہیں، اور اس کے ساتھ لطف یہ ہے کہ تغیر عبارات میں وہ لطف، کشش، دلچسپی اور دل پذیری ہے کہ:

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

"هو المسك ما كررته يتضوع"

پھر لطف یہ کہ اس کلام کے سمجھنے میں شہری، دیہاتی، بادشاہ، رعیت، دانش مند، کم فہم، ہر شخص حصہ دار ہے، البتہ دانش مند اسرار و نکات سمجھے گا اور کم فہم صاف و سادہ مطلب سمجھے گا، بہرحال خالی کوئی بھی نہیں رہے گا۔

نیز یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ قرآن مجید شاعرانہ مبالغے کے بغیر ہر مضمون کو اس صدق و صفائی سے بیان فرماتا ہے کہ مجال نہیں اس میں کچھ کمی بیشی ہو، حتیٰ کہ بوقت نزول قرآن باوجود معارضہ و مجادلہ کے عام اعلان فرمایا کہ:

الف:... "فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ" (الطور، ۳۴)

ترجمہ:... "پھر چاہئے کہ لے آئیں کوئی بات اسی طرح کی۔"

ب:... "فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ" (ہود، ۱۳)

ترجمہ: "تم بھی لے آؤ ایک دس سورتیں ایسی۔"

ج:... "فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ" (البقرہ، ۲۳)

ترجمہ:... "تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی۔"

اگرچہ مخالفین، عربیت میں ید طولیٰ رکھتے تھے، نہ مقابلے میں کوئی آیت بنا سکے اور نہ ہی کوئی نقص نکال سکے، اس زمانے سے لے کر آج تک کوئی نقص نہیں نکالا جاسکا، اور نہ قیامت تک ہی نکالا جاسکے گا، البتہ کوئی جاہل محض ضد کی بنا پر کچھ کہتا رہے تو بے شک کہے، حقیقت میں کچھ نہیں

چوں نیست در مشام عقل تو ہیچ تمیز
سرگین مشک و عنبر چشش برابر است

اور عام کلام خطاب جیسے:

الف:۔۔ "فلا تکونن من الجٰھلین" (الانعام:۳۵)

ترجمہ:۔۔ "سو تو مت ہو نادانوں میں۔"

ب:۔۔ "فان فعلت فانک اذا من الظٰلمین"

(یونس:۱۰۶)

ترجمہ:۔۔ "پھر اگر تو ایسا کرے تو تو بھی اس وقت ظالموں میں سے ہوگا۔"

ج:۔۔ "ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی"

(الانعام:۵۲)

ترجمہ:۔۔ "اور مت دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام۔"

اس میں خواص و عوام ہر دو داخل ہو سکتے ہیں، گو خود ہی اس کے محتمل نہ ہوں۔ شاہانہ خطاب میں وزیر و عوام ہر دو داخل ہوتے ہیں جیسے چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، گو وزیر میں اس کا احتمال نہ ہو۔ اور عمومی خطاب میں اس عمل کا فائدہ و نقصان بھی بیان کر دیا جاتا ہے جیسے۔

الف:۔۔ "ولا تقربوا الزنٰی انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا"

(بنی اسرائیل:۳۲)

ترجمہ:۔۔ "اور پاس نہ جاؤ زنا کے، وہ ہے بے حیائی اور بری راہ ہے۔"

ب:۔۔ "واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشھدوا منافع لھم ۔۔۔الخ"

(الحج:۲۷)

ترجمہ... "اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ
آئیں تیری طرف پیروں چل کر اور سوار ہو کر دبلے دبلے اونٹوں
پر چلے آئیں راہوں دور سے، تاکہ پہنچیں اپنے فائدے کی
جگہوں پر۔"

تنبیہ... تشبیہ میں من کل الوجوہ مشابہت ضروری نہیں ہوتی، بلکہ وجہ شبہ
میں مشابہت کا ہونا ضروری ہے مثلاً "زید اسد (شیر) ہے" میں صرف بہادری میں
مشابہت ہوتی، لیکن بعض جہلاء مشبہ کو پورا مشبہ بہ بنا کر مشبہ بہ کے احکام لگاتے
ہیں، اسی بنا پر بعض جہلاء نے "وجہ اللہ" سے اللہ تعالیٰ کا منہ گوشت پوست وغیرہ اور

"الرحمن علی العرش استوی" (طہ ۵)

ترجمہ... "وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہوا"

سے بادشاہ وتخت نشین سمجھ لیا، ان تشبیہات کی تردید آیت:

"لیس کمثلہ شیء" (شوریٰ ۱۱)

ترجمہ... "نہیں ہے اس کی طرح کا سا کوئی"

سے کر دی گئی ہے، اس کے علاوہ دوسری آیات بھی ہیں مثلاً:

"افمن یخلق کمن لا یخلق" (النحل ۱۷)

ترجمہ... "بھلا جو پیدا کرے برابر ہے اس کے جو کچھ
نہ پیدا کرے؟"

جن سے اس وہم باطل کا ازالہ کیا گیا ہے اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ
ذات باری سبحانہ وتعالیٰ کو مخلوقات کی صفات سے بری قرار دیا جائے اور ہر عیب ونقص سے
پاک اعتقاد کیا جائے، سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون!

آغاز سور:

سور قرآن مجید خطوط شاہی کی مانند ہیں، جیسے خطوط کبھی حمد خدا تعالیٰ سے شروع کیے جاتے ہیں، اور کبھی اس کے بغیر، کسی سے لئے عنوان تجویز کیا جاتا ہے اور کسی کے لئے نہیں، اور بعض کی ابتدا مرسل اور مرسل الیہ کے نام سے کی جاتی ہے، پھر ان میں سے کوئی مختصر ہوتا ہے اور کوئی مطول، اسی طرح کسی سورت کو حمد سے شروع کیا گیا، جیسے: "الحمد للہ رب العلمین"۔ اور کسی کو تسبیح سے، جیسے: "سبح للہ ما فی السموت وما فی الارض"، کسی سورت کے ابتدا میں غرض لکھ دی جاتی ہے، مثلاً: "ذلک الکتب لا ریب فیہ"۔ اور کسی کی ابتدا مرسل اور مرسل الیہ کے ذکر سے ہوئی ہے، جیسے: "تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم"، "یس، والقرآن الحکیم"، "سورۃ انزلنھا وفرضنھا ..... الخ"، اور بعض بغیر عنوان کے شروع کردی گئی ہیں، جیسے: "قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا" اور "اذا جاءک المنفقون ... الخ"۔

عرب میں فصاحت، بلاغت کا عام چرچا تھا، بڑے زوردار قصیدے لکھے جاتے تھے اور ابتدائے قصائد میں تشبیب وغیرہ بیان کرکے پھر مقصد کی طرف رجوع کیا جاتا تھا، اسی طرح بعض سورتوں میں ابتدا کسی مناسب تمہید کو لاکر پھر مقصد بیان کیا جاتا ہے، جیسے: "والصفت صفا. فالزجرت زجرا ..... الخ" اور "اذا الشمس کورت" اور جس طرح بالعموم مکتوبات کے آخر میں مخاطب کو خصوصی توجہ دلانے کے لئے احکام سابقہ کا اعادہ اور خلاصہ ہوا کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی آخر سور کو جوامع الکلم، تاکید بلیغ اور تہدید عظیم پر ختم فرماتے ہیں، مثلاً:

"للہ ما فی السموت وما فی الارض وان تبدوا

مَا فِی اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ" (البقرہ ۲۸۴)

ترجمہ:... "اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں
ہے، اور اگر ظاہر کرو گے اپنے جی کی بات یا چھپاؤ گے اس کا
حساب لے گا تم سے اللہ۔"

اور بعض مضامین میں ایک کلام سے کسی چیز کو شروع کیا جاتا ہے، اور پھر اسی کلام پر اسے ختم کیا جاتا ہے، مثلاً: "یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ" سے اہل کتاب کو نصیحت کی ابتدا ہوئی، اور پھر بعینہٖ انہی الفاظ پر آخر پارہ میں اس نصیحت کو ختم کردیا گیا، وغیر ذالک من النکات۔

ترتیبِ سور:

محققین کے نزدیک ترتیبِ سور توقیفی ہے، یعنی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی ونفسی) نے جس ترتیب کے ساتھ سورتوں کو رکھا، اس میں قیاس واجتہاد کو کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ یہ ترتیب بحکمِ خداوندی ہے۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ براءۃ کے شروع میں تسمیہ کا حکم نہیں فرمایا تھا، اس لئے وہاں بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ عمدۃ القاری شرح بخاری جلد:۱۸ صفحہ:۲۵۲ میں ہے کہ سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ اس لئے نہیں لکھی تھی کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس کے ساتھ بسم اللہ نہیں لائے تھے، باقی قرآن مجید کے حاشیہ پر جو کلمات تعوّذ لکھے جاتے ہیں، ان کا پڑھنا بدعت ہے۔

الایمان فی القرآن:

قسم چار طرح کی ہوتی ہے:

اوّل:... کسی کو بڑا اور متصرف فی الامور سمجھ کر قسم کھائی جائے، اور مقسم بہ

تم کدا (پہاڑی) کے دونوں طرف ان گھوڑوں کو گرد و غبار
اڑاتے نہ دیکھو"

"ہا" کی ضمیر گھوڑوں کی طرف راجع ہے۔ تو گویا حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کی قسم اٹھائی تھی، اسی وجہ سے فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: کدا پہاڑی کے دونوں طرف سے گھوڑوں کو لانا، اور فرمایا کہ: "آج ہم نے حسان بن ثابت کی قسم پوری کردی ہے۔"

مکی و مدنی آیات:

جو آیتیں مدینہ پہنچنے کے بعد نازل ہوئیں، وہ مدنی ہیں، خواہ کسی جگہ نازل ہوئی ہوں، اور جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہیں، وہ مکی ہیں، خواہ مکہ میں نازل ہوئی ہوں یا مکہ کے سوا کسی دوسرے مقام پر۔

نسخ آیات:

نسخ آیات کا مسئلہ فن تفسیر کے مشکل مسائل میں سے ایک ہے، اور یہ اشکال، بسبب اختلاف اصطلاح متقدمین ومتاخرین کے پیدا ہوا ہے، صحابہؓ وتابعینؒ کے کلام میں نسخ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے استعمال ہوتا تھا نہ کہ اصطلاح اصولیین کے مطابق، پس متقدمین کے نزدیک نسخ کا معنی یہ تھے:

"تغيير اٰية باٰية اُخرىٰ، سواء كان بتقييد مطلق
أو تخصيص عام، أو انتهاء مدة عمل، أو تغير رسم
ثابت، أو شريعة سابقة."

چونکہ نسخ کے یہ معنی عام اور وسیع المصداق تھے، اس لئے نسخ کی تعداد پانچ سو آیات تک پہنچی۔

متاخرین کے نزدیک نسخ کی تعریف یہ ہے:

"رفع حکم مطلقًا بالقراءة أو بدون القراءة."

اس تعریف کی بنا پر علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے "الاتقان" میں اور شیخ ابن عربی رحمہ اللہ نے بیس آیتوں میں نسخ کو تسلیم کیا ہے، باقی میں تسلیم نہیں کیا، لیکن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "فوز الکبیر" میں صرف پانچ آیتوں کے نسخ کو تسلیم کیا ہے، باقی پندرہ کی توضیح فرمادی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "فوز الکبیر" میں ان بیس آیات کا بھی جواب تحریر فرمایا ہے جن کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے "الاتقان" میں منسوخ قرار دیا ہے، اور باقی صرف پانچ آیات میں نسخ کو تسلیم کیا ہے، اور وہ پانچ یہ ہیں:

۱... ابتدائے اسلام میں میراث کے حکم سے پہلے وصیت فرض تھی، جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ہے:

"کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرًا ن الْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ..... الخ." (البقرہ:۱۸۰)

ترجمہ:... "فرض کردیا گیا تم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں موت، بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال، وصیت کرنا ماں باپ کے واسطے اور رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ۔"

یہ حکم مندرجہ ذیل آیت میراث سے منسوخ ہوگیا:

"یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ ..... الخ."

(النساء:۱۱)

ترجمہ:... "حکم کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد کے حق میں....."

اس آیت کو منسوخ قرار دینے کے بعد مدارک نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ جو لوگ نئے مسلمان ہوتے اور ان کا کوئی رشتہ دار مسلمان نہ ہوتا تو ایسے لوگوں کے لئے یہ حکم تھا کہ مرتے وقت اپنے کافر ماں باپ وغیرہ کے لئے وصیت کر دیا کریں، اور یہ حکم استحبابی تھا اور اب بھی باقی ہے، پس اس صورت میں لفظ "کُتِبَ" کے معنی "فرض" نہ رہیں گے، بلکہ "ندب" کے ہوں گے، ("ندب" کے بجائے "کتب" جو فرمایا گیا، تو یہ ترغیب کے لئے ہے)۔ (کذا نقل من مجمع البحار)

بعض نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ: "اَلْوَصِیَّۃُ" میں الف لام عہد کا ہے، یعنی شرعی وصیت، اس صورت میں آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر مال رکھتا ہے تو مرتے وقت اس پر فرض ہے کہ وہ اس بات کی وصیت کرے کہ: "میرے مال کو میرے شرعی وارثوں میں شرعی طور پر تقسیم کرنا!" اور "بِالْمَعْرُوْفِ" کے معنی یہ ہوں گے کہ موافق قاعدۂ شرعی کے تقسیم کی وصیت کر جائے۔

۲... ابتدائے اسلام میں جس عورت کا شوہر مر جاتا، اس کی عدت ایک برس مقرر تھی، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

"وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّۃً لِّاَزْوَاجِہِمْ مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ۔" (البقرۃ:۲۴۰)

ترجمہ:... "اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور چھوڑ جائیں اپنی عورتیں تو وصیت کر دیں اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ایک برس تک بغیر نکالنے کے گھر سے۔"

یہ حکم آیتِ ذیل سے منسوخ ہوکر عدت صرف چار ماہ دس دن باقی رہ گئی:

"وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِہِنَّ اَرْبَعَۃَ اَشْہُرٍ وَّعَشْرًا۔" (البقرۃ:۲۳۴)

ترجمہ... "اور جو لوگ مر جائیں تم میں سے اور چھوڑ جائیں اپنی عورتیں تو چاہئے کہ وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن۔"

لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس میں نسخ نہیں، اس لئے کہ چار ماہ دس دن کا حکم وجوبی ہے اور ایک برس کا حکم استحبابی ہے۔ کذا قال ابن عباس والیہ مال البخاری فی صحیحہ۔

۳: ابتدائے اسلام میں دس گنا کفار سے مقابلہ کرنا فرض تھا، جیسا کہ ارشاد ہے:

"اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ .... الخ" (انفال ۶۵)

ترجمہ "اگر ہوں تم میں بیس شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں گے دو سو پر۔"

اس کے بعد دوسری آیت جو اس کے بعد ہی مذکور ہے، نازل ہوئی اور اس نے اس کو منسوخ کر دیا، چنانچہ فرمایا گیا:

"اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْکُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا، فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ .... الخ" (انفال ۶۶)

ترجمہ... "اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سستی ہے، سو اگر ہوں تم میں سو شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں گے دو سو پر۔"

اس آیت کے بعد اس حکم کے بجائے صرف دو گنا سے مقابلہ کرنا فرض رہ

گیا، اور اگر دو گنا سے زائد ہیں تو ان سے بھڑ جانا بھی جائز ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اب بھی غلبۂ کفار کے وقت باقی ہے، منسوخ

نہیں ہے، ابتداءِ آیت

"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ

..... الخ" (الانفال:٦٥)

ترجمہ... "اے نبی! شوق دلا مسلمانوں کو لڑائی کا۔"

کو اگر منسوخ نہیں کہا جاتا تو یہ بھی منسوخ نہیں ہے، اور جیسے وہ ترغیب ابتداء کے

لئے ہے، اسی طرح یہ بھی ترغیب کے لئے ہے، ترغیب میں نسخ ہونے کے کوئی معنی ہی

نہیں، اور اگر جملہ: "اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ ... الخ" سے ہونا چاہئے تھا تو یہ بھی

درست نہیں، کیونکہ یہ تو خبر ہے، اور نسخ حکم میں ہوتا ہے نہ کہ خبر میں، اس کے علاوہ

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ آیت "اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ ... الخ" کے نازل

ہوچکنے کے بعد بھی مسلمان مجاہدین نے ایک ہزار کی قلت سے لاکھ ہا کفار کا مقابلہ

کیا ہے، کذا قال شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ۔

۳... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موجودہ بیویوں کے علاوہ مزید کسی عورت

کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دیا گیا تھا، کما قال:

"لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ" (الاحزاب:٥٢)

ترجمہ... "حلال نہیں تجھ کو عورتیں اس کے بعد۔"

مگر یہ حکم اس سے پہلی آیت: "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا

لَکَ اَزْوَاجَکَ ... الخ" سے منسوخ ہوگیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ

سے مروی ہے کہ:

"لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ، ای بعدما

وجوبی کہ جائے تو پھر بھی ایسے وقت میں سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اب بھی منافقین اور آوارہ لوگوں کو سرگوشیوں سے روکنا مقصود ہو تو یہ حکم جاری ہوگا، لہٰذا آیت مذکورہ میں نسخ ماننے کی حاجت نہ رہی۔

سورت:

لغتاً "سورۃ" کا اطلاق بھی "قطعۃ من الآیات" پر ہوتا ہے، جیسے فرمایا گیا

"وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ ... الخ" (التوبہ ۱۲۷)

ترجمہ: "اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت تو دیکھنے لگتا ہے ان میں ایک دوسرے کی طرف۔"

اقل ما ثلث آیات، اور عرف میں سورت پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، جیسے کہ کہا جاتا ہے، سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران وغیرہ وغیرہ۔

وجہ تسمیہ:

"سورۃ" "سور المدینۃ" سے مشتق ہے، یعنی جس طرح شہر پناہ عمارتی دیوار اور فصیل شہر کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے، اسی طرح گویا چند مضامین کو ایک سورت احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے۔

رابط الآیات:

اس مسئلے کے بارے میں بھی علمائے تفسیر کے درمیان قدرے اختلاف پایا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی آیات دانۂ منتشرہ ہیں یا منضبط؟ جو علمائے کرام ان کے ذرہ منتشرہ (یعنی بکھرے ہوئے موتی) ہونے کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ قرآن

ایک دوسرے کی تفسیر، تشریح یا بدل پیش کرتی ہیں، تو بھی مناسبت ظاہر ہے، ہاں! اگر دونوں جملے بذات خود مستقل ہیں تو اب دیکھنا چاہئے کہ ایک جملے کا دوسرے پر حروف مشترکہ عطف کے ساتھ عطف کیا گیا ہے یا نہیں؟ اگر عطف کیا گیا ہے تو ضرور معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کوئی نہ کوئی وجہ عطف پائی جائے گی، جسے آسانی کے ساتھ تلاش کیا جا سکتا ہے، اور اگر دونوں میں عطف نہیں تو ضرور کوئی نہ کوئی ربط ان روابط میں سے ہوگا جن کا ذکر آئندہ کیا جاتا ہے۔

تنظیر:

یعنی ایک نظیر کو دوسری نظیر سے ملانا کرنا عقلاء کی شان ہے، جیسے:

"كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ..."

(الانفال: ۵)

ترجمہ: "جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے۔"

اس سے پہلی آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امور سیاست میں کسی کی مخالفت اور طعن کی پرواہ نہ کیجئے، کیونکہ ان کے مصالح عوام کی سمجھ میں نہیں آتے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سے نکلنا جنگ بدر کے لئے طبائع عامہ کے خلاف تھا، مگر اس کی برکات کا سب نے مشاہدہ کیا۔

مضادت:

ایک چیز بیان کر کے اس کی ضد کو بیان کرنا "مضادت" کہلاتا ہے، جیسا کہ ایمان داروں کے اوصاف اور نتائج بیان کر کے کفار اور فجار کے اوصاف اور ان کا انجام بیان کیا جاتا ہے۔ "تعرف الأشياء بأضدادها"۔

استطراد:

ایک مضمون بیان کرتے ہوئے اس کے مناسب دوسری بات بیان کر دینا اور پھر اصل مضمون کی طرف لوٹ جانا "استطراد" کہلاتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں ہے:

"یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ۔"

(الاعراف۔۲۶)

ترجمہ:... "اے اولادِ آدم! ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں، اور اتارے آرائش کے کپڑے اور لباس پرہیزگاری کا وہ سب سے بہتر ہے۔"

اس سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے وہ حالات مذکور ہیں جبکہ وہ برہنگی کی وجہ سے اپنے جسم پر درختوں کے پتے چپکاتے پھرتے تھے، اس موقع پر استطراداً اس لباس کا ذکر کر دینا مناسب سمجھا گیا جو خدا تعالیٰ نے بنی آدم کو بعد میں بنانا سکھایا جو اُن کی زینت کا باعث ہے، اور لباس میں بھی لباس التقویٰ کا ذکر اور زیادہ انسب ہوا۔ اسی طرح آیت:

"لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔" (النساء۔۱۷۲)

ترجمہ:... "مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتوں کو جو مقرب ہیں۔"

میں ملائکہ مقربین کا ذکر عرب کے خیال کی تردید کے لئے مناسب معلوم

ہوا، کیونکہ وہ بھی فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، جیسے نصاریٰ، حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، اور ممکن ہے کہ اس میں بھی نصاریٰ کا رد ہو، کیونکہ بعض نصاریٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اقانیم ثلاثہ کا ایک جزو مانتے ہیں۔

حسن تخلص:

اس میں اور استطراد میں یہ فرق ہے کہ استطراد میں ایک مضمون سے دوسرے مضمون کو کسی مناسبت سے بیان کر کے پھر اصل مضمون کی طرف آجاتے ہیں، اور حسن تخلص میں اس خوبی سے دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں کہ اس انتقال کی طرف خیال بھی نہیں جاتا ہے، اس لئے کہ دونوں مضمونوں میں کمال اتحاد ہوتا ہے۔ یہ قرآن مجید میں بکثرت واقع ہوتا ہے اور اس خوبی سے ہے کہ بڑے بڑے فصحاء حیران رہ جاتے ہیں، جیسا کہ سورۂ اعراف میں پچھلے انبیاء علیہم السلام اور قرون ماضیہ کا ذکر کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کی نوبت آئی، اور یہاں تک پہنچ کر کہ موسیٰ علیہ السلام ستر آدمیوں کو کوہ طور پر لے گئے اور پھر اپنی امت کے لئے ان الفاظ میں دعا کی "واکتب لنا في هذه الدنيا حسنة" (الاعراف: ۱۵۶) (اور لکھ دے ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی) اور اس کا جواب ملا کہ گو میری رحمت ہر چیز کے لئے عام ہے مگر میرا عذاب بھی جس کو میں چاہوں پہنچتا ہے۔ اس موقع سے حق تعالیٰ نے تخلص کر کے جناب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ کے مناقب بیان کر کے فرمایا کہ اے موسیٰ یہ رحمت خاص آپ کی امت کا حصہ نہیں، یہ تو ایک آنے والے نبی کی امت کا حصہ ہے جس کی تعریف یہ ہے

"فسأكتبها للذين يتقون ويؤتون الزكوة

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ

الْاُمِّيَّ ..... الخ" (اعراف ۱۵۶، ۱۵۷)

ترجمہ: "سو وہ لکھ دوں گا ان کے لئے جو ڈر

رکھتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور ہماری باتوں پر یقین رکھتے

ہیں، وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے۔"

اس کے بعد اس بات کے جتلانے کے لئے کہ وہ نبی امی جس کی صفات

موسیٰ علیہ السلام کے سامنے خدا تعالیٰ نے بیان کیں، وہ کون ہیں؟ حضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کو حکم دیا ہے۔

"قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا"

(اعراف ۱۵۸)

ترجمہ: "تو کہہ اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم

سب کی طرف۔"

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرنا ضروری تھا جس کے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم رسول ہیں۔

"اَلَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا

هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ" (اعراف ۱۵۸)

ترجمہ: "جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین

میں، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے۔"

اس کے بعد لوگوں کو اپنے رسول پر ایمان لانے کا حکم کرنا عین مناسب تھا،

اس لئے فرمایا:

"فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ

بعض علماء تدریسی مقاصد سے مندرجہ ذیل طریقے سے اشارات نکالتے ہیں۔ الف سے اللہ، ل سے جبرئیل، م سے محمد، یعنی اللہ تعالیٰ نے بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا۔ مزید تحقیق "قواعد التفسیر" کے آخری صفحات پر سب بیان دیکھیں۔

محاورات:

قرآن مجید کے فہم کے لئے اس کے محاورات کا علم بھی ضروری ہے، جو شخص محاورات نہیں جانتا وہ مطلب سمجھنے میں بڑی دقت اٹھاتا ہے، مثال کے طور پر "[illegible] بنصیفها" (سورۃ ۵) کا محاورہ اس معنی میں ہے کہ "اس کے قبضے میں ہے"۔ "قتل الانسان ما اکفرہ" (عبس ۱۷) کا محاورہ اس معنی میں ہے کہ "مارا جائے انسان، وہ کیسا ناشکرا ہے"۔ "تبت یدا ابی لھب وتب" کا محاورہ یہ معنی رکھتا ہے کہ "ابو لہب کو اللہ غارت کرے"۔

محاورے میں اس کی بھی اجازت ہوتی ہے کہ خطاب کا صیغہ استعمال کیا جائے، لیکن اس سے مراد عموم ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ "تم مسلمانوں کا یہ حال ہے"۔ اسی طرح کسی معنی غیر محسوس کی صورت محسوسہ میں لے آنا بھی رائج ہے، جیسے درج ذیل آیات سے واضح ہوتا ہے:

الف: ... "واجلب علیھم بخیلک ورجلک"

(بنی اسرائیل ۶۴)

ترجمہ: "اور لے آ ان پر اپنے سوار اور پیادے"

ب... "بلغت القلوب الحناجر...."

(الاحزاب ۱۰)

ترجمہ:۔ "پہنچے دل گلوں تک۔"

یٰس... "وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا ..." (یٰس:۹)

ترجمہ:۔ "اور بنائی ہم نے ان کے آگے دیوار اور پیچھے دیوار"

ان آیتوں میں ایک غیر محسوس معنی کو صورت محسوسہ میں پیش فرمایا گیا ہے۔ وغیرذالک۔

کبھی کلام علی محاورات الخصم فرماتے ہیں، جیسے باطل معبودوں کو قرآن میں بھی "الٰہ" کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے جیسے:

"لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ..." (الانبیاء:۲۲)

ترجمہ:۔ "اگر ہوتے ان دونوں میں اور معبود سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہو جاتے۔"

کبھی تمسخر کے طریقے پر ذلیل کے لئے کوئی ایسا لفظ استعمال کرتے ہیں جو مشعر تعظیم ہو جیسے:

"ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ" (الدخان ۴۹)

ترجمہ:۔ "چکھ تو ہی ہے بڑا عزت والا سردار۔"

اس کی مثال ہماری زبان میں ایسی ہے جیسے کسی کو طنز کے انداز میں کہہ دیں۔ "آپ تو مرشد ہیں!"۔

دلائل القرآن:

ہر دعوے کے اثبات کے لئے قرآن مجید نے جو دلائل پیش کئے ہیں، ان

وہ چار قسم پر ہیں:

۱... محض عقلی۔

۲... عقلی مع تسلیم اعتراف من الخصم۔

۳... نقلی۔

۴... دلیل وحی۔

دلیل عقلی دو قسم پر ہے، آفاقی و انفسی۔ جیسا کہ علوم القرآن کے عنوان میں اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ مثال

"یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم
والذین من قبلکم ... الی قولہ... فلا تجعلوا للہ اندادا
وانتم تعلمون" (البقرۃ: ۲۱، ۲۲)

ترجمہ: "اے لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے... سو نہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے مقابل اور تم تو جانتے ہو"

دعویٰ اور حکم "اعبدوا ربکم" ہے، اور دلیل عقلی "الذی خلقکم" سے "من قبلکم" تک ہے، اور اس کے بعد نتیجے کے طور پر "فلا تجعلوا للہ اندادا ... الخ" فرمایا ہے۔ "اعبدوا ربکم" سے مراد اس دلیل کا ذکر ہے جو اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، اس لئے کہ خالقیت اور پھر زمین کو فرش بنانا اور آسمان کو چھت اور روشنی برسانا، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہیں۔ جب دلیل اللہ کے

ساتھ مختص ہے تو پھر دعویٰ اور حکم بھی اسی کے ساتھ مختص ہونا چاہئے، لہٰذا عبادت سے ایسی عبادت مراد ہوگی جس میں دوسرے کی ملاوٹ نہ ہو، اسی لئے فرمایا: "فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا"۔

قاعدہ ...رضی نے فرمایا کہ: جس دلیل کے شروع یا درمیان میں حصر ہو تو تمام دلیل اور اس کے متعلقات میں حصر ہوتا ہے، پھر اسی دلیل کے متعلق "کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا" فرمایا ہے۔

نقلی دلیل: وہ ہے جو کسی آسمانی کتاب یا کسی رسول یا ان کے ماننے والوں سے نقل کی گئی ہو، پھر یہ دلیل اجمالی ہوگی یا تفصیلی۔

دلیل نقلی اجمالی کی مثال سورۂ انبیاء میں ہے:

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ." (الانبیاء: ۲۵)

ترجمہ... "اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہی ہے کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے، سو میری بندگی کرو۔"

دلیل نقلی تفصیلی کی مثال یہ ہے:

"وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا. اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا." (مریم: ۴۱،۴۲)

ترجمہ... "اور مذکور کر کتاب میں ابراہیم کا، بے شک تھا وہ سچا نبی، جب کہا اپنے باپ کو اے باپ میرے! کیوں پوجتا

ہے، نہ اس کو جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ کام آئے تیرے کچھ۔"

دلیلِ نقلی از کتبِ سابقہ کی مثال یہ ہے:

"وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا۔" (بنی اسرائیل ۲)

ترجمہ...."اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور کیا اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے واسطے کہ نہ ٹھہراؤ میرے سوا کسی کو کارساز۔"

دلیلِ نقلی کتبِ سابقہ کے ماننے والوں کی مثال یہ ہے:

"اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ، اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ" (البقرہ ۱۲۱)

ترجمہ...."وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے اس کے پڑھنے کا وہی اس پر یقین لاتے ہیں۔"

دلیلِ نقلی از جنات کی مثال یہ ہے

"قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا۔ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ الخ۔" (الجن ۲،۱)

ترجمہ...."تو کہہ مجھ کو حکم آیا کہ سن گئے کتنے لوگ جنوں کے، پھر کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجیب کہ سمجھاتا ہے نیک راہ، سو ہم اس پر یقین لائے۔"

دلیلِ وحی اس کو کہتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں فرمادیں کہ میں ایک

واسطے سے کچھ نہیں کہتا، بلکہ حق تعالیٰ شانہ کا حکم بیان کرتا ہوں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کو جمہور تک پہنچادوں۔ اس کی مثالیں یہ ہیں:

الف... "قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ" (یونس:۱۵)

ترجمہ... "تو کہہ دے میرا کام نہیں کہ اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف سے، میں تابعداری کرتا ہوں اس کی جو حکم آئے میری طرف۔"

ب... "قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِيَ الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ" (المؤمن:۶۶)

ترجمہ... "تو کہہ مجھ کو منع کردیا گیا کہ پوجوں ان کو جن کو تم پکارتے ہو سوائے اللہ کے، جب پہنچ چکیں مجھ کو کھلی نشانیاں میرے رب سے اور مجھ کو حکم ہوا کہ تابع رہوں جہان کے پروردگار کے۔"

دلیل عقلی علی سبیل اعتراف الخصم: وہ ہے کہ جب منکرین کو مخاطب کرتے ہوئے بطور مقدمہ کے بیان کی جائے، اور اس کے ساتھ ان کے تسلیمی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے آخر میں ان کی طرف سے جواب مذکور ہو، جس کی مثال یہ ہے:

"قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ" (یونس:۳۱)

ترجمہ: ”تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے
اور زمین سے؟ یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا! اور کون
نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے؟ اور کون
تدبیر کرتا ہے کاموں کی؟ سو بول اٹھیں گے: اللہ!“

لفظ قرآن و کتاب:

جس سورت کی ابتدا میں ”قرآن“ کا لفظ آجائے تو اس سورت میں ایسا کوئی واقعہ ضرور ہوتا ہے جو پہلی کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔

جہاں ابتدا میں ”کتب“ کا لفظ ہو جیسے: ”تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم“ یا ”ذلک الکتب لا ریب فیہ“ تو اس سے مراد قرآن مجید ہوتا ہے، یا وحی سورت ہوتی ہے، جیسے سورۂ یونس، یوسف یا شعراء وغیرہ کی ابتدا میں: ”تلک ءایت الکتب“ آیا ہے، اور کبھی سورت کا دعویٰ مراد ہوتا ہے، جیسے ”حم مؤمن“ کی ابتدا میں: ”حم۔ تنزیل الکتب من اللہ العزیز العلیم“ آیا ہے، اس سے سورت کا دعویٰ مراد ہے۔ ”فادعوا اللہ مخلصین لہ الدین“۔

اگر ”کتب“ کا لفظ سورت کے درمیان آجائے اور وہاں اہل کتاب کا ذکر ہو تو وہاں اکثر کتب سابقہ مراد ہوں گی، جیسا کہ ”انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا“ میں ”الکتب“ سے مراد تورات و انجیل ہے۔

اگر ”کتب“ کی صفت ”مبرک“ یا ”مصدق“ آجائے تو اس سے قرآن مجید مراد ہوگا۔

اگر یہ دونوں (کتب و قرآن) کسی سورت کی ابتدا میں آجائیں، جیسے سورۂ الحجر میں ہے ”تلک ءایت الکتب وقرآن مبین“ اس جگہ کتاب سے مراد کتب سابقہ

ہیں، یعنی اس سورت میں ان مضامین کا بیان ہوگا جو کتب سابقہ میں ہیں۔

اور "قُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ" سے وہ مضامین مراد ہوں گے جو صرف قرآن کریم میں وارد ہوئے ہیں اور کتب سابقہ میں ان کا ذکر نہیں ہوا۔

"کتب" کا لفظ کبھی مجموعہ کتاب پر اطلاق ہوگا، جیسے: "ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ" اور کبھی قطعۃ من الآیات پر اطلاق ہوگا؛ جیسے کہ ارشاد الٰہی: "صُحُفًا مُّطَهَّرَةً. فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ"۔

ابتدا میں لفظ "مبین" ہو تو اکثر دلائل نقلیہ سورت میں مذکور ہوتے ہیں؛ اور اگر لفظ "حکیم" ہو تو اکثر دلائل عقلیہ، اور اگر دونوں ہوں تو ہر دو عقلیہ ونقلیہ دلائل ہوں گے۔

رُوح:

بعض جگہ "روح" سے مراد جسم والی روح ہوتی ہے، جس پر بدن کا دارو مدار ہے، جیسا کہ:

"وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ" (بنی اسرائیل:۸۵)

ترجمہ: "اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو، کہہ دے روح ہے میرے رب کے حکم سے۔"

اور بعض اوقات "روح" سے مراد جبریل علیہ السلام ہوتے ہیں، جیسا کہ: "بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (البقرہ:۸۷)، "نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ" (الشعراء:۱۹۳)، "تَنَزَّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا" (القدر:۴)، (ان آیات میں) "روح" سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، تیسری آیت میں تخصیص بعد تعمیم ہے۔

اور کبھی "روح" سے مراد قرآن مجید ہوتا ہے، جیسے کہ ارشاد الٰہی

"وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ ... الخ" (الشوریٰ:۵۲)

ترجمہ:... "اور اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے، تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور ایمان۔"

اور کبھی "روح" سے توحید مراد ہوتی ہے، جیسے ارشاد الٰہی:

"يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ." (النحل:۲)

ترجمہ:... "اتارتا ہے فرشتوں کو بھید دے کر اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں کہ خبردار کردو کہ کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو مجھ سے ڈرو۔"

تخویف و تبشیر:

احکام کی تعمیل کرانے کے لئے خدا تعالیٰ کی گرفت سے ڈرایا جاتا ہے، اس کو "تخویف" کہتے ہیں، یا تو یہ دنیاوی گرفت ہوتی ہے، جیسا کہ:

"وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا." (مریم:۹۸)

ترجمہ:... "اور ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتیں تباہ کیں، کیا آپ ان میں سے کسی کے متعلق محسوس کرتے ہیں یا ان کی کچھ آہٹ سنتے ہیں؟"

یا تخویف اُخروی ہوتی ہے، جیسے

اور بھی

"فاصبر على ما يقولون وسبح بحمد ربك"

(طٰہٰ ۱۳۰)

ترجمہ... "سو تو سہتا رہ جو وہ کہیں اور پڑھتا رہ خوبیاں

اپنے رب کی"

اور بھی ان الفاظ سے تسلی فرماتے ہیں

"ولا تحزن عليهم ولا تك في ضيق مما

يمكرون" (النحل ۱۲۷)

ترجمہ... "اور ان پر غم نہ کھا اور تنگ مت ہو ان کے

فریب سے"

اور بھی اس طرح:

"ولقد آتيناك سبعا من المثاني والقرآن

العظيم" (الحجر ۸۷)

ترجمہ... "اور ہم نے دی ہیں تجھ کو سات آیتیں وظیفہ

اور قرآن بڑے درجے کا"

وغیرہ ذالک۔

جباریت:

جب انسان گناہ و کفر سے بار بار روکنے کے باوجود باز نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ

اپنی قدرت کاملہ سے اس بندے سے ہدایت و ایمان کی طاقت بطور سزا کے سلب

کر لیتا ہے جیسے:

(اور نہیں گمراہ کرتا اس سے مگر نافرمانوں کو جو توڑتے اللہ کا قرار اس کو پختہ کرنے کے بعد)۔

دفع شبہ

کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ پھر ایسوں کو تبلیغ عبث اور بے فائدہ ہے، پھر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی آیتوں کے نزول کے بعد کیوں تبلیغ فرماتے رہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ عبث اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو، یہاں اگرچہ ایسے لوگوں کو فائدہ نہیں ہوتا تھا، لیکن حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنے پیغام کا ثواب ضرور ملے گا، نیز ان کا اختیار بھی تو سلب نہیں کیا گیا، اور تبلیغ اس لئے بھی کی:

"لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ" (النساء: ۱۶۵)

ترجمہ... "تاکہ باقی نہ رہے لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع رسولوں کے بعد"

تاکہ لوگ نہ ماننے والے کل قیامت کو یوں نہ کہہ سکیں کہ:

"لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَىٰ" (طٰہٰ: ۱۳۴)

"تونے کیوں نہ ہماری طرف رسول بھیجا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیری کتاب پر عمل کرتے؟"

اس کے علاوہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے آیت "ختم اللہ علی قلوبھم" پر بیان القرآن میں ایک نفیس تقریر فرمائی ہے، وہاں دیکھیں۔

صرف نا نقل کیا ہے کہ: "لا تصدقوا اھل الکتب ولا تکذبوھم"۔

لہٰذا وہی قصے کا حصہ معتبر ہوگا جو نقادِ حدیث نے صحیح تسلیم کیا ہو، جیسے تفسیر ابن کثیر نے ہر قصے کی اچھی طرح چھان بین فرمائی ہے۔

تخصیصِ عام:

تخصیصِ عام یا تقییدِ مطلق، یہ دونوں اصطلاحات تقریباً ہم معنی ہیں، قرآن کریم میں بہت سی آیات عام سے خاص یا مطلق سے مقید کی گئی ہیں، علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں متعلقہ آیات کے ماتحت ان کی وضاحت فرمائی ہے۔

تعمیمِ خاص:

قرآن مجید میں بعض اوصاف سعادت اور شقاوت کو ایک ذات کی طرف منسوب کرکے بیان کیا گیا ہے، حالانکہ اس جگہ کوئی شخص معین مراد نہیں ہوتا، بلکہ صرف ان اوصاف کے حسن و قبح کا اظہار مقصود ہوتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

"وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا" (الاحقاف:15)

ترجمہ: "اور ہم نے حکم کیا انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا، پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے۔"

پھر دو صورتیں ذکر فرمائیں، ایک سعید کی اور ایک شقی کی مثال۔

۱۔ "ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً" (النحل:112)

ترجمہ... "[illegible]

اچھی ہے۔"

اس سے بھی کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے۔ اسی طرح:

۲... "هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ" (اعراف ۱۸۹)

ترجمہ... "وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا تاکہ اس کے پاس آرام پکڑے۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا حمل رہا ہلکا سا حمل تو چلتی پھرتی رہی اس کے ساتھ۔"

اس آیت میں بھی "فلما تغشاها" سے (ایک قول کے مطابق کوئی خاص آدمی مراد نہیں ہے، ورنہ دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں)۔

اسی طرح:

۳... "وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ" (القلم ۱۰)

ترجمہ... "اور تو کہا مت مان کسی قسمیں کھانے والے بے قدر کا۔"

اس سے بھی ایک قول کی بنا پر کوئی خاص آدمی مراد نہیں ہے، جس کسی میں بھی یہ خصلت موجود ہوگی، وہ اس کا مصداق ہوگا۔ اسی طرح:

۴... "كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ" (البقرہ ۲۶۱)

ترجمہ... "جیسے ایک دانہ اس سے اُگیں سات بالیں
ہر ہر بال میں سو سو دانے"۔
بطور مثال کے بیان فرمایا ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسا خوشہ ملے، وغیرہ ذالک۔

دفع الوہم:

کبھی بعنوان سوال و جواب شبہ ظاہر الورود کو دفع کیا جاتا ہے۔
یا سوال قریب الفہم کا جواب دیا جاتا ہے، کلام سابق کی وضاحت کے لئے،
نہ اس لئے کہ اس وقت کسی نے سوال کیا تھا، جیسے محاب کرامؓ بھی سوال کو فرض کر کے اس
کا جواب دیتے ہیں، اور مطلب کو صورت سوال و جواب میں پیش کرتے ہیں۔
اور کبھی معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے کہ بظاہر کلام کو دیکھنے سے کوئی سوال و
جواب معلوم نہیں ہوتا، بلکہ ایک ہی مربوط کلام معلوم ہوتا ہے، لیکن واقعہ میں اس جگہ
کسی ایسے سوال کا جواب مذکور ہوتا ہے جو حضرات صحابہؓ کی طرف سے کیا گیا تھا، جیسے:
"لَا يَسْتَوِي الْقَـٰعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي
الضَّرَرِ وَالْمُجَـٰهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ۔"
(النساء:۹۵)
ترجمہ... "برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو
کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں
اپنے مال اور جان سے۔"
میں "غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ" کی قید کا نزول چونکہ حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے
سوال پر بطور جواب کے ہوا ہے، جس سے اندھے، لنگڑے، لولے وغیرہ کا جواب
مل گیا، یہی ان کا سوال تھا۔

اور کبھی آیت میں کسی دوسری آیت کے تناقض یا مصداق آیت سے بظاہر شبہ نظر آتا ہے، اس کا حل مفسر بیان فرمادیتا ہے، اس حل کو توجیہ کہتے ہیں، جیسے: "یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ" کے بارے میں سوال کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے درمیان بہت مدت تھی، تو حضرت مریم، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی بہن کیسے ہوگئیں؟ گویا سائل دل میں یہ سوال چھپائے رکھتا تھا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بنی اسرائیل پہلی اولاد کے نام گزشتہ صالحین کے نام پر رکھا کرتے تھے"

قرآن مجید میں بعض جگہ حذف اقتضا یا ابدال، مجاز اور استعارہ وغیرہ ہوا کرتا ہے، اس سلسلے کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں تاکہ بصیرت ہو:

حذف:

۱۔۔۔ حذف یا تو مضاف کا ہوگا، جیسے:

"لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ....." (البقرۃ:۱۷۷)

یعنی "وَلٰكِنَّ الْبِرَّ بِرُّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ"۔

اسی طرح "وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ" (البقرۃ:۹۳)، ای: "حُبَّ الْعِجْلِ"۔

اسی طرح: "ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ" (بنی اسرائیل ۷۵)، ای "ضِعْفَ عَذَابِ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ عَذَابِ الْمَمَاتِ"۔

۲۔۔۔ یا حذف موصوف کا ہوگا، جیسے: "وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً" (بنی اسرائیل ۵۹) یعنی "اٰیَةً مُبْصِرَةً"۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ اونٹنی بینا تھی اور نابینا نہیں تھی۔

۳... یا حرف جر کا حذف ہوتا ہے، جیسے: "وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ" (الاعراف:۱۵۵) ای: "مِنْ قَوْمِهِ"۔

۴... یا فعل کا حذف ہوتا ہے، جیسے: "مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ" (الزمر:۳)، ای: "یَقُولُونَ"۔

۵... یا مفعول کا حذف ہوتا ہے، جیسے: "إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ" (الاعراف:۱۵۲)، ای: "اتَّخَذُوا الْعِجْلَ إِلٰهًا"۔

۶... یا معطوف کا حذف ہوتا ہے، جیسے: "تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ" (الصافات:۲۸)، ای: "عَنِ الْيَمِينِ وَالشِّمَالِ"، وغیر ذالک۔

ابدال:

کبھی ایک فعل کو دوسرے فعل کی جگہ کسی غرض کے لئے نقل کرتے ہیں، جیسے: "أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ" (الانبیاء:۳۶)، ای: "يَسُبُّ آلِهَتَكُمْ"، "یَسُبُّ" کی جگہ "یَذْکُرُ" لایا گیا ہے۔ اسی قبیل سے یہ قول بھی ہے کہ "فلاں کے دشمنوں کے ساتھ یہ کیا گیا" اصل میں یہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ کیا گیا، ادب کی بنا پر اس کا نام نہیں لیا گیا۔

اسی طرح: "وَلَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُونَ" (الانبیاء:۴۳)، ای: "لَا يُنْصَرُونَ"، چونکہ نصرت بغیر اجتماع اور صحبت کے ممکن نہیں، اس لئے "لَا يُنْصَرُونَ" کی جگہ "لَا يُصْحَبُونَ" فرما دیا۔

اسی طرح "ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" (الاعراف:۱۸۷)، ای: خَفِيَتْ۔

کبھی شبہ فعل میں ابدال ہوتا ہے، جیسے: "فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ" (الشعراء:۴)، حالانکہ بجائے "خَاضِعِينَ" کے "خَاضِعَاتٍ" کہنا چاہئے تھا، کیونکہ

"الاعناق" مؤنث ہے، مگر جب اعناق سے مراد بڑے لوگ لیا گیا یعنی "وہ لوگ" تو
ان کے لئے "خاضعین" جمع مذکر کا صیغہ لانا لیاقت کے مطابق ہو گیا۔

اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق فرمایا "وكانت من القانتين"
(التحریم ۱۲) یعنی ان میں مردوں جیسی صفات تھیں۔

اور کبھی حرف کا ابدال ہوتا ہے، جیسے: "ولأصلبنكم في جذوع النخل"
(طہ ۷۱)، ای: "على جذوع النخل"۔

اور "فسيروا في الأرض" (النحل ۳۶)، ای: "على الأرض"۔ اس میں نکتہ
یہ ہے کہ حرف میں مجازاً اکثر تضمین کے لئے ہوتا ہے کہ ایک لفظ میں دوسرے لفظ
کے معنی ضمناً آجاتے ہیں۔

اسی طرح کبھی مستقبل کو ضروری الوقوع ہونے کے سبب ماضی کے لفظ سے
تعبیر کرتے ہیں، جیسے: "ونفخ في الصور" (الزمر ۶۸)، اور "وسيق الذين كفروا
إلى جهنم زمرا" (الزمر ۷۱)۔

اور کبھی حالت تعجب کو جملہ دعائیہ سے تعبیر کرتے ہیں: "قتل الإنسان ما
أكفره" (عبس ۱۷)، "تبت يدا أبي لهب وتب"۔

اور کبھی کسی بات کو مخاطب کے علم کے مطابق ظنی و تشکیکی الفاظ سے تعبیر
کرتے ہیں، جیسے: "مائة ألف أو يزيدون" (الصافات ۱۴۷)، "وإنا أو إياكم لعلى
هدى أو في ضلال مبين" (سبأ ۲۴)۔

کبھی ایک جملے کے بجائے دوسرے جملے کو لاتے ہیں، جیسے: "وإن
تخالطوهم فإخوانكم" (البقرہ ۲۲۰)، ای: "وإن تخالطوهم لا بأس بذلك" اور
"إن يسرق فقد سرق أخ له من قبل" (یوسف ۷۷)، ای: "إن يسرق فلا عجب
فقد سرق ... الخ"۔

کبھی اصل کلام میں تنکیر ہوتی ہے۔ مگر لام یا اضافت سے لے آتے ہیں اور تنکیر بدستور باقی رہتی ہے، جیسے: "قِيْلِهٖ يٰرَبِّ" (الزخرف:۸۸)، ای: "قِيْلٍ لَهٗ يٰرَبِّ"، اختصار کی وجہ سے "قِيْلِهٖ" فرمایا۔ "لَحَقُّ الْيَقِيْنِ" (الواقعۃ:۹۵)، ای: "حَقٌّ يَقِيْنٌ"، بوجہ اختصار اضافت کر دی گئی۔

کبھی مذکر کے بجائے مؤنث اور مؤنث کے بجائے مذکر کو لاتے ہیں، اور مفرد کی جگہ تثنیہ و جمع یا بالعکس لے آتے ہیں، جیسے: "فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ" (الانعام:۷۸)، نیز فرمایا گیا: "وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا" (التوبۃ:۶۹)۔

اسی طرح احادیث میں کثرت سے یہ جملہ آتا ہے: "اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ"۔

کبھی مخاطب کی جگہ غائب اور غائب کی جگہ مخاطب آتا ہے، جیسے: "حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ" (یونس:۲۲)۔

اور کبھی جملہ خبریہ کی جگہ جملہ انشائیہ آتا ہے یا اس کے برعکس، جیسے: "هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا" (الملک:۱۵)، ای: "تَمْشُوْنَ"۔

اور کبھی اعراب میں بجائے "و" کے "ی" آتی ہے، جیسے: "وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ" (النساء:۱۶۲)، "مُقِيْمِيْنَ" بجائے "مُقِيْمُوْنَ" لایا گیا ہے۔

لیکن آج کے بعض علماء، سیبویہ وغیرہ کے قواعد صرف و نحو اتنا صحیح سمجھتے ہیں کہ آیت کو کھینچ تان کر ان کے مطابق کرنا ضروری جانتے ہیں، اور یہ نہیں سمجھتے کہ اہل زبان کا محاورہ اسی طرح ہے، اور یہ صحیح ہے۔

علاوہ ازیں قواعد کی صحت کا مدار قرآن پر ہے نہ کہ قرآن کا مدار صرف و نحو پر، نیز قرآن عرب اوّل کی لغت پر نازل ہوا، اس میں یہ قیود کم ہیں، "اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ" (طٰہٰ:۶۳) اسی لغت پر ہے جس کی تاویل کی ضرورت نہیں، فافہم!

مجاز:

اسم کا ایک معنی ہوگا یا زائد، اگر ایک معنی ہے اور وہ معنی مشخص بھی ہے تو اس کو علم کہتے ہیں۔

اگر معنی مشخص نہیں بلکہ عام ہے تو وہ "کلی" ہے، جیسے "انسان"۔

پھر اگر وہ سب افراد میں برابر ہے تو اس کو "متواطی" کہتے ہیں۔

اگر تفاوت ہے تو اس کو "مشکک" کہتے ہیں، جیسے "سیاہ" کا لفظ جس کے افراد مساوی نہیں، کیونکہ سیاہی کہیں کم ہوتی ہے اور کہیں زیادہ۔

پھر اگر اس کے معنی متعدد ہوں تو اگر سب کے لئے برابر وضع کیا گیا ہے تو اس کو "مشترک" کہتے ہیں، جیسے "عین" کا لفظ ہے۔

اگر سب کے لئے برابر وضع نہیں کیا گیا ہے تو پھر اگر پہلا وضعی معنی متروک ہو گیا ہے اور دوسرے معنی میں مستعمل ہونے لگ گیا ہے تو اس کو "منقول" کہتے ہیں۔

اور اگر ناقل عرف ہے تو اس کو "منقول عرفی" کہتے ہیں، جیسے عربی میں لفظ "دابہ" ہر ایک زمین پر چلنے والے کے لئے موضوع تھا، پھر عرف عام میں خاص چوپائے کے لئے مستعمل ہونے لگا۔

اور اگر ناقل شرع ہے تو اس کو "منقول شرعی" کہتے ہیں، جیسے کہ لفظ "صلوٰۃ" خاص دعا کے واسطے موضوع تھا، پھر ارکانِ مخصوصہ میں مستعمل ہونے لگ گیا، اسی طرح "زکوٰۃ"، "صوم" وغیرہ۔

اگر ناقل کوئی گروہ خاص ہے تو اس کو منقول اصطلاحی کہتے ہیں، جیسے نحویوں کے نزدیک کلمہ و کلام۔

اور اگر پہلے معنی متروک نہیں ہوئے تو اول معنی میں اس کو حقیقت اور

دوسرے معنی میں مجاز کہتے ہیں، جیسے لفظ ''شیر'' کو واضع نے اس کو درندے کے لئے وضع کیا تھا، مگر ''بہادر'' کو بھی شیر کہنے لگے، تو ''بہادر'' پر اس کا اطلاق مجازی ہے اور درندہ پر حقیقی۔

دو کلمے اگر ایک معنی رکھتے ہیں تو ان کو ''مترادف'' کہتے ہیں، جیسے: ''مطر'' و ''غیث''۔

اور اگر ہر ایک کا معنی جداگانہ ہو تو ان کو مباین کہتے ہیں، جیسے: حجر، شجر، بقر، بکر، وغیرہ۔

یاد رکھنا چاہیے کہ لفظ کو اس کے اصلی معنی چھوڑ کر دوسرے معنی پر اطلاق کرنا بغیر کسی علاقے کے درست نہیں، علماء نے اس قسم کے چوبیس علاقے قرار دیے ہیں: مشابہت، سبب و مسبب، لازمیت و ملزومیت، تقیید اور اطلاق وغیرہ، ان میں سے صرف ایک علاقہ مشابہت کے سبب اگر ایک لفظ، دوسرے لفظ کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے تو اس کو ''استعارہ'' کہتے ہیں، باقی اور علاقوں میں مجاز مرسل۔

استعارہ:

استعارہ بھی مجاز کی ایک قسم ہے، جس میں علاقہ تشبیہ پایا جاتا ہے، مگر حرف تشبیہ ظاہر میں مذکور نہیں ہوتا، جیسے ''شیر'' بول کر ''بہادر'' مراد لینا مجاز ہے، جب کسی مقام پر لفظ کے حقیقی معنی درست نہ ہو سکیں تب مجازی معنی مراد لئے جاتے ہیں، اور بغیر قرینے کے مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں ہے۔

استعارہ میں تین چیزیں ہوتی ہیں:

۱...''مستعار'' اس لفظ کو کہتے ہیں جو دوسرے معنی کے لئے مانگا گیا ہو۔

۲...''مستعار منہ'' وہ معنی حقیقی ہے جس سے لفظ مانگا گیا ہے، یعنی مشبہ بہ۔

اس کے معنی ہیں۔ ایک لفظ بول کر اس کے معنی کا لازم مراد لینا، جہاں پر اصل معنی مراد لینا بھی ممکن ہے، جیسے: "بل یداہ مبسوطتان" (المائدۃ ۶۴) کنایہ ہے بہت دینے والے سے، "الرحمٰن علی العرش استوی" (طٰہٰ ۵) کنایہ ہے تسلط شاہی سے کہ وہ شاہی تخت پر ہے اور ہر چیز کا مالک ہے، سب کچھ اسی کے حکم سے ہو رہا ہے۔

بیانِ صفاتِ خداوندی کے بارے میں اصل بات یہ ہے کہ جس ذات کی مثل کوئی چیز نہ ہو، نہ وہ ممکنات میں داخل ہو نہ محسوسات میں، نہ اس کی طرف ادراک خیال پہنچ سکے، نہ طائرِ وہم کی اس تک پرواز ہو تو اس ذاتِ بابرکات کی تصویر بندوں کے سامنے کھینچی جائے تو کیسے؟ ناممکن ہے! اس لئے ایسے مواقع میں وہی الفاظ لائے جاتے ہیں جو کہ انسان کے تصور و عقل میں آسکیں، اور اس کے ساتھ "لیس کمثلہ شیء" (الشوریٰ ۱۱) سب جسمانیت کی نفی کر رہی ہے، لہٰذا بیانِ مقصود کے لئے ایسے الفاظ اختیار فرمائے جو مانوس و متعارف ہوں اور ادراکِ انسانی میں آسکتے ہوں، اور ان کے ساتھ ساتھ پر شوکت بھی ہوں، ورنہ جاتے قرآن کے انکار، اور ہوتے آنس و محبت کے وحشت و حیرت ہوتی، چنانچہ فرمایا:

"ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیۃ"

(الحاقۃ ۱۷)

یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ قیامت کے روز جب وہ تختِ عدالت پر جلوس فرمائے گا تو کس شان و شوکت سے ظہور کرے گا۔ "بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء" (المائدۃ ۶۴) کنایہ ہے اعطائے عام و تام و دائم سے، اسی طرح "ید اللہ"، "وجہ اللہ"، "یوم یکشف عن ساق" (القلم ۴۲)، "والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ" (الزمر ۶۷) یہ سب کنایات اور استعارات ہیں، وجہ کے معنی اس کی ذات اور قہر و قدرت کے ہیں، اور "ساق" کنایہ ہے شدت سے، اسی طرح "بالغرض

اللہ" اِستعارہ ہے اتفاق بالکلوں سے۔

اسی طرح بطور مشاکلت کے جزا کو ان کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

"وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ" (آل عمران:۵۴)، "اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ" (البقرہ:۱۵) اور "اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا" (الطارق:۱۶) یہ سزا کے اِستعارات ہیں، حالانکہ بدی کی سزا بدی نہیں ہوتی مگر بطور مشاکلت کے فرمادیا۔

اسی طرح: "لَامَسْتُمُ" فرماکر "جَامَعْتُمْ" مراد لیا، کیونکہ تصریح خلافِ تہذیب ہے، "اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا"، "اِحصانِ فرج" کے لغوی معنی حفاظتِ گریبان کے ہیں، یعنی اپنے دامن کو محکم و محفوظ رکھا، مگر مراد ستر خاص ہے، هكذا في الاتقان۔

اور بعض مواقع پر خطاب عام ہوتا ہے اور لفظ خاص، گویا لفظِ خاص کنایہ ہے عام مخاطب سے، مثلاً:

"لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ" (الزمر:۶۵)

اسی طرح تعریض کے موقع پر بھی بولا جاتا ہے، مثلاً: "هٰذَا رَبِّيْ" اس سے مخاطبوں پر تعریض مقصود تھی کہ تمہارا معبود ہے، میرا نہیں، یا ہمزۂ استفہام محذوف ہے: "اَهٰذَا رَبِّيْ" وغیرہ۔

ثُمَّ:

لفظِ "ثُمَّ" کا استعمال تین طرح سے آتا ہے:

۱:... بطور تراخیِ زمان کے، جیسے: "جَاءَ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو" یعنی عمرو، زید کے بعد آیا اور دیر سے آیا۔

۲:... بطور استبعاد کے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ماقبل کی موجودگی میں اس کے مابعد کا ہونا بعید از عقل ہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ"

(الانعام:۱)

ترجمہ...''سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے
پیدا کئے آسمان اور زمین اور بنایا اندھیرا اور اُجالا، پھر یہ کافر
اپنے رب کے ساتھ اوروں کو برابر کردیتے ہیں۔''

یہاں ''ثم'' استبعاد کے لئے ہے، یعنی اللہ تعالیٰ جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اس کی موجودگی میں مشرکین کا اپنے بزرگوں یا درختوں اور قبروں یا بتوں کو اپنے رب سے محبت و تعظیم میں برابر کرنا بعید از عقل ہے۔

۳...بطور تعقیبِ ذکری، یعنی یہ کہ اس کا مابعد صرف ذکر میں اس کے ماقبل سے پیچھے ہے، خواہ وہ واقع میں اس سے مقدم کیوں نہ ہو؟ جیسے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ" (الاعراف:۱۱)

ترجمہ...''اور ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر صورتیں بنائیں
تمہاری، پھر حکم کیا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو۔''

اس مقام پر ''ثم'' تعقیبِ ذکری کے لئے ہے، معنی یوں ہوں گے:

''البتہ ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر ہم ہی نے تمہیں
صورتیں دیں، پھر یہ بات بھی سن لو کہ ہم ہی نے فرشتوں سے کہا
تھا کہ (حضرت) آدم (علیہ السلام) کے آگے سجدہ کرو۔''

ظاہر ہے کہ ہماری پیدائش وغیرہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے کہیں مؤخر ہے، یہ معنی اسی صورت میں ہوں گے جبکہ ''خلقنٰکم'' وغیرہ کو اس

کے حقیقی معنوں پر محمول کیا جائے، اور اگر تجوز اس سے آدم علیہ السلام کی پیدائش مراد لی جائے تو تشبیہ ذکری وغیرہ کہنے کی حاجت نہیں رہتی۔

ما:

لفظ "ما" سے کبھی مسئلہ توحید مراد ہوتا ہے، جیسے:

"اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَاۗءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۔" (حٰمٓ السجدۃ: ۱۴)

ترجمہ... "جب آئے ان کے پاس رسول آگے سے اور پیچھے سے کہ نہ پوجو کسی کو سوائے اللہ کے، کہنے لگے: اگر ہمارا رب چاہتا تو بھیجتا فرشتے، سو ہم تمہارا لایا ہوا نہیں مانتے۔"

یہاں مراد وہی قولِ رسول "اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ" ہے۔

اسی طرح:

"اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۔" (حٰمٓ المؤمن: ۷۰)

ترجمہ... "اور جنہوں نے کتاب کو اور اس چیز کو جس کے ساتھ ہم نے رسولوں کو بھیجا، جھٹلایا، وہ قریب ہی جان لیں گے۔"

اس جگہ بھی "مـــا" سے مراد مسئلہ توحید ہی ہے، اس لئے کہ دوسری آیت میں یہ ہے کہ:

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ

اس کے معنی "پختہ بات" کے بھی کئے ہیں، یعنی یہ بات پختہ ہے، خواہ اس میں حصر والے معنی بھی آجائیں یا نہ آئیں، جیسے:

"لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ" (الحجر:۱۵)

ترجمہ... "تو بھی یہی کہیں گے کہ باندھ دیا ہے ہماری نگاہ کو، نہیں! بلکہ ہم لوگوں پر جادو ہوا ہے۔"

اس جگہ حصر کے معنی نہیں ہیں۔ اسی طرح

"اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ ..... الخ" (النحل:۱۵)

ترجمہ... "اللہ نے تو یہی حرام کیا ہے تم پر مردار اور لہو اور سور کا گوشت۔"

میں بھی حصر کے معنی نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ محرمات ان کے سوا اور بھی ہیں، اور "اِنَّمَا" کے معنی لئے جائیں تو بہت سے جوابات کی ضرورت پڑتی ہے، اور پختہ بات والے معنی پر سوال بھی مشکل سے ہو سکتا ہے۔

اِذْ:

"اِذْ" ظرفیہ ہوتا ہے، اس کا مضاف الیہ اس کے بعد متصل کا جملہ ہوتا ہے، اور بعض مفسرین نے "اِذْ" کا عامل اس سے پہلے "اُذْكُرْ" محذوف مانا ہے، اب اس کے لئے مفعول بہ کی ضرورت پڑی، کیونکہ "اذکر" متعدی ہے، لہٰذا بعض "اذکر" کے بعد "القصۃ" کو محذوف مانتے ہیں، جس کے معنی یہ ہوئے کہ "اذکر القصۃ" الی آخرہ، یعنی فلاں قصہ کو ملاحظہ فرمائیے، نہ یہ کہ قصہ پیچھے سے معلوم ہوتا ہے۔ غور

تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر۔"

کے معنی یوں ہوں گے کہ ہم نے تمہیں ایسی برگزیدہ اور عمدہ امت بنایا جیسے کہ کسی عمدہ نوجوان کو دیکھ کر کہا جاتا ہے کہ نوجوان ایسے ہوتے ہیں۔

"وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا" (الرعد:۳۷)

"یعنی ہم نے اسی پر ایسا باکمال حکم عربی نازل کیا۔"

اَلَمْ تَرَ:

"السم تر" کبھی ابتدائے کلام میں آتا ہے اور کبھی درمیان میں۔ اگر ابتدا میں آئے تو رؤیت قلبی مراد ہوگی یا رؤیت بصری۔ اگر رؤیت قلبی مراد ہوگی تو معنی یوں ہوں گے: "کیا تو نے نہیں جانا؟" یعنی اب جان لے!" جیسے:

"اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ"

ترجمہ: "کیا تو نے نہ دیکھا کیا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ۔"

اگر رؤیت بصری مراد ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ "کیا تو نے نہیں دیکھا اور نہیں سنا؟ اگر نہیں دیکھا اور نہیں سنا تو اب دیکھ اور سن لے!" جیسا کہ بخاری باب "ما يدعيه الرجلان كيف الحكم فيه" میں ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلَمْ تَرَيْ اَنَّ مُجَزِّزًا نَظَرَ اٰنِفًا اِلٰى زَيْدٍ ..... الخ۔"

لوگ زید رضی اللہ عنہ کے نسب پر کچھ طعن کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے باپ کا فرمایا تھا۔ اور مجزز قیافہ شناس تھے، علامات دیکھ کر معلوم

کر لیتا تھا کہ یہ شخص اپنے باپ کا ہے یا نہیں؟ مجزز نے دونوں کے پاؤں دیکھ کر کہا: "ان هذه الاقدام بعضها من بعض." اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: "ان مجززا نظر انفا الی زید" یعنی یوں ہوں گے کہ: "اے عائشہ! تو نے نہیں دیکھا اور نہیں سنا تو اب مجھ سے سن لے کہ مجزز نے ابھی زید کی طرف دیکھا"۔

اور اگر "الم تر" کلام کے درمیان میں آئے تو اکثر اس کا مابعد ماقبل سے مربوط نظر نہیں آتا، بلکہ اصل مقصود سے مربوط ہوتا ہے، جیسے کہ:

"اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ..... الخ " (البقرۃ:۲۴۳)

ترجمہ:... "کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے۔"

اس کے ماقبل میں طلاق اور عدت کا ذکر ہے اور مابعد میں جہاد کا ذکر ہے، بظاہر یہاں ربط و ارتباط نظر نہیں آتی، تو عرض یہ ہے کہ چند رکوع ماقبل میں اصل مقصود مسئلہ جہاد "وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ" (البقرۃ:۱۹۰) تھا، درمیان میں چند امورِ متعلقہ اصلاح کے لئے شروع کر دیئے، پھر "الم تر" سے اصل مقصد جہاد کی طرف رُجوع کیا گیا ہے۔

اِلَّا:

رضی میں ہے کہ "اِلَّا" بوقتِ استثنائے منقطع "لٰکن" کے معنی میں ہوتا ہے، جس کے اسم و خبر کبھی مذکور ہوتے ہیں اور کبھی محذوف، مذکور کی مثال یہ ہے:

"عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ

"إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا" (الجن: ۲۶، ۲۷)

ترجمہ... "غیب کا جاننے والا ہے، اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا، لیکن رسول کے آگے پیچھے فرشتوں کو نگہبان بنا کر چلا دیتا ہے۔"

بہتر یہ ہے کہ "اِلَّا" اس مقام پر بمعنی "لٰکِنْ" ہو اور "مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ" اس کا اسم اور "فَإِنَّهُ يَسْلُكُ" خبر۔ مستثنیٰ منقطع باعتبار مضمون کے ماقبل سے جدا ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے اس جگہ مستثنیٰ منقطع قرار دیا ہے، اور بعض نے مستثنیٰ متصل فرمایا ہے۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ:

ایسے جملے کے متعلق تین قول ہیں:

۱... واؤ ہر جگہ عطف کے لئے نہیں ہوتی، بلکہ کبھی تاکید و صفت کے لئے بھی ہوتی ہے، اور "وَكُنتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً" (واقعہ: ۷)، "وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا" (الزمر: ۷۳)، "وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ" (آل عمران: ۱۴۱)، "وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ" (آل عمران: ۱۴۰) وغیرہ میں واؤ زائد ہے۔

۲... کبھی واؤ موصوف صفت کے درمیان بھی آتی ہے، موصوف وصفت میں جو اتصال ہوتا ہے اس کی تاکید کے لئے، جیسے قولہ تعالیٰ:

"إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ" (انفال: ۴۹)

ترجمہ... "جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے۔"

اور بیضاویؒ نے فرمایا کہ: وہ شخص اس کے ہے جیسا کہ "اذوقت بسـرنـبـه وصـاحبـک" (ترجمہ "صـاحبـک" سے مراد وہی نبی ہے) اس میں بھی یہ شخص اتصال کی تاکید کے لئے ہے عطف کے لئے نہیں۔

۳: شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے "ولیعلم" میں واؤ کو عاطفہ قرار دیا ہے، اور معطوف پہلے جملے کا مضمون فرمایا ہے۔ اور بعض کے نزدیک معطوف علیہ محذوف ہوتا ہے جس کا تعین موقع اور محل کی مناسبت سے کیا جا سکتا ہے۔

فائدہ:... "لیعلم اللہ" "لنعلم" "حتی نعلم" "لنبلونکم" اور "لما یعلم اللہ" وغیرہ قرآن مجید میں مذکور ہیں ان سب سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ ان اشیاء کا علم بعد میں ہوا ہو، ان چیزوں کے وجود سے پہلے علم نہ تھا، حالانکہ اس کا علم ہر چیز کے ساتھ قدیم ہے: "کان اللہ بکل شیء علیما" اس کے علماء نے کئی طرح سے جواب دیئے ہیں

بعض نے علم سے تمییز اور جدا جدا کر دینا مراد لیا ہے۔

اور بعض نے امتحان کے معنی کئے ہیں۔

اور کسی نے علم کو بمعنی رؤیت لیا ہے۔

اور کسی نے مستقبل کو بمعنی ماضی فرمایا ہے۔

اور بعض نے حدوث علم کو پیغمبر اور مومنین کی طرف راجع کیا یا مخاطبین کی طرف لوٹایا۔

بعض اکابر محققین نے علم حالی، جو معلوم کے وجود کے بعد متحقق ہوتا ہے، مراد لیا ہے، جس پر جزاء و سزا، مدح و مذمت مرتب ہوتی ہے، اور اسی کو بعض محققین نے پسند فرمایا ہے۔

بعض علماء نے دو باتیں نہایت دقیق بیان فرمائی ہیں:

پہلی بات یہ ہے کہ حسب ارشاد باری تعالیٰ:

"وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا" (الطلاق ۱۲)

تمام چیزیں اول سے آخر تک حقیر و عظیم، قلیل و کثیر خدا کے سامنے ہیں اور سب کا علم اس کو ایک ساتھ ہے، اس کے علم میں تقدم و تاخر ہرگز نہیں، مگر آپس میں ایک دوسرے کی نسبت بے شک مقدم و موخر کی جائیں گی، سو علم خداوندی کے اعتبار سے تو سب کی سب بمنزلہ شے واحد موجود کے ہیں، اس لئے وہاں ماضی، حال اور مستقبل نکالنا بالکل غلط ہے، البتہ تقدم و تاخر باہمی کی وجہ سے یہ تینوں زمانے بالبداہت نکلیں گے، سو جناب باری تعالیٰ نے کبھی تو ان اشیاء کے تقدم و تاخر کا لحاظ فرما کر کلام فرمایا ہے، اور کبھی اپنے علم کے مناسب کلام فرمایا ہے، پس اول صورت کا لحاظ رکھتے ہوئے ماضی کی جگہ ماضی، حال کی جگہ حال اور استقبال کی جگہ استقبال کا صیغہ ذکر فرمایا، اور دوسری صورت کا لحاظ رکھتے ہوئے ماضی اور حال کے صیغے تو استعمال ہو سکتے ہیں، لیکن استقبال کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، پس جہاں کہیں وقائع مستقبلہ کو ماضی کے الفاظ سے فرمایا، جیسے: "وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ" وغیرہ تو وہاں اس کا لحاظ ہے کہ سب اشیاء حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہیں، اور جہاں امور گزشتہ کو صیغہ استقبال سے بیان فرمایا، جیسے آیت: "اِلَّا لِنَعْلَمَ" وغیرہ، پس تو وہاں یہ بات مدنظر ہے کہ یہ چیز بہ نسبت اپنے ماقبل کے مستقبل ہے، علم الٰہی کے لحاظ سے استقبال نہیں کہ اس کے علم میں حدوث کا وہم ہو، مزید تحقیق حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہٗ کے فوائد قرآن میں دیکھ لیں، پارہ سیقول کے اول صفحہ پر۔

ماضی:

"وَمَا لَکُمْ اَلَّا تَاْکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

اُمُرْ:

بعض جگہ امر کا صیغہ ایجادِ فعل کے لئے نہیں، بلکہ ابقائے فعل اور اس پر مداومت کرانے کے لئے ہوتا ہے کہ یہ کام کرتے رہو، کما فی الحدیث: "اِقْرَأْ اِبْنَ غُضَیْبٍ" "یعنی اے ابن غضیب! پڑھتے رہو۔" کذا نقل من شیخ الحدیث رحمہ اللہ علیہ

اسی طرح:

"اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ" (العنکبوت:۴۵)

"یعنی تلاوت کرتے رہو اس کتاب کی جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے۔"

اَرَاَیْتَ:

یہ کبھی تو ہمزہ استفہام یا افعال قلوب پر آتا ہے یا ان کے مفعول پر۔ اگر ان کے دو مفعول پر آئے تو افعال قلوب ملغی عن العمل ہوں گے یعنی عمل نہ کریں گے، اور اگر "رأیت" کے مفعول ثانی پر استفہام آئے تو یہ ملغوف نہیں ہوتا، بلکہ ایک مفعول کا تقاضا کرے گا، جیسے: "رأیت زیداً ما صنع"، میں "زیداً" مفعول ہے "رأیت" کا، اور "ما صنع" علیحدہ جملہ ہے جو جواب ہے سوال کا، یعنی جس وقت کسی نے کہا "رأیت زیداً" تو دوسرے نے کہا: "ماذا تقول لہ؟" تو پہلے شخص نے اس کے جواب میں کہا: "ما صنع؟" ای: "اخبرنی ما صنع؟" لہٰذا معلوم ہوا کہ "ما صنع" علیحدہ جملہ ہے اور "اخبرنی" محذوف ہے، اور "ما صنع" "رأیت" کا مفعول نہیں ہے، اور کبھی اس وقت بھی مفعول محذوف ہوتا ہے، جیسے: "رأیت ما صنع؟" اس صورت میں بھی "ما صنع" علیحدہ جملہ ہے اور "زیداً" مفعول محذوف ہے۔

اگر استفہام "أرأیت" پر وارد ہو تو اس صورت میں بھی پہلا مفعول چاہتا ہے، پھر دو مفعول بھی: "نعم فضلاً" یا "منعوتاً" محذوف ہوتا ہے اور اس کے بعد استفہام ضرور آتا ہے ظاہراً یا مقدراً، ہو شرط یا جزاء شرط، اور کبھی "أرأیت" مکرر ذکر کیا جاتا ہے، پھر اگر ایک کے ساتھ مشروط ہو تو تمام شرطیں با جزو معنی کے ایک بنا کر اس کے بعد جزا ہوتی ہے، جیسے:

"أرأیت الذی ینہیٰ عبداً إذا صلیٰ أرأیت إن کان علی الہدیٰ أو أمر بالتقویٰ أرأیت إن کذب وتولیٰ ألم یعلم بأن اللہ یریٰ" (العلق ۹-۱۴)

جو سب شرطوں کی جزا "ألم یعلم بأن اللہ یریٰ" ہے۔ جس پر دال ہوتا ہے، معنی یہ ہوں گے کہ:

ترجمہ: "خبر دے تو مجھ کو کہ جو ایک بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے، جب وہ ہدایت پر ہو، جب وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو، جب وہ شخص جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو، کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے؟"

"أرأیت" کے بعد استفہام ظاہر کی مثال یہ ہے:

"قل أرأیتکم إن أتاکم عذاب اللہ أو أتتکم الساعة أغیر اللہ تدعون إن کنتم صادقین" (الانعام ۴۰)

ترجمہ: "تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت، کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔"

اس میں "أغیر اللہ تدعون" استفہام ظاہر ہے۔

اور استفہام مقدر کی مثال یہ ہے:

"اَرَءَیْتَکَ ھٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ" (بنی اسرائیل:۶۲) ای:

"اَرَاَیْتَ ھٰذَا الْمُکَرَّمُ لِمَ کَرَّمْتَہٗ" اور "لَئِنْ اَخَّرْتَنِ" کلام مستأنف ہے۔

فائدہ:... "اَرَءَیْتَکَ" میں "ک" کمال کے لئے ہے، نہ کہ ضمیر اور مفعول ہے کیونکہ اس جگہ مفعول بہ محذوف ہے، کاف برائے کمال کا مطلب یہ ہے کہ: "اَرَاَیْتَ" کے آخر میں جو "ت" خطاب کے لئے ہے اسی کی تکمیل کے لئے "ک" خطاب کو لایا گیا ہے۔

"اَرَاَیْتَ" باوجود خطاب مفرد ہونے کے بمعنی "اَخْبِرُوْنِیْ" ہے، تاکہ خطاب عام ہوجائے، اور مفرد و متعدد سب کو شامل ہوجائے۔

اَوَ کُلَّمَا:

جب ہمزہ استفہام، واؤ، فا اور ثم عاطفہ پر داخل ہوجائے تو زمخشری کے نزدیک: واؤ، ثم اور فا، کا معطوف علیہ ہمزۂ استفہام کے بعد محذوف ہوتا ہے، مثلاً: "اَوَ کُلَّمَا عٰھَدُوْا" کی اصلی عبارت: "اَکَفَرُوْا وَکُلَّمَا عٰھَدُوْا" ہوگی، واؤ کا معطوف علیہ "کَفَرُوْا" ہمزۂ استفہام کے بعد محذوف ہے، رضی کے نزدیک کلام سابق کا مضمون معطوف علیہ ہوتا ہے۔

پھر ہر سہ حروف عاطفہ میں فرق بھی لکھا ہے کہ:

"واؤ" عاطفہ اور "ثم" تو ہمیشہ ایسے مقامات پر عطف کے لئے ہی استعمال ہوتے ہیں، لیکن "فا" میں دو صورتیں ہیں، کبھی عاطفہ ہوتی ہے اور کبھی سببیہ۔

مدخول "فا" کی بھی دو صورتیں ہیں، کبھی جملہ منفیہ ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا، اگر جملہ منفیہ نہ ہو تو ہمزۂ استفہام انکاری کے لئے آئے گا۔

اختلافِ معمولین:

بعض جگہ ایک معمول کے ساتھ ایک فعل کا تعلق ہوتا ہے اور دوسرے معمول کے ساتھ دوسرے فعل کا، اور چونکہ دوسرا فعل محذوف ہوتا ہے، اس لئے بظاہر دونوں مختلف معمول ایک ہی فعل کے ماتحت دکھائی دیتے ہیں، اور ان کے متعلق کرنے میں الجھن پیش آجاتی ہے۔

اختلافِ معمولین کی صورت میں ضروری ہوتا ہے کہ دوسرے معمول کا فعل محذوف مان لیا جائے، جیسے کسی کا قول: "علفتها تبنا وماء باردا" یعنی میں نے اس کو بھوسہ اور پانی کھلایا، حالانکہ کھلانے کا فعل ماء (پانی) کے ساتھ صحیح نہیں ہوتا، پانی پلایا جاتا ہے نہ کہ کھلایا جاتا ہے؛ چنانچہ اس اشکال کو دور کرنے کے لئے "ماء باردا" کا فعل "اسقیت" محذوف مانا جائے گا، اور تقدیری عبارت یوں ہوگی: "علفتها تبنا واسقیتها ماء باردا" (میں نے اس گھوڑی کو بھوسہ کھلایا اور پانی پلایا)، اس طرح ایک فعل کے ساتھ دو مختلف معمولوں کا لانا اگرچہ ترکیب نحوی کے لحاظ سے بھی غلط ہوتا ہے، لیکن محاورہ اور بلاغت کے لحاظ سے اس کا مقام پسندیدہ اور بلند ہے۔

قرآن مجید میں اس کی مثال یہ ہے: "وله ما سكن في الليل والنهار" (الانعام ۱۳) سکون رات کے ساتھ مخصوص ہے، نہ کہ دن کے ساتھ، اس لئے "سكن" کا تعلق "في الليل" کے ساتھ تو درست ہے، لیکن "والنهار" کے ساتھ اس کا تعلق درست نہیں ہے، کیونکہ دن حرکت کے لئے ہے، نہ کہ سکون کے لئے، اس اشکال کو بھی اسی طرح دور کیا جائے گا، "والنهار" کا فعل محذوف مان لیا جائے اور کہا جائے: "وله ما سكن في الليل وانتشر في النهار"۔

دوسری مثال:

"یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا
اِیْمَانُهَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِهَا
خَیْرًا." (الانعام:۱۵۸)

"یعنی جس دن آئے گی ایک نشانی تیرے رب کی،
کام نہ آوے گا کسی کے اس کا ایمان لانا جو کہ پہلے سے ایمان نہ
لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی۔"

اس آیت کو اگر اپنے ظاہری معنی پر چھوڑ دیں تو اس سے معتزلہ کا یہ مذہب
ثابت ہوتا ہے کہ عمل صالح کے بغیر ایمان معتبر اور نافع نہیں ہے، کیونکہ آیت کا خلاصہ
اس طرح ہوتا ہے کہ:

"یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا
اِیْمَانُهَا اَوْ اٰمَنَتْ وَلَمْ تَکْسِبْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا"

"یعنی جو شخص طلوع شمس (من المغرب) سے پہلے
ایمان نہیں لایا اس کو بعد طلوع شمس ایمان لانا مفید نہ ہوگا، یا
ایمان تو طلوع سے قبل لے آیا لیکن عمل صالح نہ کئے تھے تو اس کو
بھی محض ایمان بلا عمل نافع نہ ہوگا۔"

کذا قرر الزمخشری۔ اور یہی معتزلہ کا مذہب ہے۔

لیکن ابن المنیر نے اس کا جواب دیتے ہوئے عبارت کی تشریح اس طرح
کی ہے کہ:

"لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا وَ کَسْبُهَا خَیْرًا لَمْ تَکُنْ
اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ لَمْ تَکُنْ کَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِهَا خَیْرًا."

یعنی جو شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا تو اس وقت اس کا ایمان مفید نہ ہوگا، اور جس نے پہلے سے عمل صالح نہیں کئے اب اس کے عمل صالح معتبر نہ ہوں گے، یعنی توبہ قبول نہ ہوگی، اس تقریر کی بنا پر عمل صالح کی نفی ہوئی نہ کہ اصل ایمان کی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا" کے بعد "أَوْ كَسْبُهَا" کا لفظ محذوف ہے، آیت کی اس تقریر کے مطابق معتزلہ کا مذہب ثابت نہ ہوا، اور اشکال بھی رفع ہوگیا، اس آیت کے اور بھی متعدد جوابات ہیں، روح المعانی میں دیکھے جائیں۔

مسئلہ الہ:

اس کی تحقیق حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہ نے اپنی کتاب "جواہر القرآن" میں بسط سے فرمائی ہے، اسے دیکھنا چاہئے، جزاہ اللہ تعالیٰ خیرا، جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے:

مشرکین، اللہ تعالیٰ کے قائل تھے، دو خدا کے قائل نہ تھے، خالق آسمان، زمین، و تمام اشیاء، اور ہر شے پر غالب، بڑے علم والا، بارش برسانے والا، مردہ زمین کو زندہ کرنے والا، روزی دینے والا، موت و حیات کا مالک، ہر شے کو پناہ دینے والا، کانوں، آنکھوں کا مالک اور سارے جہان کا مدبر اللہ تعالیٰ ہی کو جانتے تھے، ان کو آیات سے صریحا ثابت کیا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں ایک ماننے کے بعد اپنے دوسرے معبودوں کو الٰہ مانتے تھے، اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت صرف اس بات میں تھی کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سوا دوسرا کوئی الٰہ نہیں، اس کے سوا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی بات میں مخالفت نہیں ہوئی، گویا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت بحیثیت رسول ہونے کے صرف اسی مسئلے کی وجہ سے تھی۔

اسی مسئلے کی وجہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اتہامات مثلاً شاعر،

ساحر، کذاب، کاہن وغیرہ لقب لگائے، جیسا کہ سورۃ صافات میں ہے۔

"اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ. وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ " (الصافات:۳۵،۳۶)

ترجمہ....."جب انہیں لا الٰہ الا اللہ کہا جاتا تو اکڑتے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک شاعر پاگل کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے؟"

اور سورۃ ص میں ہے۔

"اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ" (ص:۵)

ترجمہ: "کیا اس نے معبودوں میں سے ایک ہی کو معبود بنا رکھا ہے؟ یہ ایک بڑے تعجب کی بات ہے!"

اس سے معلوم ہوا کہ معبودان باطلہ کی نفی کی وجہ سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ سب کچھ کہا گیا۔

اسی طرح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، مشرکین کے معبودوں کی معبودیت کی نفی کے لئے مبعوث کئے گئے تھے، اور لوگوں نے دشمنی کی

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ " (الانبیاء:۲۵)

ترجمہ: "آپ سے پہلے بھی ہم ہر پیغمبر کی طرف وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو۔"

الٰہ بمعنی معبود کون کون بنائے گئے؟

فرشتے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، سورج، ستارے، جنات، بالخصوص شیطان، بزرگوں کی قبریں، پیر و مرشد، اور جن درختوں کے نیچے ایسے بزرگ بیٹھے، اور دراصل بزرگوں ہی کو معبود خیال کیا جاتا تھا۔

سورۂ سبا کی آیت:

"وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ" (سبا:۴۰)

میں فرشتوں کے معبود بنالینے کا ذکر ہے۔

اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیت:

"قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا" (بنی اسرائیل:۵۶)

میں باتفاقِ مفسرین، ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کے معبود بنانے کی نفی ہے۔

سورۂ نجم میں ہے

"أَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى. وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى" (النجم:۱۹،۲۰)

ان میں لات ایک بزرگ تھا، جیسا کہ بخاری جلد:۲ صفحہ:۷۲۱ میں ہے۔

سورۂ نوح میں ہے

"وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا" (نوح:۲۳)

یہ نوح علیہ السلام کی قوم میں نیک آدمی تھے، جب فوت ہوئے تو ان کی صورتیں پتھروں پر کندہ کیں اور ان کو نام بنام پکارا گیا، کذا فی البخاری جلد ۲ صفحہ ۷۳۲ سطر ۳۔

اور تفسیر عزیزی کا منشا اس مقام پر ہے کہ یہ پانچوں حضرت شیث علیہ السلام کے بیٹے تھے، فتح الباری میں ایک روایت مرسل ہے کہ ود حضرت شیث علیہ السلام کا نام ہے اور چار ان کے بیٹے تھے، بہرحال یہ پانچوں نیک مرد تھے، پتھر نہ تھے۔

سورج کے متعلق سورۃ نمل میں ہے:

"وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ۔"

(النمل ۲۴)

جس میں سورج کے معبود بنانے کی نفی ہے۔

سورۃ انعام میں ہے:

"فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا" (الانعام ۷۶)

اس میں ستاروں کے معبود بنانے کی نفی مذکور ہے۔

سورۃ جن میں ہے:

"وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ" (الجن ۶)

اس میں جنوں کے معبود بنالینے کا تذکرہ ہے۔

حدیث نبوی:

الف... "لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ۔"

ب:... "اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَيْهِ

فِيهِ." (مشکوٰۃ)

میں قبور کے معبود بننے کی نفی مذکور ہے، زیادہ تفصیل "جواہر القرآن" میں دیکھیں۔

اِلٰہ کے معنی کی تشریح:

سورۂ نمل میں آیت: "اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ... ." (النمل ۶۰)

اور: "قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" (النمل:۶۵) میں الٰہ ہونے کے لوازمات بیان فرمائے گئے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کی طاقت، اور آسمان سے پانی برسانا اور اس سے درختوں کے پیدا کرنے کی طاقت اور زمین کو ٹھیرانے کے لائق بنانے اور اس میں نہریں جاری کرنے اور دریاؤں میں پردہ رکھنے اور مضطر کی پکار کو پہنچنے اور تنگی دور کرنے اور تم کو پہلوں کے نائب بنانے اور جنگل میں راہ دکھانے اور مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے اور آسمان و زمین کے غیب جاننے کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، پس جو ذات کہ اس میں یہ طاقت نہیں ہے وہ معبود برحق نہیں ہو سکتا۔

قانون:

جہاں کہیں قرآن مجید میں اِلٰہ کا لفظ آ جائے اور غیراللہ سے الٰہ ہونے کی نفی کی جائے، وہاں غیراللہ سے عام (خواہ بت ہو یا انسان مقرب یا جن وغیرہ) مراد ہوتا ہے۔

فائدہ:... حاجت پکارنا جو اس کے لئے مافوق الاسباب متصرف فی الامور ہونے کے اعتقاد کے ساتھ ہو ممنوع ہے اور اس ممانعت میں وہ امور داخل نہیں ہیں جن میں انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے اور ایک دوسرے کی مدد چاہتا ہے، جیسے

اُستاد، مرشد، ماں باپ، مستحق وغیرہ، اس میں تو حق تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (المائدہ: ۲)

ترجمہ: "اور ایک دوسرے کی نیکی اور تقویٰ پر مدد کرو اور گناہ و ظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔"

نیز معبود، عبادت سے مشتق ہے، اور عبادت کے معنی علامہ ابن قیم نے مدارج السالکین جلد ۱ صفحہ ۴۰ میں یہ فرماتے ہیں:

"العبادة عبارة عن الاعتقاد والشعور بأن للمعبود سلطة غيبية (أي في العلم والتصرف) فوق الأسباب يقدر بها على النفع والضر فكل دعاء وثناء ينشأ من هذا الاعتقاد فهو عبادة"

ترجمہ: "عبادت وہ چیز ہے کہ اعتقاد کرے کہ معبود کو ایسا غیبی غلبہ علم اور تصرف میں ظاہری اسباب سے بالاتر حاصل ہے کہ وہ نفع اور نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتا ہے، پس جو دعا اور تعریف اس اعتقاد سے پیدا ہو وہ عبادت ہے۔"

اگر کسی کے بارے میں یہ اعتقاد نہیں رکھتا اور افعال و اقوال تعظیمی ہوتے ہیں مثلاً: استاد، پیر، والدین کے سامنے دو زانو بیٹھنا، ان کی خدمت میں تحفہ تحائف لے جانا، ان کے مرنے کے بعد دعا، صدقات اور خیرات وغیرہ کرنا، سب طاعت ہیں، عبادت نہیں، افعال مسنونہ ہیں، بدعت نہیں۔

لیکن چند افعال امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بالکل حرام ہیں، خواہ اعتقاد شرکیہ سے ہوں یا اس کے بغیر ہوں جیسے: حلف بغیر اللہ، سجدہ لغیر اللہ، کسی

ذی روح چیز کی صورت بنانا وغیرہ. اور اگر کسی شے پر وہ اعتقاد عبادت والا رکھتا ہے تو جو افعال و اقوال تعظیمی اس کے لئے کرے گا مثلاً: قبر کے سامنے دو زانو بیٹھے یا کپڑا ڈالے یا وہاں شیرینی تقسیم کرے، قبر کو بوسہ دے، یا زندہ پیر کی اس اعتقاد کے ماتحت تعظیم کرے تو سب افعال و اقوال شرکیہ ہوں گے، کوئی چیز بھی اس کی رب تعالیٰ کے ہاں مقبول نہ ہوگی، جب تک ایسے اعتقاد سے توبہ نہ کرے، فافہم!

پس اگر اس اعتقاد سے کہ اس کو غائبانہ مافوق الاسباب قوت و قدرت اور علم تام ہے، سب معاملات، حاجت روائی و مشکل کشائی میں حاصل ہے، پس اس سے اُمید رکھ کر یا ڈر سے اس کو غائبانہ حاجات میں پکارا یا اس کی قبر کے سامنے سجدہ کیا، اس کے نام کی نذر و نیاز دی گئی، یا اس کی قبر کا طواف کیا گیا، تو یہ سب اس پیر کی عبادت ہوئی اور اگر یہ اعتقاد نہیں تو جو فاتحہ و دعا و خیرات اس کی روح کو بخشی جائے گی وہ شرک نہ ہوگا، بلکہ شرعاً مستحسن ہے۔

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ ومبارکاً علیہ

عبد الحق عفی عنہ

"عبادت وہ چیز ہے کہ اعتقاد کرے کہ معبود کو ایسا
غیبی غلبہ، علم اور تصرف میں ظاہری اسباب سے بالاتر
حاصل ہے کہ وہ نفع یا نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتا ہے
پس جو دعا و تعریف اس اعتقاد سے پیدا ہو وہ عبادت ہے۔"

القول الوجیز
فی اصولِ کلام العزیز

یعنی

اصولِ قرآن پر ایک مختصر رسالہ

قطب ارشاد حضرت مولانا محمد عبیداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ

وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ

واضح ہو کہ قرآن مجید و فرقان حمید کا فہم چند چیزوں پر منحصر ہے، جو کہ مختصرا خدمت پاک میں عرض کی جاتی ہیں۔ ان میں سے اکثر مقدمہ تفسیر حقانی فصل چہارم سے ماخوذ ہیں۔ قرآن مجید میں پانچ امور کثرت سے موجود ہیں

۱۔۔۔ علم المخاصمہ: یعنی گمراہوں (یہود، نصاریٰ، مشرکین، منافقین) کے عقائد باطلہ کی تردید۔

۲۔۔۔ علم التذکیر بآلاء اللہ: یعنی اپنی نعمتوں کا یاد دلانا۔ اور انسان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات تین طرح کے ہیں۔

ابتدائی نعمتیں: یعنی انسان پر اللہ تعالیٰ کی وہ ابتدائی نعمتیں کہ پہلے مٹی سے پھر نطفہ وغیرہ سے بنایا۔

بقائی نعمتیں: کہ انسان کو بقائے زندگی تک ہزاروں نعمتیں عطا فرمائیں۔

انجامی نعمتیں: کہ مرنے کے بعد اس کو قبر میں راحت دی۔

یہ نعمتیں یاد دلا کر نصیحت فرمائی ہے۔ اور اس کو ایسے اسلوب و طریقے سے واضح کیا ہے جس کے سمجھنے میں پڑھے لکھے، جاہل، شہری اور دیہاتی سب برابر ہیں

جن کے ترک پر کوئی ضرر نہیں، ان کو غیر ضروری قرار دیا، جیسے مستحبات۔ اسی طرح "احکامِ خطاء" میں سے جو حرام ہیں، ان کا ترک ضروری قرار دیا اور دوسرے درجے کے امور کا ترک غیر ضروری قرار دیا، جیسے مکروہ تنزیہی۔ نافع پر عمل کرنے کا حکم فرمایا، اور مضر سے اجتناب کا حکم فرمایا۔ جیسے طبیب جسمانی، نافع ادویہ واغذیہ (نفع بخش غذا اور دوا) کا حکم فرماتا ہے۔ اور مضار (نقصان دہ) سے روکتا ہے، ویسے ہی "حکیم علیم" نے طیب (پاکیزہ) کو حلال فرمایا ہے اور خبائث (گندگیاں) کو حرام، چنانچہ قرآن کریم میں ہے: "وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ" (الاعراف: ۱۵۷)۔

پھر یہ احکام یا تو محض اعتقادی ہوں گے (جن میں اعضاء کے فعل کی چنداں حاجت نہیں) یا عملی۔ یہ اعتقادی احکام ناقابل تنسیخ ہیں حتیٰ ان میں نسخ نہیں ہو سکتا، کیونکہ عقائد منسوخ نہیں ہوتے۔

۲:۔ اگر وہ احکام عملی ہوں کہ جن میں اعضاء کو دخل ہے، تو وہ دو حال سے خالی نہیں، اوّل: احکام عملی، یا تو خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہوں گے یا بندوں کے ساتھ۔ وہ عملی احکام جو خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں، اس کی چند قسمیں ہیں۔

۱:۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا اور روح کے علاوہ اپنے تمام اعضاء سے اس کی شکر گزاری کرنا، جیسے: نماز، کہ اس میں خشوع بھی ہے (جو روح و قلب کا فعل ہے) اور افعالِ اعضاء بھی۔

۲:۔۔۔ پھر یہ احکام یا تو تہذیب نفس اور شہوت کو مغلوب کرنے کے لئے ہوں گے، جیسے روزہ۔

۳:۔۔۔ یا یہ احکام بے کسوں کی مدد کرنے اور اپنے مال کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کرنے سے متعلق ہوں گے، جیسے زکوٰۃ۔

۴:۔۔۔ یا یہ احکام عاشقانہ ہیئت بنا کے خدا تعالیٰ پر تصدق (قربان) ہونا، دعا

ومناجات کرنا اور مال وجان صرف کرنے سے متعلق ہوں گے، جیسے حج۔

۵:... یا یہ احکام دل کے موافق زبان سے اقرار کرنے سے متعلق ہوں گے، جیسے ادائے (کلمہ) شہادت۔

۶:... یا یہ احکام دنیا میں اعلاء کلمۃ اللہ، فواحش مٹانے اور عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے ہوں گے، جیسے جہاد۔

وہ عملی احکام جو بندوں کے ساتھ مخصوص ہیں، وہ بھی چند قسم ہیں:

۱:... یا تو وہ احکام ایک شخص کے معاملات کی درستی سے متعلق ہوں گے۔ اس کو تہذیب اخلاق کہتے ہیں۔

۲:... یا وہ احکام ایک گھر کی معاشرت وانتظام کے متعلق ہوں گے، اس کو تدبیر منزل کہتے ہیں۔

۳:... یا وہ احکام شہر اور ملک کے متعلق ہوں گے، اس کو سیاستِ مدنیہ وسیاستِ ملکی کہتے ہیں۔

یہ سب احکام اعتقادی وعملی جن میں طہارتِ ظاہری وباطنی، حدود وقصاص، میراث، طلاق، نکاح، بیع وشراء وغیرہ شامل ہیں، یہ سب قرآن مجید میں ہیں، چنانچہ ارشاد ہے: "کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ" (انعام: ۲۰) حضرت حق تعالیٰ نے عام متون کے مطابق منطقیین کی طرز کو اختیار نہیں فرمایا کہ ہر شے کی جامع ومانع تعریف بیان فرمادیں، بلکہ عادتِ عرب پر چھوڑا، مثلاً: فرمایا کہ زانی کو دُرّے مارو، اور چور کے ہاتھ کاٹو، بعد میں فقہاء رحمہم اللہ نے "عرب العرباء" کی عادت کے موافق استخراج فرماکر اس کی جامع ومانع تعریف فرمائی ہے۔

اجرائے احکام بلحاظِ فطرت:

اجرائے احکام میں حضرت تعالیٰ جل شانہ نے فطرت کا لحاظ فرمایا ہے، گویا جو فطرت کے موافق تھا، اس کو برقرار رکھا، یعنی جو چیز عرب میں جس صورت پر تھی، وہ اسی صورت پر باقی رکھی گئی، اور جس چیز میں تغیر و تبدل، افراط و تفریط اور تخلیط ہوگئی تھی، اس کی اصلاح فرمائی یا منادی، جیسے بعض بیوع کو بعینہٖ باقی رکھا، بعض کی اصلاح فرمائی اور بعض کو منا دیا (فانظروا فی القدوری وغیرہ)۔

اس اصلاح میں عرب کی اصلاح کو اصل اور بنیاد قرار دیا، اور باقی کو فروع اور تابع بنایا، اسی لئے بعض احکام شریعت کا مادہ رسوم و عادات عرب پر مشتمل ہے، اگر عادات عرب کو دیکھیں گے تو اکثر احکام کی علت اور مصلحت (جس پر مدار ہے) ضرور پائیں گے، لیکن ان علل پر احکام کی بنیاد رکھنا، جس کو قیاس کہتے ہیں، مجتہد کا منصب ہے۔

مضامین قرآن:

قرآن شریف کی کوئی آیت ان خوبیوں سے خالی نہیں:

۱:... صفات الٰہی تعالیٰ اس طور بیان فرمائی گئی ہیں کہ بندے سمجھ سکیں، جیسے رحیم، کریم، سمیع، مرید، متکلم وغیر ذالک۔

۲:... خدائے تعالیٰ نقص و عیب سے پاک ہیں۔

تنبیہ:... انسان کی جبلت و فطرت ہے کہ اگر کسی چیز کو کسی چیز سے تشبیہ دی جائے تو اگرچہ اس تشبیہ میں ادنیٰ مناسبت ہی ہو مگر بوجہ قربت وہمیہ کے وہ اس کو پورا مشبہ سمجھ کر مشبہ پر مشبہ بہ کے احکام جاری کردیتا ہے، اسی وجہ سے بعض نے لفظ "وَجْـهُ اللهِ" (البقرۃ:۱۱۵) سے اللہ تعالیٰ کا گوشت پوست والا منہ، اور "غضب

الفرش استوی" (طٰہ:۵) سے اللہ تعالیٰ کو بعینہٖ بادشاہ تخت نشین کی مثل سمجھ لیا ہے، اس لئے "لیس کمثلہ شیء" (الشوریٰ:۱۱) اور "افمن یخلق کمن لا یخلق" (النحل:۱۷) وغیرہ جیسی آیات اس وہم کو مٹانے کے لئے نازل ہوئی ہیں، تاکہ خدا تعالیٰ سبحانہ کو مخلوقات کی صفات سے بالکل بری سمجھا اور اعتقاد کیا جائے، وھو العلی الکبیر!

۳:... توحید کی طرف بلانا اور شرک کو مٹانا۔

۴:... انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ثنا، وصفت اور یہ کہ وہ داعی الی الخیر ہیں۔

۵:... ملائکہ فرماں بردار مخلوق ہیں۔

۶:... مومنین کی مدح اور ان کو غلبہ کا وعدہ۔

۷:... منکرین کی مذمت، حسرت، مغلوبیت اور دنیوی و اُخروی سزا۔

۸:... دُنیا کی بے ثباتی کا بیان۔

۹:... عقبیٰ کا ثبوت اور اس کی مدح۔

۱۰:... حلت و حرمت کا بیان۔

۱۱:... تدبیرِ منزل، سیاستِ ملکی اور تہذیبِ اخلاق کا بیان۔

۱۲:... محبتِ الٰہی اور من یحبہٗ کا بیان۔

۱۳:... اخلاقِ حمیدہ: اعلاء کلمۃ اللہ، خلوص نیت، صدق وغیرہ کی تعریف، اخلاقِ رذیلہ جیسے: ریا، بخل، کذب اور نفاق کی مذمت۔

۱۴:... قیامت، جنت، دوزخ، سزا اور جزا کا ذکر۔

۱۵:... آثارِ قدرتِ سماوی و ارضی میں تفکر کی ترغیب۔

۱۶:... گزشتہ سچے واقعات کا ذکر اور ان سے حصولِ عبرت کی رغبت وغیر ذالک۔

آغازِ سور:

ان خوبیوں کے باوجود ہر سورت کے عنوان کو شاہی فرمان کی طرح علیحدہ علیحدہ اسلوب سے شروع کیا گیا ہے، بعض کو حمد سے اور بعض کو تسبیح سے، جیسے: "سُبْحٰنَ الَّذِیْ"، "یُسَبِّحُ لِلّٰہِ" یا "سَبَّحَ لِلّٰہِ" وغیرہ سے، اور بعض ایسے مجمل الفاظ سے جن کی تفصیل تمام سورت ہے، جیسے: "الٓمّٓ"، "الٓمّٓرٰ" اور "حٰمٓ عٓسٓقٓ" وغیرہ۔

بعض سورتوں کو بغیر عنوان، بعض کو مطول، بعض کو مختصر، اور بعض کے شروع میں بطورِ قسم، بلفظِ و کے دوسرے مضامین کو بغرض تمہید بیان فرما کر پھر مقصد بیان فرمایا گیا ہے، جیسے: "وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا"، "اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ"۔

بعض قصوں کے اول و آخر میں ایک سا لفظ لایا گیا ہے، جیسے: "یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ" کہ سورۂ بقرہ میں اول قصے میں فرمایا گیا ہے، پھر بعینہٖ انہی الفاظ پر آخر پارہ تک ختم کر دیا گیا ہے۔ الغرض قرآن مجید نے سچائی کے باوجود ہر مضمون کو شاعرانہ مبالغے کے بغیر ایسا بیان فرمایا ہے کہ باوجود معرفت و کمال کے نہ کسی نے نزولِ قرآن کے وقت اس میں تضاد ثابت کیا ہے (اگرچہ مخالفین عربیت میں بڑے طولیٰ رکھتے تھے)، نہ اب کر سکتے ہیں اور نہ آئندہ کر سکیں گے: "وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی" ہاں! بعض بےوقوف مسخول کر کے بھی دیتے ہیں، اگرچہ بات نہ بنے:

چوں نیست در مشامِ تمامی تمیز
سرتعین عشق و خبر ما را براہ است

اندازِ خطاب:

قرآن مجید کی تعلیم مشفقانہ ہے، جیسے باپ اپنے بیٹے کو مختلف اسلوب و انداز، بار بار سمجھے، اشکالات دور کرنے اور تبدیلی مضامین سے جہاں تک ہو سکے

شانِ نزول یا "توجیہ مشکل" جو ترمذی، بخاری یا سندِ صحیح سے ثابت ہو، مقبول ہے، ورنہ نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے علی بن طلحہؒ کی سند بہت صحیح ہے، اسی واسطے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اسی سند کے اقوال کو جگہ جگہ اختیار کیا ہے۔

بعض علماء کو یہ شبہ ہوا ہے کہ بخاری کی کتاب التفسیر میں علی بن طلحہؒ کا نام کسی سند میں نہیں پایا جاتا، مگر حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فرمایا ہے کہ بخاریؒ نے جو: "قال ابن عباس" بغیر سند کے نقل کیا ہے، اصل میں یہ قول علی بن طلحہؒ کی سند سے ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ طلحہؒ اور ابن عباسؓ میں دو ثقہ اشخاص مجاہدؒ اور سعید بن جبیرؒ کا واسطہ ہے، اسی واسطے یہ سند منقطع بھی نہیں، لہٰذا اس سند کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں: امام احمدؒ نے بھی اس سند کی تعریف کی ہے، اسی طرح عطاء بن السائبؒ سعید بن جبیرؒ کے واسطے سے جن اقوال کی روایت کرتے ہیں، وہ سند بھی صحیح ہے، اسی طرح تفسیر کے باب میں مرہ بن شرحبیل کوفی کی روایت سے عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو العالیہ کی روایت سے اُبی بن کعبؓ کے جو اقوال ہیں، ان کی سند بھی صحیح ہے۔ (کذا فی مقدمہ حسن التفاسیر)

۲... تفسیر عقلی: وہ ہے جس میں حل الفاظ، بیان ترکیبات نحوی، بیان محاورات اور رفع اشکالات وغیرہ ہو۔

تنبیہ:... الفوز الکبیر مصنفہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ قرآن مجید بہ لغتِ عرب اوّل نازل ہوا ہے، اگر کسی جگہ اعراب میں بجائے "واؤ" کے "یٰ" آجائے، تثنیہ کی جگہ مفرد، یا مذکر کی جگہ مؤنث ہو تو کوئی تعجب نہیں، جیسے ارشاد الٰہی: "اَلْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ" میں "مقیمین" کے حق کو مرفوع، مثلاً:

حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں بھی اسے جائز فرمایا ہے۔

ہاں! البتہ علماء ومحققین نے "تفسیر القرآن بالرای لقاصد علی جہة الھوی" کو ناجائز وحرام فرمایا ہے، "ولن تصب فیہ" یعنی قرآن مجید کو اپنی غرض فاسد کی طرف لے جانا تفسیر بالرائے ہے، جو حرام ہے، اگرچہ وہ بات فی نفسہٖ صحیح بھی کیوں نہ ہو!

شانِ نزول

صحابہؓ وتابعین سب کے نزدیک نزول کے معنی عام ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نزول کا اطلاق اس واقعہ پر بھی کیا کرتے، جس کے وقت یہ آیت نازل ہوئی ہوتی، اور اس واقعہ پر بھی، جو اس جیسا کوئی دوسرا واقعہ ہوگیا ہوتا، خواہ وہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں واقع ہوتا یا بعد میں، ایسے موقع پر تمام قیود کا منطبق ہونا کچھ ضروری نہیں، بلکہ اصل حکم کا متحقق ہونا ضروری ہے۔

کبھی ایک ہی واقعہ دو بار ہوجائے تو اس میں یوں فرمادیتے کہ آیت دوبارہ نازل ہوئی ہے یعنی اس آیت کا حکم دوبارہ جاری ہوچکا ہے۔

کبھی مشرکین واہل کتاب کے عقائد وعادات کی وضاحت فرمایا کرتے کہ اس بارے میں آیت نازل ہوئی، اس سے ان کی غرض یہ ہوتی کہ اسی اعتقاد یا عادت پر تو نازل ہوئی ہے، خواہ یہی قصہ ہو یا اس کے مشابہ ہو۔

کبھی محدثین اس آیت کو جس کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے استنباطاً پڑھا تو، شانِ نزول کہہ دیتے ہیں، درحقیقت یہ سب شانِ نزول نہیں ہیں۔

نزولِ قرآن کا سبب:

نزولِ قرآن کا سبب دراصل نفوسِ بشریہ کی اصلاح کرنا ہے، یعنی لوگوں میں عقیدہ باطلہ کا پایا جانا آیتِ مخاصمہ کا سببِ نزول ہے، اور اعمالِ فاسدہ کا پایا جانا آیتِ احکام کا سببِ نزول ہے، اور لوگوں کا مغرور ہو جانا آیتِ غضب کا سببِ نزول ہے، اور لوگوں کا خوفزدہ ہونا آیاتِ رحمت کا سببِ نزول ہے، یہی باعث ہے کہ شانِ نزول کے بیان کرنے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال مختلف ہیں، اس بحث کی زیادہ تحقیق مقدمہ اتقان، الفوز الکبیر اور مقدمہ تفسیر حقانی میں ہے، اگر ضرورت ہو تو دیکھ لیں۔

ربطِ آیات:

اس میں اختلاف ہے کہ قرآن مجید کی آیات زرِ منثورہ ہیں یا منظومہ؟ جو علمائے کرام انہیں زرِ منثورہ یعنی بکھرے ہوئے موتی کہتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیاتِ بینات حسبِ حاجات نجماً نجماً مثلِ فرمانِ شاہی کے وقتاً فوقتاً نازل ہوتی ہیں، اس میں ربط دینا لاحاصل ہے، ہاں! ایک قصے کی آیات کو ربط دینا ضروری ہے۔ اور جو علمائے کرام انہیں زرِ منظومہ فرماتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب قائل کا کلام باربط ہوتا ہے، حضرت حق تعالیٰ کا کلام بے ربط کیسے ہوگا؟ وہ ربط دینے میں تکلف کرتے ہیں۔

ترتیبِ سوَر:

محققین کے نزدیک ترتیبِ سور توقیفی ہے، یعنی جیسے حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم (روحی و نفسی فداہ) ایک سورت کو دوسری سورت کے ساتھ رکھنا تلقین فرماتے ہیں، ایسے ہی اب بھی ہے، سورت براءۃ کے شروع میں تسمیہ کا حکم نہ فرمایا تھا،

اس لیے نہیں لکھی گئی، جو آیتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں وہ مکی ہیں، اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔

بیانِ محاورات:

محاورات کا علم ضروری ہے، جو محاورہ نہیں جانتا، وہ مطلب فہمی میں دقت اٹھاتا ہے۔ چنانچہ "هو اٰخذٌ بناصیتها" (ہود:۵۶) کا معنی محاورے کے لحاظ سے یہ ہے کہ اس کے قبضے میں ہے، "قُتِلَ الإنسانُ ما أكفره" (عبس:۱۷) کا بطورِ محاورہ معنی یہ ہے کہ مر جائے آدمی کیا ہی ناشکرا ہے۔ "تبّت یدا أبي لهب" کا معنی یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ٹوٹیں، جیسے کہتے ہیں کہ فلاں کو خدا غارت کرے، یہ بھی محاورہ ہے کہ خطاب کے صیغے لائے جائیں مگر کوئی خاص شخص مقصود نہ ہو، بلکہ عموم مراد ہو، جیسے کہا جاتا ہے: "اے مسلمانوں کا یہ حال ہے!"

اسی طرح کسی غیر محسوس چیز کو صورتِ محسوس میں لانا، جیسے "أجلب عليهم بخيلك ورجلك" (بنی اسرائیل:۶۴) اور ارشادِ الٰہی: "وجعلنا من بين أيديهم سدًا ومن خلفهم سدًا" (یٰس:۹)، وقولہ تعالیٰ: "بلغت القلوب الحناجر" (الاحزاب:۱۰) شدتِ خوف کا محاورہ ہے، جیسے کہتے ہیں: "ناک میں دم آگیا" وغیر ذلک۔

کبھی کبھی محاوراتِ الخصم میں بھی کلام فرماتے ہیں، جیسے کہ مشرکین غلط معبودوں کو "الٰہ" کہہ دیتے تھے، اسی بناء پر: "لو كان فيهما آلهة إلا الله لفسدتا" (الانبیاء:۲۲) میں جھوٹے معبودوں پر لفظ "الٰہ" کا اطلاق کیا گیا ہے۔

کبھی تمسخر کی غرض سے مشعرِ تعظیم لفظ فرما دیتے ہیں جیسے: "ذق إنك أنت العزيز الكريم" (الدخان:۴۹) جیسے کسی کو طنز کے انداز میں کہہ دیں: "آپ تو مرشد ہیں!"۔

الأیمان فی القرآن:

قرآن شریف میں جو قسمیں آئی ہیں، جیسے "والشمس وضحٰها، والقمر اذا تلٰها" وغیرہ، وہ دعویٰ کے لئے بمنزلہ گواہوں کے ہیں، یعنی ایک مدعا کے ثابت کرنے کے لئے بمنزلہ دلیل کے ہیں، حقیقت میں یہاں قسم کھانا مقصود نہیں، بلکہ شاہد لانا مطلوب ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ بوقتِ تفسیر اس کی وضاحت ہوجائے گی۔

مسئلہ:... کسی کو بڑا سمجھ کر از روئے تعظیم اس کی قسم کھانا، اس خوف سے کہ اگر میں نے قسم کو پورا نہ کیا تو وہ بڑی ہستی ہے، مجھے ضرر پہنچائے گی، غیراللہ کی ایسی قسم اٹھانا شرک ہے، معاذ اللہ!

اس کے سوا دُعا، بددُعا یا شاہد مدعا بنا کر غیراللہ کی قسم لینا جائز ہے، دُعا، مثلاً: "لعمرک، لافعلن کذا" بددُعا، جیسے حسان بن ثابتؓ نے قسم اٹھائی تھی:

فکلت بنیتی ان لم تروھا

تثیر النقع من طرفی کداء

ترجمہ:... "بیٹیوں کا غم دیکھوں اگر تم گھوڑوں کو اطراف کداء (پہاڑی) میں غبار اُڑاتے نہ دیکھو۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف کداء میں گھوڑے دوڑا کر حضرت حسانؓ کی قسم کو پورا کیا۔

قرآنِ کریم میں وارد شدہ قسمیں بطورِ شواہد مدعا ہیں، جیسا کہ ان فارسی محاورات میں ہے: قسم بہ لب میگوں تو، و زلفِ شبگوں تو کہ تو محبوب دلربائی۔

(جمہرۃ البیان فی مبادی آیات القرآن صفحہ:۳۰)

انما کا معنی حصر کا ہے، یعنی "انما" "ما، لا" کے معنی میں ہے، اور اس کا

یہاں سمجھنا چاہیے کہ اس کافر کا ناقابل ایمان ہونا اللہ تعالیٰ کی
اس خبر دینے سے نہیں ہوا، بلکہ ناقابل ہونے کی صفت خود اس
کی شرارت، عناد اور مخالفت حق کے سبب پیدا ہوئی ہے، جیسا کہ
مشاہدہ میں آتا ہے کہ جب آدمی کسی کی مخالفت پر آمادہ و کمربستہ
ہو جاتا ہے اور ہر وقت اسی کوشش میں رہتا ہے، تو موافقت و
مصالحت کی استعداد و صلاحیت گھٹتی جاتی ہے، حتیٰ کہ بالکل
نیست و نابود ہو جاتی ہے، اسی طرح حق تعالیٰ نے ہر ایک میں
پیدائش کے ساتھ استعداد قبول حق کی رکھی ہے، جیسا کہ حدیث
میں آیا ہے، مگر یہ شخص ہوائے نفسانی و خودغرضی کی وجہ سے حق کی
مخالفت کرتا ہے، حتیٰ کہ ایک روز وہ استعداد فنا ہو جاتی ہے، اس
وقت کی حالت پر طبیب روحانی یوں حکم لگاتا ہے کہ اب یہ حق کو
قبول نہ کرے گا، کیونکہ اس کی استعداد درست نہیں رہی۔ اب
اس میں اشکال عقلی نہ رہا۔"

کیونکہ اس نے باختیار خود اپنی استعداد برباد کر لی ہے، اس استعداد کی تباہی
کا سبب و فاعل وہ خود ہی ہے، مگر چونکہ بندوں کے جمیع افعال کے خالق اللہ سبحانہ و
تعالیٰ ہیں، اس لئے اس آیت میں اپنے خالق ہونے کا بیان فرما دیا کہ جب وہ خود اس
تباہی کا سبب ہوا اور یہ قصد خود اس نے ہی کو اختیار کرنا چاہا، تو ہم نے بھی وہ
بداستعدادی کی کیفیت اس کے قلب وغیرہ میں پیدا کر دی۔ بند لگانے سے اس
بداستعدادی کا پیدا کرنا مراد ہے، سو یہاں بھی ان کا یہ فعل اس ختم (بند لگانے) کا سبب
ہوا اور ختم (بند لگانا) اس فعل کا سبب نہیں ہوا، پس ان کی معذوری کی کوئی وجہ نہیں۔

نزولِ قرآن کے وقت قوموں کی حالت:

مشرکین کے مذاہب:

عرب میں مختلف مذاہب کے لوگ تھے، مثلاً: مشرکین، یہود، نصاریٰ اور مجوس وغیرہ، مشرکین اگرچہ ملت ابراہیمیہ واسمٰعیلیہ کے مدعی تھے، کیونکہ ان میں سے اکثر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، مگر صدیوں سے انبیاء نہ ہونے کی وجہ سے حنیفیت کے شاہی محل کے کھنڈر کہیں کہیں نام و نشان باقی تھے، غرض ان میں اول مرض جو پھیلا وہ یہ تھا کہ انہوں نے خدا تعالیٰ و تقدس کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کیا کہ جس طرح ان کے دربار میں حاجت برآری کے لئے عرض معروض، وزیروں، مشیروں وغیرہ کے بغیر نہیں ہوسکتا، اسی طرح خدا تعالیٰ نے بعض بندوں کو اپنی خدائی سے حصہ عطا فرمایا ہے، ان کے تقرب کے سوا نہ کسی کی عبادت قبول فرماتا ہے، نہ حاجت روائی کرتا ہے، بلکہ بعض کا خیال یہ تھا کہ خدا تعالیٰ ان میں حلول کرتا ہے اور ان کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ ہنود اپنے اوتاروں کی نسبت، اور عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہی عقیدہ رکھتے ہیں: تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا (حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی بلند اور پاک ہیں)۔

الحاصل! کسی کو رزق رسانی، کسی کو دفع بیماری، کسی کو مصیبت اور کسی کو دوسرے کاموں کا حاجت روا، مشکل کشا سمجھا اور ان کے تقرب کے لئے عبادات، قربانی اور نذر و نیاز دینے کو افضل وسیلہ سمجھا، اور یوں سمجھا کہ ان کے تقرب سے تقرب الٰہی ہوتا ہے، اور ان سے روگردانی رنج جان و مال کے نقصان کا باعث ہوتا ہے، اسی لئے ان کی پرستش ضروری ہے، اور جن لوگوں پر ان کا یہ گمان تھا، وہ انبیاء علیہم السلام، اولیاء رحمہم اللہ اور ملائکہ علیہم السلام تھے۔ (کذا فی مقدمہ تفسیر حقانی)

ان مشرکین میں سے بعض عناصر مثلاً آگ، پانی وغیرہ، بعض آفتاب، ماہتاب اور دیگر کواکب، ملائکہ اور بعض ذوی الارواح قیمتی چیزوں کی پرستش کرتے تھے۔ چنانچہ اب بھی ہندو و مجوس اور ان کی ذریت موجود ہے جو ان کی طرف نیاز مندی کے لئے ان کی مورتیں اور پتھر کی تصویریں بنا کر اور اپنے آگے رکھ کر عبادت کرتے تھے، لیکن یہ تمام بہت قلیل خیال کرتے تھے۔ بعد میں متاخرین نے خود ان کو ہی معبود سمجھ لیا، اور ہر قبیلے کا اور ہر کام کے لئے علیحدہ بت تھا۔ جس کا رد قرآن میں جابجا موجود ہے جیسا کہ ارشاد ہے: "ویعبدون من دون الله ما لا یضرهم ولا ینفعهم ... الخ" (یونس ۱۸)

بعض لوگ سرے سے خالق کے ہی منکر تھے چنانچہ سورۃ الجاثیہ "وما یهلکنا الا الدهر" (الجاثیہ ۲۴) میں اللہ نے اسی جماعت کا بیان کیا ہے۔ اور بعض خالق کے معترف اور بعث و نشر کے منکر تھے جن کا جواب اس آیت میں ہے: "افعیینا بالخلق الاول بل هم فی لبس من خلق جدید" (سورۃ ق ۱۵)

اور بعض اگرچہ خدا کے بھی معترف تھے مگر معبودوں کے منکر اور تقرب خدا کے لئے بتوں یا ملائکہ کی شفاعت کے قائل تھے، جن کے جواب میں فرمایا: "ما من شفیع الا من بعد اذنه" (یونس ۳) "ولا یشفعون الا لمن ارتضی" (الانبیاء ۲۸) اور اسی عقیدہ کے تحت بت کے نام پر قربانی وغیرہ کیا کرتے تھے، اور آمدنی میں سے ان کا حصہ مقرر رکھا تھا، اور بعض نے حلال چیزیں ان کے تقرب کے لئے حرام کر رکھی تھیں، ان کا رد سورۃ انعام کی آیت ۱۴۰ "قد خسر الذین ... الخ" سے یوں فرمایا گیا ہے۔

کچھ ان کے واہمات تھے، ایک حشر اجساد کا مشکل ہونا جیسا کہ وہ کہتے تھے: "ءاذا کنا عظاما ورفاتا ... الخ" (بنی اسرائیل ۴۹)۔

دوم:... رسولوں کا انسانی شکل میں آنا اور حوائج بشریہ میں ان کا دُوسرے نوعِ انسان کا شریک ہونا، چنانچہ وہ کہتے: "مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ..... الخ" (الفرقان:۷)۔

جو فرشتوں کے قائل تھے، وہ کہتے: فرشتہ رسول کیوں نہیں ہوا؟ جس کا رَدّ جابجا قرآن میں موجود ہے، اور بعض فرشتوں کو "بنات اللہ" (اللہ کی بیٹیاں) اور بعض جنوں کو خدا تعالیٰ کا ہم نسب مانتے تھے، جس کا رَدّ سورۂ والصافات کے اخیر میں ہے۔

بعض کاہنوں کو غیب دان مانتے تھے، جس کے رَدّ میں یہ فرمایا کہ غیب دان میرے (اللہ کے) سوا کوئی نہیں، وغیرہ ذالک۔

ان سب کا رَدّ قرآن مجید میں مصرّح ہے، اور یہ رَدّ منطقی دلیل کے طریق پر نہیں ہے کہ اس میں صغریٰ و کبریٰ ہوں، بلکہ اکثر مقدمات مشہورہ مُسلّمہ سے رَدّ کیا گیا ہے، اور اس کو مکرر فرماکر دل نشین کردیا ہے، اور اس کی ایسی تعلیم فرمائی کہ اس کے سمجھنے میں ذکی، غبی سب کو فائدہ ہو۔

یہود:

یہودیوں میں سے بعض تشبیہ کے قائل تھے کہ حق جل شانہ کے لئے جسم اور مکان ثابت کرتے تھے، اور حضرت تعالیٰ کی قدرت وقوت کو متناہی مانتے تھے، کہتے تھے کہ: حضرت تعالیٰ زمین و آسمان پیدا کرکے تھک گیا ہے، ہفتے کے روز آرام فرمایا ہے، اس کے رَدّ میں: "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" (الشوریٰ:۱۱)، "وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ" (ق:۳۸) وغیرہ آیات وارد ہوئی ہیں۔

دوم:... یہ کہ توراۃ میں موجود محبت کے الفاظ جیسے: "بیٹا"، دیکھ کر بوجہ کج فہمی کے یہود کہنے لگے کہ ہم خدا کے محبوب اور بیٹے ہیں: "نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ"

(آل عمران:۱۸۱) اور کہنے لگے: "لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ" (البقرہ:۸۰) کہ اگر ہم کو عذاب ہوا تو بس چند دن ہوگا۔ اس کا رَدّ سورۂ اخلاص وغیرہ بہت کی آیات میں ہے۔

سوم... شہوت پرستی اور بدمستی کی وجہ سے انبیاء پر بدظنی کرتے تھے، تو اس کے رَدّ میں آیت: "لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ" (ص:۴۷) وارد ہوئی ہے۔

چہارم... انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے برخلاف منہیات میں ایسے مستغرق تھے کہ کتاب الٰہی کی تعلیم و تدریس کے بجائے جادو و سحر میں ہمہ تن مشغول تھے، جس کا بیان پارۂ اوّل میں مذکور ہے۔

پنجم... حضرت مسیح علیہ السلام و حضرت مریم علیہا السلام پر بدگمانی کرتے، ان کے معتقدین کے ساتھ بڑی عداوت رکھتے اور کہتے کہ: اگر موسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوتے تو قتل نہ ہوتے۔

لہٰذا وہ سب بشارات کو مؤوّل کرتے تھے۔ اس اعتقاد کے رَدّ میں فرمایا: "وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" (النساء:۱۵۷)۔ نیز یہود، حضور نبیٔ آخر الزمان علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے منتظر تھے، مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے، تو یہود انکاری ہوگئے، اس کا رَدّ فرمایا: "فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ" (البقرۃ:۸۹)۔

ششم... حضرت اکرم الخلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہود کی وجہ عداوت یہ تھی کہ یہود کا خیال تھا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح علیہ السلام کی تکذیب فرمائیں گے، ہماری پاسداری اور عیسائیوں کی خلاف ورزی کریں گے، مگر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت مسیح علیہ السلام کی تصدیق فرمائی اور انجیل کو کتاب اللہ فرمایا، اور ان کی خرابیوں کی اصلاح فرمانے لگے تو یہود کی اُمید بر نہ آئی، اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کلام کرنے لگے، بسبب قتل و رذائل سے

ملزم (الزام زدہ) ہونے لگے تو کہا کہ: رسول اُمّی، عرب کا ہے، ہمارا نہیں، کیونکہ دینِ موسوی ابدی ہے، منسوخ نہیں ہوگا، اور یہ کہ نبوت کا استحقاق بنی اسرائیل کا ہے، بنی اسماعیل کا نہیں۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے سے شریعتِ موسوی کے بعض احکام کے ابدی ہونے میں فرق نہیں آتا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا وہ حصہ جو ابدی ہونے کے لائق ہے، ایک ہے، البتہ جزئیات مختلف ہیں۔

دوم یہ کہ ابدی سے طویل زمانہ مراد ہے، پھر جب بعض منصف مزاج یہود مسلمان ہوگئے، تو یہود کی عداوت بڑھتی چلی گئی اور آخر کار سب یہودی ذلیل ہوئے۔

نصاریٰ:

بعض عیسائی، حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کہتے تھے، اور کہتے تھے کہ آپ انسانی جامہ پہن کر حسبِ دستور حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے دنیا میں ظاہر ہوئے، اور تمام بنی آدم کے گناہ اپنے اوپر لینے کے لئے پھانسی چڑھے، تین دن دوزخ میں رہے، اور پھر زندہ ہوکر اور حواریوں کی بے وفائی پر خفا ہوکر آسمان پر چڑھ گئے، اور دوبارہ آنے کا وعدہ فرمایا۔ پادری فنڈر اپنی کتاب "مفتاح الاسرار" میں اس کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں، قرآن شریف میں اس کا رد مصرّح ہے۔

بعض عیسائی کہتے تھے: "إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ" (المائدہ: ۷۳) اس کا رد بھی قرآن شریف میں موجود ہے۔

بعض کا اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ بشر کے گناہ معاف کرنے پر قادر نہیں، اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سب انبیاء گناہگار چلے آتے ہیں، یہ بات بولوس

کے مخطوطا اور دیگر کتابوں میں اب تک پائی جاتی ہے۔

اسی طرح ان میں رہبانیت رواج پاگئی، یعنی شادی نہ کرنا، اور قلندرانہ طرز پر زندگی بسر کرنا، مگر اس کو وہ نبھا نہ سکے اور غلط کاریوں میں مشغول ہوگئے۔ اس کا رد بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔

منافق:

یہ لوگ لذت دنیاوی کے حاصل کرنے کے لئے یا اپنے بچاؤ کے لئے بظاہر مسلمان ہوگئے، اور درحقیقت کافر تھے، یہ اسلام کے فروغ میں بہت رخنہ اندازی کرتے رہے، آخر کار خراب ہوئے، اور اسلام کا بول بالا ہوا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والصلوۃ والسلام علی رسولہ خیر خلقہ محمد والہ

واصحابہ واتباعہ اجمعین

سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت

استغفرک واتوب الیک

اس مختصر رسالے کا نام "القول الوجیز فی اصول کلام العزیز" رکھا جاتا ہے، خدا تعالیٰ اس کو اپنی رضا کا ذریعہ بنائے، وسعت رحمت سے اس کو قبول فرمائے، عالمین کو اس سے نفع عظیم عطا فرمائے، اور حقیر پر تقصیر کے لئے ذخیرہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین، رب الانبیاء والمرسلین، رب العرش العظیم!

عرض: اگر اس میں کوئی لفظی یا معنوی غلطی پائیں تو اس کی اصلاح فرمادیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم!

"نزولِ قرآن کا سبب دراصل نفوسِ بشریہ کی اصلاح کرنا
ہے، جن لوگوں میں عقائدِ باطلہ کا پایا جانا آیتِ مخاصمہ کا
سببِ نزول ہے، اعمالِ فاسدہ کا پایا جانا آیتِ احکام کا سبب
نزول ہے، لوگوں کا نڈر ہو جانا آیتِ غضب کا سببِ نزول ہے
اور لوگوں کا خوفزدہ ہونا آیتِ رحمت کا سببِ نزول ہے۔"

الکلمات الراجحة فی تفسیر سورة الفاتحة

یعنی

سورۂ فاتحہ کی تفسیر

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی مَنْ اَرْسَلَہٗ لِلنَّاسِ کَافَّۃً وَّجَعَلَہٗ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

جملہ علوم چار خدائی کتابوں میں درج ہیں، مگر قرآن پاک ان سب علوم پر حاوی ہے، اور قرآن پاک کے جملہ علوم بطورِ تلخیص سورۂ فاتحہ میں موجود ہیں، اور سورۂ فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ شریف میں ہے، اور بسم اللہ کی "ب" علومِ تسمیہ (بسم اللہ) کا خلاصہ ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ جملہ علوم کا مقصدِ حقیقی صرف یہ ہے کہ بندہ جنابِ خداوندی تک رسائی حاصل کرے، اور چونکہ بندہ انتہائی کثافت میں مبتلا ہے، اور جنابِ خداوندی میں انتہائی تنزہ و پاکیزگی ہے، اس واسطے یہ رسائی سوائے ذکر اللہ کے کسی اور طرح ممکن نہیں، ذکر اللہ سے دلچسپی ہو اور قول و فعل میں ہر طرح سے اس کی یاد میں استغراق بھی اس درجہ کا ہو کہ رسائی میں یکتائی پیدا ہو جائے۔

اور عربی گرامر میں "ب" الصاق (چسپیدگی) کے معنوں میں بھی استعمال ہوتی ہے، اس بنا پر "با" سارے علوم قرآنی کا خلاصہ ٹھہری، حاصل یہ ہوا کہ میری تمام رسائی اللہ تعالیٰ کے نام اللہ، رحمٰن، رحیم کی چسپیدگی و تعلق میں ہے، یہ "با"

استعانت کی ہے، تو معنی یہ ہوگا کہ میری تمام امور میں استمداد اللہ رحمن و رحیم سے ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ:

ازل سے لے کر ابد تک، سب حمد و ثنا کا سزاوار وہی ہے۔ ثنا خواں موجود ہوں یا نہ ہوں۔ مرید، پیر کی تعریف کرے، شاگرد استاذ کی مدح کرے، رعیت، منصف بادشاہ کی تکریم کرے، بچے اپنے والدین کو سراہیں، وغیرہ وغیرہ، یہ سب محامد اور تعریفیں درحقیقت خداوند تعالیٰ ہی کی حمد ہیں، کیونکہ ان سب کو ساری نعمت خداوند تعالیٰ سے ملی ہے، اور دوسرے سب خدمت گاروں اور ملازموں کی طرح ہیں، جو مالک کے حکم سے نعمت کے خواہاں کو پہنچاتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل ذکرہ نے فرمایا:

"وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ" (النحل:۵۳)

ترجمہ:... "اور جو بھی نعمت تمہارے پاس ہے، سو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔"

ہر شخص دوسرے سے عوض اور بدلے کا خواہاں ہوتا ہے، اور اگر پورا عوض نہ ہو تو کم از کم ثواب یا ذکر خیر کا لالچ تو ضرور ہوتا ہے اور یہ بھی طلب عوض سے کم نہیں، اور قاعدہ ہے کہ عوض کا طالب منعم نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے جو انعامات اپنی مخلوق پر کئے ہیں نہ وہ کسی عوض کی طلب میں ہیں اور نہ کسی کمال کے حصول یا کسی نقصان کے دفعیے کے لئے ہیں۔ اسی لئے وہی منعم حقیقی ہے، لہٰذا اس کی ذات پاک کے سوا کوئی بھی حمد و ثنا کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

"بلغۃ الحیران" (مولانا حسین علی مرحوم کی تفسیری نکات کی کتاب کا نام ہے) میں آیا ہے کہ اس پر ایک اعتراض ہو سکتا ہے، وہ یہ کہ کافر اپنے بتوں کی تعریف

کرتے ہیں یا کچھ لوگ دہریہ وغیرہ تعریفیں بھی غیر اللہ کی کرتے ہیں، جیسے کسی کی خوبصورتی کی تعریف کی جاتی ہے یا پھول قسم دوسری باتیں، پھر یہ تعریفیں کس طرح غیر اللہ کی ہو سکتی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سیاق عبارت سے کچھ قرینے بھی ہوتے ہیں، کیونکہ سیاق و سباق میں کچھ قرائن و اشارات ایسے ہوتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں اصل مراد کیا ہے؟ تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ کا ذکر ہے، جیسے خالقیت، رزاقیت وغیرہ کا ذکر ہے، اور کفار یہ صفات اصنام وغیرہ کے لئے ثابت کرتے ہیں، اور حقیقت میں یہ صفات خدا کی ذات کی ہیں۔ "رب العالمین، الرحمن الرحیم" اور "مالک یوم الدین" ان کا ذکر آگے آتا ہے، وہ سب اس پر دلیل ہیں، اور "ایاک نعبد وایاک نستعین" بھی اشارہ ہیں یعنی انتہائی تذلل (عبادت) اور استعانت جو کفار غیر اللہ کے لئے ثابت کرتے ہیں، وہ اے اللہ! ہم تیرے لئے اور صرف تیرے لئے کرتے ہیں۔ پھر خود قرینہ مقام بھی اس پر دال ہے کہ یہاں صفت عالیہ کا ذکر ہے، تو جائز صفات یہاں مراد ہو ہی نہیں سکتیں۔

فائدہ:۔ عقل مند لوگ کہتے ہیں کہ حمد خوشی و تنگی میں کرنا چاہئے۔ تاکہ اس کا شکر بھی ہو جو حسن حاصل ہو مصلحتیں اور دوسروں کی معیت میں تسکین ہو، الحمدللہ کہنے سے بھی بہتر ہے، دینی نعمتوں پر حمد کہنا دنیاوی نعمتوں پر حمد کہنے سے بہتر ہے، اور دین کی اولیٰ عادت پر حمد کہنا ان کے انقلاب سے پر حمد کہنے سے بہتر ہے۔ اور اس طریقے پر حمد کہنا کہ یہ سب نعمتیں منجانب حقیقی کے عطیات ہیں، بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ ان نعمتوں کے نفع و کثیر ہونے پر حمد کہے۔ بلکہ یہی حمد کا نظریہ چاہئے کہ حمد مقام اولیٰ پر پہنچ ہو اور آخرین طریق پر ادا ہو۔

یعنی خود بخود موجود ہے، اور اس کا نہ ہونا محال ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس ہے، یا وہ ممکن لذاتہ ہے، جس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے وہ موجود ہے۔ اس دوسری قسم کو عالم کہتے ہیں۔

عالم علامت سے مشتق ہے، چونکہ یہ قسم اسماء و صفاتِ الٰہی کی مظہر اور علامت ہے، اس لئے اسے عالم کہتے ہیں، اور اسماء و صفاتِ الٰہیہ کی چونکہ کوئی انتہا نہیں، اس لئے عالم بھی بے شمار ہیں۔

اور عالم کے اصول وکلیات شرع شریف کے مطابق یوں ہیں کہ جو کچھ دنیا میں موجود ہے، وہ یا ذات ہے جسے معقولیوں کی اصطلاح میں جوہر کہتے ہیں، یا صفات ہیں جنہیں عرض کہا جاتا ہے۔

ذات وہ ہے جو اپنے وجود میں دوسری چیز کی محتاج نہ ہو، جیسے آسمان، زمین۔
اور صفت وہ چیز ہے جو اپنے وجود کے لئے دوسری چیز کی محتاج ہو جیسے رنگ، بو اور مزہ۔

پھر ذات کی دو قسمیں ہیں۔ جسم اور روح۔
جسم وہ ہے جس کی مقدار اور شکل معین ہوتی ہے، اور کسی طرح وہ مقدار و شکل سے ہٹ نہیں سکتا۔

اور روح وہ ہے جس کی مقدار، شکل معین نہیں ہوتی، اور مختلف اشکال و اطوار میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔

پھر جسم کی بھی دو قسمیں ہیں: علوی اور سفلی۔ اور علوی اجسام کی بھی کئی قسمیں ہیں، جیسے عرش، کرسی وغیرہ، اور سفلی جسم کی دو قسمیں ہیں۔ بسیط یعنی عناصر اربعہ اور مرکب۔ مرکب کی دو قسمیں ہیں

مرکب تام جس میں جملہ عناصر ہوتے ہیں جیسے عالم معادن، عالم نباتات

اور عالم حیوانات، ان میں سے ہر ایک کی بے شمار قسمیں ہیں۔

اور مرکب ناقص، جس میں بعض عناصر ہوتے ہیں، جیسے: عالم بخار جس میں پانی اور ہوا ہیں، عالم غبار جس میں مٹی اور ہوا ہیں، عالم دخان جس میں آگ اور ہوا ہیں۔

غبار سے مختلف رنگوں کی آندھیاں آتی ہیں، بخار سے بارش ہوتی ہے اور منجمد ہو تو ژالہ باری اور برف باری ہوتی ہے۔

دخان سے بجلیاں، شہاب ثاقب اور دم دار ستارے پیدا ہوتے ہیں۔

اور اگر بخار و دخان زمین میں محبوس و مقید ہو جائیں تو ان کی جنبش سے زلزلے آتے ہیں۔

اور اگر زیر زمین محبوس رہیں اور ہوا کی قوت سے باہر آئیں تو چشمے جاری ہوتے ہیں۔

اور بخار لطیف سردی کے سبب آسمان اور زمین کے درمیان منجمد ہو کر زمین پر گرے تو شبنم کہلاتا ہے۔

اور بعض مقامات پر بخار لطیف منجمد ہو کر شکر سفید یا شکر سرخ کی شکل میں زمین پر گرتی ہے، جسے ترنجبین یا شیر خشت وغیرہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کی قسموں میں سے ہر ایک مرکب ہے، یہ سب جسم کے عالم ہیں۔

اور روح کے عالم کی تشریح یوں ہے کہ روح یا نیک نفس ہے، جسے فرشتہ کہتے ہیں، یا نفس بد ہے جسے شیطان کہا جاتا ہے، یا نیک و بد دونوں اس میں مخلوط ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں۔ جنات اور ارواح بنی آدم۔ فرشتوں کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ فرشتے جو اجسام علوی و سفلی سے متعلق ہیں، ان کی بہت سی قسمیں ہیں: ان میں سے کچھ حاملان عرش ہیں، کچھ مجاوران بیت المعمور ہیں، کچھ فرشتے بادلوں

اور ہوا سے متعلق ہیں، اور بارش کے ہر قطرے کے ساتھ نازل ہوتے ہیں، کچھ دریاؤں
اور کوہساروں پر متعین ہیں، کچھ بنی آدم کی حفاظت اور اعمال لکھنے پر مقرر ہیں۔

۲... وہ فرشتے جو عبادت الٰہی میں مستغرق ہیں، ان میں سے کچھ ایسے ہیں
جو ہمیشہ رکوع میں کھڑے رہتے ہیں، کچھ ایسے ہیں جو ہمیشہ سجدے میں رہتے ہیں اور
کچھ ایسے ہیں جو ہمیشہ قیام میں رہتے ہیں۔

۳... وہ فرشتے جو طائفہ مقربین کہلاتے ہیں، جو دنیا کی بڑی بڑی مہمات کی
تدبیر پر مامور ہوتے ہیں، جیسے اللہ کا پیغام پیغمبروں تک پہنچانا، مرنے والوں کی ارواح
کو قبض کرنا، ملائکہ اربعہ (جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام) اسی قسم
میں داخل ہیں۔

اور صفت کی دنیاؤں کی بھی کوئی حد نہیں، مکان، زمان، کیف، کم، وضع،
نسبت، یہ سب صفات کی قسمیں ہیں، اور عقلیات کی کتابوں میں ان سب عوالم
(عالموں) کی تفصیلات لکھی ہوئی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس ان سب عوالم کی
رب ہے، اور اسی واسطے آپ کو رب العالمین کہا گیا۔

دفع شبہ

باقی رہی یہ بات کہ عالموں کی تعمیم کے موقع پر جملہ عالمین کے ذکر کی
وجہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عالم انسانی کی ربوبیت جملہ عوالم کی
ربوبیت دریافت ہوئے بغیر ممکن ہی نہیں کہ وہ مقصود ہو سکے، کیونکہ تربیت انسانی
تربیت جملہ عوالم پر موقوف ہے، اسی وجہ سے رب العالمین فرمایا گیا۔

اور اس اجمال کی نہایت ہی مختصر تفصیل یہ ہے کہ:

انسان کے حق میں تربیت اس کی ابتداء وجود سے ہوتی ہے، اور ابتداء اس کی

سعادت ابدی کے حصول پر ہوتی ہے؛ اور سعادت ابدی اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک سچا اعتقاد، عمل صالح اور نیک خلق نہ ہوں، اور یہ تینوں باتیں اس وقت تک حاصل نہیں ہوتیں، جب تک صحت، جمال، قوت اور طویل عمر نہ ہو اور یہ چاروں چیزیں مال، اہل و عیال، مرتبہ و جاہ اور قبیلہ پر موقوف ہیں، پھر ساتھ ہی فضائل نفسی جو سعادت ابدی کے اجزا ہیں، ان کا ربط فضائل بدنی سے متصور ہی نہیں ہوسکتا، جب تک دوسری پانچ چیزیں موجود نہ ہوں۔

۱:... ہدایت یعنی عقل و شرع کے ساتھ خیر و شر کو پہچاننا۔

۲:... ثمرۂ مجاہدات، یعنی وہ نور جو عالم نبوت و عالم ولایت سے ظاہر ہو۔

۳:... مرشد، یعنی وہ چیز جو سعادت کی طرف متوجہ کرسکے۔

۴:... توفیق و تائید، یعنی مساعدت و موافقت اسباب کی بنا پر جہت خیر کا آسان ہو جانا۔

۵:... استقامت، یعنی آخر تک عزم مستقل کا باقی رہنا، پس یہ کل سولہ چیزیں ہیں، جن پر آدمی کی تربیت موقوف ہے، ان میں سب سے اولی صحت ہے، جو کھانے پینے پر موقوف ہے، اور کھانا پینا، قدرت، علم اور ارادے پر موقوف ہے، اور ان میں سے علم حواس خمسہ، قوت تلاش و جستجو اور قوت غضب (جو مانع کو رفع کرے) پر، اور حس مشترک اور خیال وغیرہ پر موقوف ہے، تاکہ محسوسات کے مجموعہ کو نگاہ رکھے، اس کے ساتھ ہی غذا کے لئے زبان، دانت، کام و دہن، معدہ، ہضم کیلئے اور ہضم کیلئے کی ضرورت پڑتی ہے، اور غذا کی تیاری کی خاطر زراعت و کاشت کی ضرورت ہے، اور اس کے لئے مٹی، ہوا اور پانی کی ضرورت ہے، پانی کے لئے نہروں اور بارش اور پہاڑی (پانیوں کے) ذخیروں کی ضرورت ہے، ساتھ ہی موسموں کی تبدیلی بھی ضروری ہے؛ تاکہ بیج زمین سے اگ سکیں، پھر جب کھیتی اگتی ہے، تو اس کے لئے چاند

جائے، یہ تربیت مخلوق کے شایاں ہے۔

دوسری تربیت یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے فائدے کے لئے پرورش کیا جائے، یہ قسم خالق کے شایانِ شان ہے، کیونکہ مرتبہ ذاتی سب سے زیادہ بلند ہے، جو اپنی مخلوقات سے استغناء پائے، یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

"من لم یسئال اللہ یغضب علیہ۔"

(مشکوٰۃ ص ۱۹۵ بحوالہ ترمذی)

ترجمہ... "جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے، اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔"

یہیں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رب العالمین اللہ تعالیٰ کی وکمل صفات میں سے ہے اور جو کچھ ایمانا ہوتا جاتا ہے سب اس مبارک نام کے انوار میں سے ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:

اللہ تعالیٰ کے علم میں رحمت ایصالِ خیر اور دفعِ شر کو کہتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں: ذاتی اور صفاتی۔

رحمت کی دو قسمیں:

۱... ذاتی، ۲... صفاتی۔

رحمتِ ذاتی کی پھر دو قسمیں ہیں: عام اور خاص۔

عام یہ ہے کہ وجود عنایت فرما دیا۔

اور خاص یہ ہے کہ کسی کو تقرب الی اللہ بخشا گیا۔

رحمتِ صفاتی کی بھی دو قسمیں ہیں: عام اور خاص۔

ہر اس چیز کی بخشش جو ہر موجود کے لائق ہے، عام ہے۔

اور ایسی چیز بخشنا کہ دوسروں پر اسے فضیلت مل جائے، یہ خاص ہے۔

بسم اللہ میں رحمتِ ذاتی کا ذکر ہے اور الحمد للہ میں رحمتِ صفاتی کا، اس لئے بے تکرار نہ ہوا۔ یا الحمد للہ میں ادائے حمد کے سلسلے میں مکرر لائے۔ یہ بسم اللہ میں ابتدائے ایجاد کی رحمت کا ذکر ہے، اور الحمد للہ میں انتہائے ایجاد کی رحمت کا، اور وہ نجات ہے۔

حمد کو دو طریقے سے ضرور جاننا چاہئے۔ پہلا اس طرح کہ اس کی رحمت کا تقاضا ہے، دوسرا یہ کہ مقصود عبادت ہے اور عبادت ہی خلق انسان اور تخلیقِ عالم کا مقصود ہے۔

فائدہ... بعض لوگ کہتے ہیں کہ رحمٰن و رحیم ایک ہی معنی کے دو لفظ ہیں، جیسے ندمان و ندیم، اور دونوں کو صرف تاکید کے لئے جمع کیا گیا ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ رحمٰن رحیم سے زیادہ بلیغ ہے تین طریق پر:

١... رحمتِ ایجادی کے افراد کی کثرت کے لحاظ سے۔

٢... مرحومین کی کثرت کے لحاظ سے، یہ دونوں زیادتیاں کمیت میں ہیں۔

٣... کیفیت میں زیادتی یہ ہے کہ اسم رحمٰن بڑی بڑی رحمتوں کے ساتھ مخصوص ہے اور صرف خدا تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے، ان کے سوا کسی کو رحمٰن کہنا کفر ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ دنیا و آخرت کی گوناگوں نعمتیں رحمتِ رحمانی کے آثار ہیں، اور رفع بلیات رحمتِ رحیمی کا مقتضا ہے۔ پس اگر رحمٰن ابلغ ہو تو پہلے اللہ کا ذکر، پھر رحمٰن کا ذکر اور پھر رحیم کا ذکر یہ مناسبت تنزلی ہے۔ یعنی اوپر سے نیچے کی طرف آنا اور اس صورت میں رحیم کا لفظ رحمٰن کے ذکر کے بعد جو کمال رحمت پر دلالت کرتا ہے، ردافت و تتمہ کے قبیلہ سے ہے، کیونکہ لفظ رحمٰن نے کلیات کی نعمتوں اور اصولوں کو لیا، اور لفظ رحیم فروع و جزئیات کی نعمتوں پر مشتمل ہے، اور تتمیم کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی کو

ہو نہیں تو حسنِ اشیاء کس طرح نظر آتا؟ فقر نہ ہو تو دولت مندی کیسے ظاہر ہوتی؟ رات نہ ہوتی تو دن کہاں ہوتا؟ وبضدها تتبين الاشياء، ذوق نے کیا خوب کہا ہے:

گل ہائے رنگ رنگ سے ہے رونقِ چمن
اے ذوق! اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ:

انصاف کے تقاضے کی بنا پر روزِ جزاء نیک و بد اور مطیع و عاصی کے درمیان فرق کی بنا پر ہے۔ اگر دنیا ہی میں نیک لوگوں کو نعمت، دولت اور عافیت دے دیتے، اور بُروں کو ناداری، بیماری اور مصیبت میں گرفتار رکھتے۔ تو لوگ بالطبع حصولِ دولت کی خاطر نیکی کی راہ لے لیتے، اور ایمان کے سبب کا کوئی سلسلہ ہی نہ رہتا، اور اس طرح اَمرِ تکلیف درہم برہم ہو جاتا، اور بے اختیار لوگوں سے نیکیوں کا (دولت کی طمع میں) ظہور ہوتا، یہی وجہ ہے کہ روزِ عمل اور روزِ جزا کو اللہ تعالیٰ نے جدا جدا فرمادیا، تاکہ ہم پر تکلیف و معاملہ کی حقیقت واضح ہو جائے۔

"مٰلِکِ" اور "مَلِک" دونوں طرح متواتر قراءتوں میں آیا ہے، اور دونوں کی ترجیح کے متعلق دلائل دیئے گئے ہیں۔

بعض لوگ "مٰلِکِ" کی قراءت کو ترجیح دیتے ہیں، اس واسطے کہ مالکیت انسان و غیر انسان سب پر مشتمل ہو سکتی ہے، اور "مَلِک" (یعنی بادشاہ) صرف انسانوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور بعض "مَلِک" کو ترجیح دیتے ہیں، اور دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہر بادشاہ مالک ہوتا ہے، اور ہر مالک بادشاہ نہیں ہوتا، اس لئے "مَلِک"، "مٰلِک" سے زیادہ عام ہوا۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ:

مفعول کو فعل پر مقدم کرنے سے اہل عرب کے ہاں اختصاص کا فائدہ ہوتا ہے، ترجمہ یوں ہوگا کہ: ''ہم صرف آپ کی عبادت کرتے ہیں، اور آپ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے'' لیکن اگر ''اِیَّاکَ نَعْبُدُ'' کی بجائے ''نَعْبُدُکَ'' کا لفظ ہوتا تو یہ اختصاص ثابت نہ ہوتا۔

عبادت کی حقیقت یہ ہے کہ دوسرے کی انتہائی تعظیم کی بنا پر اس کے سامنے اپنے آپ کو اپنے اختیار سے انتہائی تذلل کے ساتھ پیش کیا جائے، اسی واسطے عبادت مالک حقیقی کے ساتھ مخصوص ہے۔ تذلل انتہائی نہ ہو یا اختیاری نہ ہو یا مزاح کے طور پر کیا جائے تو ایسے تذلل کو عبادت شمار نہیں کیا جائے گا۔ اور بندہ کس طور پر حقیقی تذلل وہی کر سکتا ہے، جس پر انتہائی انعام کیا گیا ہو، اور انتہائی انعام سوائے ذات صمدیت کے اور کون کر سکتا ہے؟

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بندے کے تین حال ہیں: ماضی، حال اور مستقبل۔ ماضی میں اسے نیست سے ہست فرمایا، پھر مردہ نطفہ کو زندگی عطا فرمائی، جاہل تھا، بے تعلیم سے نوازا، علم کے اسباب۔ حواس و عقل عطا فرمائے، جیسا کہ ارشاد ہے:

> ''وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ۔'' (النحل:۷۸)
>
> ترجمہ: ''تمہیں ماؤں کے پیٹ سے نکالا ایسی حالت میں کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے، پھر تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔''

اور ان کی ضرورتیں تو حد سے زیادہ ہیں، اگر کسی مرتبے آخر تو تمام کی حاجات ضروریہ کو پورا کرنے کا احسان شمار نہیں ہو سکتا، اور مستقل جو ہمارے موت سے وصال جنت تک ہے، اس تمام کی حفاظت غرض صرف فضل خداوندی پر موقوف ہے، لہٰذا بندہ کے لئے کسی حالت میں بھی سوائے ذات خداوندی کے کہیں بھی پناہ نہیں، اور ذات خداوندی کے سوا جو بھی ہے وہ خود فقیر و محتاج ہے، اور جو شخص خود اپنی حاجت میں گرفتار ہوتا ہے، وہ دوسرے کو کیا فائدہ دے سکتا ہے؟ اور غنی مطلق صرف ذات خداوندی ہے، اس لئے وہی مستحق عبادت ہے، اسی وجہ سے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ"

(بنی اسرائیل: ۲۳)

ترجمہ: "تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا
کسی کی بھی عبادت نہ کی جائے"

بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ غنی بالذات ہے، تو اسے عبادت کی بھی پرواہ نہیں، پھر ہم کیوں عبادت کی مشقت و محنت میں پڑے رہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ذات و صفات الٰہی کے کمال کا تقاضہ یہ ہے کہ جو نقصان سے خالی ہیں، وہ اس کے سامنے تذلل کرے اور انتہائی تعظیم بجا لائے، کیونکہ حکمت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ہر چیز کو اپنے محل میں رکھا جائے۔ اور کمالات خداوندی کا محل یہ ہے کہ ان کی انتہائی تعظیم بجا لائی جائے، اور نقصانات انسانی کا محل یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے، جو نقصانات سے منزہ ہے، انتہائی تذلل سے پیش آئے، اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو خلاف حکمت ہوگا۔

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انعام چونکہ انسان پر انتہا کو پہنچا

ہوا ہے، چنانچہ اشارۃً رب العالمین کی تفسیر میں یہ بیان ہو چکا ہے۔ تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کام میں لائے، چونکہ عقل، پہچان اور معرفت کے لئے ہے، اور اعضاء و جوارح اس لئے ہیں کہ انہیں ہیئت عبادت کے ساتھ مکلّف کیا جائے، اور عبادت معرفت کی نگہبان ہے، اگر عبادت نہ ہوگی تو معرفت کا تخم محفوظ نہیں رہے گا، معرفت، آدمی کا سرمایہ محفوظ ہے، اور عبادت اس کا ثمرہ۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ معرفت و عبادت میں قانونِ شریعت کی کیا ضرورت ہے؟ عقل کافی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کو صرف عقل ہی نہیں ملی، بلکہ وہم و خیال بھی اس کے ساتھ ساتھ ملے ہیں، اگر قانونِ شریعت کی تائید شاملِ حال نہ ہو تو عقل اکثر معرفت و عبادت کے متعلقہ امور کے ادراک سے عاجز آ جائے گی، گویا عقل بمنزلہ بصارت کے ہے، اور قانونِ شریعت بمنزلہ شعاعِ آفتاب کے۔ آنکھ اسی وقت چیزوں کو دیکھے گی جب روشنی موجود ہوگی، ورنہ روشنی نہ ہو تو آنکھ رکھتے ہوئے بھی آدمی کچھ نہ دیکھ سکے گا۔

عبادت کی اغراض:

اور یہ بھی سمجھیں کہ عبادت کی اغراض تین ہو سکتی ہیں:

۱:... ثواب کی رغبت کی خاطر کوئی عبادت کرے گا۔

۲:... یا عذاب اور عتاب سے بچنے کی خاطر۔

۳:... یا مشاہدۂ حق کی خاطر، کیونکہ الٰہیت عزت و ہیبت کا سبب ہے، اور عبودیت عاجزی کا۔

پس یہ آخری وجہ سب سے اعلیٰ و ارفع ہے، مگر یہ تینوں درجے سوائے روزِ جزا کے پورے نہیں ہو سکتے، اسی وجہ سے "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" کو "مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ" کے بعد لایا گیا۔

پھر "ایاک نعبد" میں جمع کا صیغہ استعمال کرنے کی تعلیم دی گئی، "ایاک اعبد" واحد کا صیغہ نہیں لایا گیا، اس میں ایک تو یہ نکتہ ملحوظ ہے کہ کسی کا یہ کہنا کہ: "میں تیرے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں" زیادہ اچھا ہے، بہ نسبت اس کے کہ: "میں تیرا بندہ ہوں"، اور اگر یوں خیال کیا جائے کہ اپنی ناقص عبادت کو میں کاملین کی عبادت کے ساتھ ملا کر پیش کرتا ہوں، تاکہ ان کاملین کی عبادات کے ساتھ میری ناقص عبادت بھی مقبول ہو جائے کہ: "بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم" تو اور بھی اچھا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

بپذیر غلاماں را بطفیل نیکاں
رشتہ وابستگی توبہ میر کہ گیر مگیر

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

استعانت کے معنی ہیں مدد چاہنا، اور کام میں چار قسم کی مدد ہوتی ہے:

۱۔ ایک یہ کہ کام پر قدرت عطا فرمائے، جیسے عقل دے، شعور دے اور صحیح وسالم اعضاء عنایت فرمائے۔

۲۔ دوسری یہ کہ کام کو آسان فرمائے، اور فراغ خاطر کے ساتھ ساتھ رکاوٹوں کو بھی دور فرمائے۔

۳۔ تیسری یہ کہ جس کام کا داعیہ اور جس کام کی آرزو عطا فرمائی ہے اس کام کو بھی نزدیک فرمائے۔

۴۔ چوتھی یہ کہ جیسے اس نے تمام انبیاء علیہم السلام کو رہبر بنائے تو انہیں بھی نیکی کی راہ پر چلنے کی توفیق دے اور اپنے کاموں کو دوسروں کے لئے مرغوب اور دلربا بنائے جو ان لوگوں کے تھے، اور یہاں بھی "نستعین" پر "ایاک" دوسری خاطر سے مقدم

لایا گیا، یعنی ہم غیر سے ہرگز استعانت نہیں کرتے، اور یہ استعانت یا تو عبادت کے ساتھ مخصوص ہے، جیسا کہ "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" کا قرب اس پر دلالت کرتا ہے، یعنی آپ کی عبادت میں آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، آپ ہم پر موانع، عوارض اور قوادح کو دور کر کے اور باعثات کو پیدا کر کے عبادت آسان فرمائیں۔

دُنیا، مخلوق، شیطان اور نفس یہ سب موانع ہیں، مصائب و آلام اور غم و فکر یہ عوارض ہیں، ریا، شہرت اور خود بینی یہ قوادح ہیں، خوف، رجا اور اشتیاقِ مشاہدۂ حق، یہ بواعث ہیں، اور یہ سب باتیں سوائے اعانتِ الٰہی کے ممکن نہیں۔

رفعِ شبہ

یہاں ایک شبہ وارد ہوتا ہے کہ اگر عبادت مقدور میں ہے، تو اعانت بھی خود بخود ہو جائے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادۃ اللہ یہ ہے کہ اعانت انہیں کی، کی جاتی ہے جو استعانت کریں، اور حسبِ عادی کو بے سود نہیں کہا جا سکتا، اور اگر استعانت کو عبادت کے ساتھ مخصوص شمار نہ کیا جائے، بلکہ دین و دُنیا کے سب اُمور میں اسے عام سمجھا جائے، تو پھر وجہِ اختصاص یہ ہے کہ اعانت حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، کیونکہ کوئی دوسرا بھی اعانت کرے تو اس کے دل میں بھی اعانت کا داعیہ پیدا کرنے والا خداوند تعالیٰ ہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا ایسی قدرت نہیں رکھتا کہ کسی کے دل میں یہ داعیہ پیدا کر دے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بندہ کو کام کرنے یا نہ کرنے میں اختیار حاصل ہے، جس جانب کو چاہے ترجیح دے، مگر یہ ترجیح دینا اسے از خود میسر نہیں، کیونکہ اگر مرجّح بندہ ہی کی طرف سے ہو تو اس مرجّح میں بھی بات کی جائے گی، تا آنکہ تسلسل لازم آئے گا، اور وہ محال ہے، اس لئے لازم ہوا کہ مرجّح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو،

بنابریں استعانت بھی حقیقی طور پر اسی سے ہو سکتی ہے، کسی دوسرے سے نہیں ہو سکتی۔

مشرکین جو غیر اللہ سے استعانت کرتے ہیں۔ تو اس کی کئی قسمیں ہیں۔

بعض لوگ نیک مردوں کو اپنا مربی شمار کرتے ہیں۔

بعض ارواح فلکیہ میں سے ہر اقلیم کے لئے ایک روح متعین مدبر جانتے ہیں۔

بعض عالم برزخ کے انواع میں سے ہر نوع کے لئے ایک متعین مدبر خیال کرتے ہیں، پھر بیماریوں کے دفع کی خاطر یا جہان میں حرارت و برودت کی کیفیت پیدا کرنے کی خاطر ان سے استعانت کرتے ہیں، اور چونکہ وہ ارواح نظر کے سامنے نہیں ہوتیں، اس لئے ان کے خیالی بت بنا کر ان کے سامنے نیاز و زاری کرتے ہیں، بعض لوگ اپنی قوم کے ہونہار لوگوں اور ان کے ہیکلوں کی پرستش کرتے ہیں، بعض اجسام بسیطہ کی عبادت کرتے ہیں، جیسے ہندو آگ کو پوجتے ہیں، بعض لوگ ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں جن پر تبدیل فصول یا تبدیلی روز و شب موقوف ہے۔ جیسے آفتاب و مہتاب۔

بعض لوگ اجسام معدنیہ کی پوجا کرتے ہیں جیسے پتھر، سونا، چاندی۔

بعض درختوں اور پودوں کی پوجا کرتے ہیں، جیسے پیپل کا درخت یا تلسی وغیرہ، اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان چیزوں کی ارواح کو ملاء اعلیٰ سے مناسبت ہے اس لئے یہ قابل عبادت ہیں۔

مسلمان آدمی ان دو باتوں یعنی "إياك نعبد وإياك نستعين" سے ان سب کی تردید کرتا ہے، اور ملت حنفی کی ساری حقیقت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام لائے، انہی دو کلمات کی تفصیل و تشریح ہے۔ عبودیت (یعنی انتہائی تعظیم کی خاطر انتہائی تذلل اختیار کرنا) عناصر، فلکیات اور ارواح خبیثہ کے لئے جائز نہیں، کیونکہ غایت تعظیم کے اسباب ان میں نہیں ہیں، اسی واسطے غایت تذلل بھی غیر خدا کے لئے بے موقع و بے جا ہے۔ اور مالک اعلیٰ کے حق کو ضائع کرتا ہے۔

عبادت کی دو قسمیں:

عبادت کی دو قسمیں ہیں: ۱...اعتقادی۔ ۲...عملی۔

کسی کو متصرف اُمور، حیات وموت دینے والا، رزق دینے والا، عالم الغیب والشہادۃ، نفع دینے والا، نقصان دینے والا اور اسی طرح کی دوسری صفات والا مانے تو اس کو عبادتِ اعتقادی کہتے ہیں۔ اور اس اعتقاد سے ہر قول وفعل (جو موجبِ تعظیم) پیدا ہوا، اسے عبادتِ عملی کہتے ہیں، یہ دونوں عبادتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

مشرکانہ وغیر مشرکانہ تعظیم میں فرق:

اگر غیر اللہ کے ساتھ اس طرح کا اعتقاد رکھیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو صفتیں مخصوص ہیں، ان میں سے کسی صفت کو کسی دوسرے کے لئے ثابت کریں، اس کو شرک فی الاعتقاد کہتے ہیں۔

اور ایسے اعتقاد سے جو قول وفعل مشعرِ تعظیم پیدا ہو، اس کو شرک فی الاعمال کہتے ہیں۔

اور جو تعظیم کہ اس اعتقاد کے بغیر ہو، وہ محض تعظیم ہے، جیسے ماں باپ کی تعظیم، اُستاذ اور مرشد کی تعظیم، بادشاہ کی تعظیم، یہ سب شرک نہیں۔ ہاں! چند تعظیمی افعال جو اگرچہ شرک نہیں، مگر شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں قطعاً منع ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم کھانا یا بغیر اعتقادِ مذکور کے بتوں کی تعظیم یا ذی روح چیز کی تصویر بنانا یا غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی کرنا وغیرہ۔ اس تقریر سے مشرکانہ تعظیم اور غیر مشرکانہ تعظیم کا فرق واضح ہوگیا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عبادت صرف خدا تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے، غیر اللہ کے لئے جائز نہیں۔

استعانت جائز وممنوع:

استعانت یا تو اس چیز کے ساتھ ہوتی ہے کہ اس کے استقلال کا وہم مشرکین وموحدین میں سے کسی کے دماغ میں نہیں گزرتا، جیسے آب ودانہ سے بھوک اور پیاس میں، طبیب وادویہ سے دفع امراض میں، امرا وملوک سے وجہ معاش کے تعین میں، سایۂ درخت سے راحت کی خاطر، استاذ سے طلب علم میں، مرشد سے اصلاح کے سلسلے میں، تجاروں اور مزدوروں سے کاروبار وغیرہ میں استعانت ومدد حاصل کرنا، کیونکہ حقیقتاً یہ استعانتیں نہیں بلکہ معاونات ہیں، کیونکہ استعانت بالامیر حقیقتاً معاونت خدمت کیا جاتا ہے، اور معالجوں سے استعانت صرف زائد تجربے کی بنا پر طلب مشورہ ہے، اور مرشد واستاذ سے استعانت صرف فیض صحبت اور حصول علم وغیرہ کے لئے ہے، ان میں استقلال کا واہمہ بھی نہیں ہو سکتا، اس لئے ان میں استعانت بلا کراہت جائز ہے، خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ." (المائدہ)

ترجمہ... "نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی معاونت کرو، اور گناہ اور برائی کے کاموں میں معاونت نہ کرو۔"

یا پھر استعانت ایسی چیزوں کے ساتھ ہوتی ہے جن کے استقلال کا وہم مدارک مشرکین میں جاگزین ہے، جیسے استعانت بارواح یا استعانت بروحانیات فلکیہ یا استعانت بروحانیات عنصریہ یا استعانت بارواح ساحرہ جیسے بھوانی، شیخ سدو وغیرہ اور دفع بلا ومصیبت میں یا کار خیر میں غائبانہ پکارنے کے ساتھ ان سے استعانت یا انکے

حاضر ناظر جاننا، یہ سب باتیں عین شرک اور ملتِ اسلامیہ کے عقائد کے منافی ہیں۔

عبادت و استعانت کن وجوہ سے ہے؟

یہ معلوم ہونا چاہئے کہ عبادت و استعانت کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں، مثلاً:

۱... کسی کے کمالِ ذاتی کی وجہ سے عبادت و استعانت کی جائے۔

۲... یا اس واسطے استعانت و عبادت کی جائے کہ اس کی ربوبیت محیطِ کل ہے اور اعانت کی ربوبیت ہے۔

۳... یا کسی سابقہ نعمت کی بنا پر عبادت و استعانت ہو۔

۴... یا اس واسطے عبادت و استعانت ہو کہ کشفِ نعمت یا نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔

ان کی تعیین وصفِ کونی کے لحاظ سے اور ابد و اقتدار کی حیثیت سے صرف ذاتِ خداوندی کے ساتھ مخصوص ہیں، لہٰذا یہ عبادت غیراللہ کی کرنا حرام اور کفر ہے، کیونکہ یہ سب ربِ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں، اور استعانت مخصوص کی تعلیل یہ ہے کہ مشرکین غیراللہ سے استعانت کرتے ہیں، اور ہم صرف اسی سے استعانت کرتے ہیں، کیونکہ ہر طرح کی اعانت اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔

نکتہ:... اس بات کو، کہ ہم رب کی عبادت کرتے ہیں، اور اسی سے استعانت کرتے ہیں، عربی زبان میں کئی طرح ادا کیا جا سکتا ہے، مثلاً:

۱... ایاک نعبد و نستعین.

۲... لک نعبد و نستعین.

۳... لک نعبد و بک نستعین.

۴... لا نعبد الا ایاک، ولا نستعین الا ایاک.

پہلی عبارت میں یہ نقص تھا کہ مکرر نہ آنے کی وجہ سے اس جملہ کو علیحدہ جملہ شمار کرکے مطلب یوں کیا جاتا کہ حصر صرف عبادت میں شمار کیا جاتا، استعانت میں شمار نہ کیا جاتا۔

دوسری عبارت میں نقص یہ تھا کہ اسم تفضیل کا بھی شمار ہو سکتا ہے، حالانکہ عبادت اور اعانت میں خدا تعالیٰ کا قطعاً کوئی نفع وابستہ نہیں۔

تیسری عبارت میں یہ نقص تھا کہ "ایاک نستعین" سے وہم ہوسکتا تھا کہ خدا تعالیٰ خود محبوب و مقصود نہیں، بلکہ صرف بندہ اور محبوب میں آلہ ہے۔

چوتھی عبارت میں اگرچہ اور کوئی نقص نہیں مگر یہ مخفی عبادت ہے، غیبت نہیں، اور موجودہ عبارت اختیار کرکے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ مقام مناجات میں صفات کی طرف التفات کم ہوتا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ:

ہدایت کے کئی مراتب ہیں، مثلاً: ہدایت کے معنی: مطلوب کی طرف راہ دکھانا ہے، یا تو الہامی صورت میں، جیسے بچے کو ماں کا پستان چوسنے کا الہام کیا جاتا ہے، یا بچے کی شکایت کا رونے سے اظہار کرتا ہے، یا ظاہری و باطنی حواس کے ساتھ، یا عقل کی راہ نمائی کے ساتھ یا دلائل عقلیہ کے ساتھ، یا رسولوں کے بھیجنے کے ساتھ، پہلی ہدایت الہام ہے، پھر ہدایت حواس ہے تاکہ نیک و بد کو سمجھے، پھر جہاں حواس ظاہری و باطنی نہیں پہنچ سکتے وہاں عقل عطا فرمائی گئی، تاکہ حواس سے جانی ہوئی چیزوں سے کلیے مرتب اخذ کرسکے، اگر عقل کو پتہ نہ چلے تو حواس یا عقل کی مدد سے دریافت کرنے کے لئے دلائل نظریہ عطا فرمائے، اور جو چیز عقل اور دلائل نظریہ کے ساتھ بھی مدرک نہ ہو یا وہم و خیال کے ادراک میں معارضہ کرے، تو ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے۔

انزالِ کتاب کی دو قسمیں:

انزالِ کتاب دو قسم ہے: عام اور خاص۔

عام یہ کہ خیر و شر کی راہ کو واضح کیا، پھر یہ بھی دو قسم ہے: تبیانی اور توفیقی۔

تبیانی یہ ہے کہ جو کچھ رسول لائے، ان کی اس حد تک تشریح ہو کہ اس کی فہم مراد میں کچھ شک و شبہ نہ رہے، اس کو عرفِ فقہاء میں ابتلا کہتے ہیں۔

اور توفیقی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ہدایت سے کسی شخص کے حق میں ہدایت کے اسباب فراہم ہو جائیں اور اس پر تمسک کی راہ آسان فرما دیں، تا کہ وہ سعادتِ ابدیہ اور برگزیدگی کے مقام پر پہنچ جائے، توفیق کی انتہا دنیا میں دریافتِ حق اور آخرت میں بہشت ہے۔

انزالِ کتاب خاص: یہ ہے کہ عالمِ نبوت یا عالمِ ولایت کا نور کسی شخص کی قوتِ مدرکہ پر چمکے اور اسے حقائقِ اشیاء کا پورے کا پورا علم حاصل ہو، پھر اس کے بھی تین درجے ہیں۔

ہدایت کے تین درجے:

۱:۔۔۔ ہدایت من اللہ: جیسے قرآن پاک میں آیا ہے: "قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ"۔ (البقرہ:۱۲۰)

۲:۔۔۔ ہدایت الی اللہ: جیسے قرآن میں آیا ہے: "إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ"۔ (الصافات:۹۹)

۳:۔۔۔ ہدایت باللہ: جیسے حدیث شریف میں آیا ہے: "لولا اللہ ما اهتدینا"۔

ایک بات اور بھی سمجھ لینی چاہئے کہ ہدایت کے معنی صرف راستے کا نشان بتلا دینا ہو تو اسے متعدی بالی لاتے ہیں، اور اگر اس کے معنی وصولِ راہ ہو تو اسے

متعدی بلام لاتے ہیں، اور اگر غیر سے منقطع کر کے مقصد تک پہنچانا مقصود ہو تو اسے بغیر کسی حرف کے متعدی کرتے ہیں، لہٰذا لفظ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" میں بندے کو انتہائی عاجزی کے اظہار کا حکم ہے کہ راستے کے نشان دیئے یا راستے پر پہنچانے کی طلب پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ جب تک اللہ تعالیٰ کی ہدایت وشلِ راہ اور رفیقِ مسافت نہ ہو مقصود حاصل نہ ہوگا۔

اور "اِهْدِنَا" میں صیغۂ جمع لانے کی وجہ بھی وہی ہے جو "نَعْبُدُ" میں بیان ہو چکی ہے، خصوصاً یہ مقامِ دعا ہے اور دعا سب مسلمانوں کی طرف سے ہو تو اس کی قبولیت کی زیادہ امید ہے، اور پھر جب حمد سب حمد کرنے والوں پر مشتمل ہے، اور عبادت واستعانت میں بھی سب شامل ہیں تو ضروری طور پر ہدایت میں بھی سب کا ذکر زیادہ مناسب ہے۔

طریقِ مستقیم کی تشریح:

فائدہ:... سلوک کی راہ میں طریقِ مستقیم اعتدال کا راستہ ہے، جو افراط و تفریط کے درمیان ہوتا ہے۔ افراط وتفریط دونوں بُرے ہیں، اس کی تھوڑی سی تفصیل ملاحظہ کیجیے:

آدمی میں تین قوتیں:

آدمی میں تین قوتیں ہیں، اور انہیں تین قوتوں کے اعتدال کا نام صراطِ مستقیم ہے۔

ا:... قوتِ عقلیہ: اسی کو عقلیہ بھی کہتے ہیں، اور اس کا کام حقیقت کو دریافت کرنا ہے۔ پھر حقائق یا ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کے ہوں گے یا دنیا و آخرت میں اس کے آثار افعال کے، ارواح، ملائکہ، اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کے ہوں گے،

یا معاملاتِ قبر، دوزخ، بہشت، حساب و میزان وغیرہ کے، یا دوسرے اجسام و اغراض کے ہوں گے۔

تفکرِ علمِ الٰہی میں افراط و تفریط:

الف، ب:... ذات و صفاتِ باری تعالیٰ یا اس کے جو افعال و آثار دُنیا و آخرت میں ہیں اس کا نام علمِ الٰہی ہے، اس میں افراط و تفریط یوں ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی ذات کے سلسلے میں تفکر شروع کرے اور اسرار کے دریافت کرنے کے درپے ہو، یا اللہ تعالیٰ کی صفات کی مطلقاً نفی کردے (تنزیہ کی خاطر)، یا اُن صفات کا ایسے طریقے پر اثبات کرے کہ خالق کو مخلوق کا ہم رنگ بنادے، یا اُن صفات کا جو شریعت میں ثابت ہیں، تاویلِ باطل سے ان کا انکار کرے، جیسے سمع، بصر، رُؤیت، غضب اور کلام وغیرہ کا انکار کرے، یا اللہ تعالیٰ کے افعال کو معلّق باغراض خیال کرے، یا اپنی عقل کے مطابق خدا تعالیٰ کے لئے کئی چیزیں اصلح و الطف شمار کرکے ضروری سمجھے، یا انسان کے افعال کی انسان کی طرف ہی نسبت کرے، اور ان افعال میں اللہ تعالیٰ کی تأثیر کا منکر ہو، یا انسان کو بالکل پتھر کی طرح بے دخل سمجھے، اور "جبریہ" بن جائے، یا ایسی قسم کے عقائدِ باطلہ رکھے۔

علمِ نبوّت میں افراط و تفریط:

ج:... اَرواح، ملائکہ، اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کے حقائق کا نام علمِ نبوّت ہے، اس میں افراط و تفریط یہ ہے کہ: ان مراتب و مناصب کی اصطلاح کا انکار کرے، یا انبیاء علیہم السلام کی عصمت و محفوظیت از خطا کا منکر ہو، اور اسی طرح انہیں دُنیوی اغراض میں منہمک ہوا اور حاجاتِ نفسانیہ سے مغلوب شمار کرے، یا اولیاء و ائمہ کے رُتبوں کو انبیاء کے مراتب تک پہنچادے، یا انبیاء و مرسلین کے لئے لوازم

الوہیت ثابت کرے، جیسے ان کے لئے عالم الغیب ہونا مانے، یا ہر جگہ ہر آدمی کی فریاد ہر وقت سن سکنا مانے، یا کن مقدورات پر ان کی قدرت ثابت کرے، یا ملائکہ اور ارواحِ انبیاء و اولیاء کی تصویریں، قبریں یا تعزیے بنا کر پوجے، یا ان سے رزق، اولاد وغیرہ کی بالاستقلال درخواست کرے، اور ان کی سفارش کو بارگاہِ خداوندی میں واجب القبول سمجھے۔

علمِ معاد و سمعیات میں افراط و تفریط:

۵... معاملاتِ قبر، دوزخ، بہشت، حساب اور میزان کو علمِ معاد و سمعیات کہتے ہیں، ان میں افراط و تفریط یہ ہے کہ ایمان کو اپنی نجات کے لئے اتنا مؤثر مانے کہ گناہوں کے ارتکاب پر کوئی خوف محسوس نہ کرے، یا ایمان کو اتنا ساقط الاعتبار سمجھے کہ ہر گناہ سے اس کے مٹ جانے کا اعتقاد رکھے، یا اللہ تعالیٰ کو مقامِ مکافات میں ایسا بے اختیار سمجھے کہ وہ صرف بندے کے اعمال کا ہی تابع ہوگا، اور معافی کا اسے اختیار ہی نہیں ہوگا، یا بہشت و دوزخ کے معاملات کو دنیائے فانی کے انقلابات کی طرح فانی شمار کرے۔

علم الجواہر والاعراض میں افراط و تفریط:

۶... اجسام و اعراض کے حقائق کو علم الجواہر والاعراض کہتے ہیں، اور علمِ طبیعی و ریاضی بھی نام رکھتے ہیں، ان میں افراط و تفریط یہ ہے کہ علم کی شرح و بسط میں اس قدر تعمق کرے کہ ہیئت و ہندسہ سے گزر کر طلسمات تک پہنچ جائے، اور نادر خواص و تاثیرات کے حصول میں مصروف ہو، یا جس قدر ان علوم کی دین و دنیا میں ضرورت ہے، ان کی بھی تحصیل نہ کرے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ:

حق یہ ہے کہ منعم حقیقی سوائے خدا کے اور کوئی نہیں، کیونکہ اصل وجہ یہ ہے کہ جب دوسرے پر احسان کیا جائے تو اپنا نفع درمیان میں نہ ہو، اور مخلوق جس قدر بھی انعام کرتی ہے اس میں کسی نہ کسی طرح اپنا نفع ضرور ملحوظ خاطر ہوتا ہے۔

منعم علیہم کے چار گروہ:

"انعمت علیہم" کے چار گروہ ہیں:

۱... انبیاء علیہم السلام۔ ۲... صدیقین۔

۳... شہداء۔ ۴... صالحین۔

اور ان کے ساتھ نعمت کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ کافروں کے حق میں نعمت حقیقۃً نعمت نہیں، کیونکہ ان پر تو احسان منظور ہی نہیں، بلکہ ان کے لئے بھی بلا و نقمت ہے، اس کی شکل صرف نعمت کی ہے۔ جیسے کسی کو زہر ملا کر حلوا دیا جائے، یا کسی فاسد مزاج ہو اور اس کو حلوہ دیا جائے، یا کوئی شخص بے وقت اور ضرورت سے زیادہ حلوا کھائے اور اسے ہیضہ ہو جائے، تو یہ حلوا ایسے لوگوں کے لئے نعمت کہاں ہوگا؟ زحمت و کلفت ہی ہوگا اور قرآن پاک میں آیا ہے:

"وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ... الآية" (آل عمران:۱۷۸)

ترجمہ:

سوال:... یہ مطلب ہے کہ کسی شخص کے دل میں یہ بات کھٹکے کہ صراط مستقیم تو ایک ہے، پھر اسے "انعمت علیہم" کے چار گروہوں میں کیوں بند کیا گیا؟ اور یہ سب لوگ مختلف طریقے اور مختلف شرائع رکھتے ہیں، کیونکہ ہر نبی کا طریقہ، زکوٰۃ اور

اشغال الگ ہیں، جیسا کہ عربی میں زبان زد ہے:

"الطرق الى الله بعدد انفاس الخلائق."

ترجمہ:... "اللہ کی طرف راستے اتنے پائے ہیں جتنے لوگوں کے سانس ہیں۔"

جواب:... اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسی طب یونانی، کہ اس کے قواعد و اصول ایک ہیں، مگر ہر طبیب معالجے میں الگ الگ طریقہ اور الگ الگ رائے رکھتا ہے۔ یا اس کی مثال ایک قافلے کی ہے کہ ان میں سے کوئی سار بان (اونٹ چلانے والا)، کوئی راہ نما، کوئی سپاہی، کوئی چوکیدار، کوئی مسافر، اور کوئی تاجر ہے، یہ سب ایک ہی راستے پر جاتے ہیں، مگر ہر شخص، اپنے منصب و عہدے کے مطابق الگ الگ کام کرتا ہے، اسی طرح یہ چار گروہ (انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین) ہیں کہ سب ایک ہی راستے (صراطِ مستقیم) پر جاتے ہیں، مگر زیوٹیاں ہر ایک کی مختلف ہیں، اصل دین میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ قوموں کی استعداد اور وقت کے مصالح کے اختلاف سے صرف طریق کار تبدیل ہو جاتا ہے، مگر راستہ نہیں تبدیل ہوتا۔

فائدہ:... "اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" میں انعام کی اسناد (نسبت) ذاتِ الٰہی کی طرف اس وجہ سے کی گئی ہے کہ جو کچھ کامل سے آئے گا، کامل ہی ہوگا۔

پھر خطاب کا لفظ لائے، تاکہ بندہ حضور سے غیب کی طرف راجع نہ ہو جائے، کیونکہ یہ ترقی کے بعد تنزل ہوگا۔

پھر ماضی کا صیغہ لائے تاکہ وہ انعام متیقن ہو جائے، کیونکہ مستقبل تو شک میں ہے، اور "اَنْعَمْتَ" کا مفعول حذف کیا گیا، تاکہ انعام دنیوی اور اخروی دونوں کو شامل ہو جائے۔

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ:

لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو اصحاب نعمت (یعنی انبیاء و اولیاء) کی طرف منسوب کرتے ہیں، مگر پھر گرفتار غضب یا گمراہ ہیں، ان دو الفاظ کا استثناء بیان فرما کر یہ واضح فرمایا کہ عوام اس راہِ منحرف کو راہِ مستقیم نہ سمجھ لیں۔

مغضوب اور ضال میں فرق:

مفسرین نے "مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ" اور "ضَآلِّیْنَ" کی تفسیر میں مختلف باتیں کہی ہیں، علامہ بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ" عاصی ہیں، اور "ضَآلِّیْنَ" جاہل۔

بعض کا قول یہ ہے کہ "مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ" یہودی ہیں، کیونکہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے: "وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ"، اور "ضَآلِّیْنَ" نصاریٰ ہیں، کیونکہ ان کے لئے دوسری جگہ پر فرمایا گیا: "ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ"۔

بعض لوگ "مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ" سے کافر اور "ضَآلِّیْنَ" سے بدعتی مراد لیتے ہیں، وغیر ذالک من المذاہب!

معلوم ہونا چاہئے کہ "مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ" کے دو فرقے ہیں:

۱... کافر: جو دیدہ و دانستہ عناد و کفر کرتے ہیں۔

۲... عاصی: جو عمداً فسق کرتے ہیں۔

اسی طرح ضال کے بھی دو فرقے ہیں:

۱... کافر: جو تقلید کی بنا پر کفر میں پڑے ہوئے ہیں یا کوتاہ نظری کی وجہ سے حقیقتِ دین ان پر واضح نہیں ہوئی۔

۲... عاصی: جو عفوِ الٰہی کے اعتماد پر ارتکاب معاصی کرتے ہیں یا تاکل و

طلب علم میں کوتاہی کی وجہ سے نادانستہ ارتکاب مشتبہات ہو گیا ہو۔

فائدہ:... ضلال وغضب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی گئی، جیسا کہ "انعمت" میں انعام کی نسبت کی گئی ہے، کیونکہ انعام بغیر سابقہ استحقاق کے محض انعام ہے، اور غضب شومیٔ اعمال کے سبب سے ہے، اور گمراہی کوتاہیٔ ادراک کی بنا پر ہے، گویا اللہ تعالیٰ جیسے انعام میں فاعلِ حقیقی ہے، ضلال وغضب میں فاعلِ حقیقی نہیں، بلکہ ان کا صدور اللہ تعالیٰ سے بندوں کے استحقاق کی بنا پر ہوا۔

"مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" کو "ضَآلِّيْنَ" سے پہلے لانا، اس بات کی علامت ہے کہ آخرت میں ان کی حالت "ضَآلِّيْنَ" سے زیادہ تباہ تر اور رسوا تر ہوگی۔

فائدہ:... عام مومنین کو صالحین کی رفاقت طلب کرنا چاہئے، اور صالحین کو شہیدوں کی رفاقت ڈھونڈنا چاہئے، اور شہیدوں کو صدیقین کی رفاقت اور صدیقوں کو ہمیشہ انبیاء کی رفاقت رکھنا چاہئے۔

اگر عوام انبیاء کی رفاقت چاہتے ہیں، تو انہیں درجہ بدرجہ ان تینوں گروہوں کی رفاقت ضرور کرنا پڑے گی، اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ اسلام میں اہل اللہ کے طریق میں داخل ہونا، اور ان سے توسل کرنا اچھا شمار کیا گیا، اور توسل کے معنی یہ ہیں کہ قول اور عمل میں شریعتِ مطہرہ کے قرآن کے مطابق ان کی متابعت کی جائے، لہٰذا لازم ہے کہ ان گروہوں کی معرفت بھی حاصل ہو، اس لئے ہم ذیل میں ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تعریف لکھتے ہیں:

نبی کی تعریف:

نبی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ تربیتِ بشری کے واسطہ کے بغیر خود کامل و مکمل بنائے، اس طرح کہ روح القدس کی تاثیر اس کی نظری و عملی قوتوں میں ایسے طریقے پر

آجائے کہ اس کی معلومات میں شک وشبہ راہ نہ پا سکے، اور قوت عملی سے ایسا ملکہ پیدا ہو جائے کہ وہ اعمالِ صالحہ پوری رغبت سے اس سے صادر ہوں، اور کمالِ نفرت کی وجہ سے برے اعمال سے محفوظ رہے، جب اس کے قوائے بدنی حدِ کمال کو پہنچ جاتے ہیں اور عقلِ تجربی بھی حدِ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اسے مخلوق کی طرف مبعوث فرما دیا جاتا ہے، پھر معجزات کے ساتھ اس کی تصدیق بھی کر دی جاتی ہے۔

معجزہ کبھی جنسِ کلام سے ہوتا ہے، جیسے قرآن مجید، اور کبھی جنسِ افعال سے ہوتا ہے، جیسے انگلیوں سے پانی کا جاری کر دینا، اور معجزات کے ساتھ ساتھ اسے عقلی آیات بھی دے دی جاتی ہیں، جو خواص کے ایمان کا موجب بنتی ہیں۔ چنانچہ معجزات بھی موجبِ ایمان ہو جاتے ہیں، اور جب کوتاہ بیں معجزات سے استدلال کرتے ہیں، تو کامل، کمالات سے دلیل لاتے ہیں۔ اور اخلاقِ کریمہ، علومِ صادقہ، بیانِ شافی، حجتِ بالغہ اور انوارِ صحبت (جس کے عکس وفیض سے ناقص لوگ کامل ہوتے ہیں) بھی آیاتِ عقلیہ میں سے ہیں۔ پس اگر معجزات وآیاتِ عقلیہ کی تصدیق انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نہ ہو، تو عقلِ محض، خصوصاً عوام کی عقلِ محض ان باتوں کو باور نہیں کر سکتی، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کبھی ایسی باتیں بیان فرماتے ہیں جن کو عقل باور کر سکتی ہے، جیسے وجودِ باری تعالیٰ اور اس کی صفاتِ کمال، اور کبھی ایسی باتیں بیان فرماتے ہیں جنھیں عقل بالاستقلال نہیں پا سکتی، جیسے ثواب وعقاب وغیرہ کی تفصیلات۔

صدیق کی تعریف:

صدیق وہ ہے جس کی قوتِ نظری انبیاء علیہم السلام کی طرح کامل ہو، اور ابتدائے عمر سے جھوٹ بولنے اور دورنگی بات کرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے، اور عزم میں تردد نہیں کرتا، وہ اس کا ظاہر وباطن یکساں ہوتا ہے، کسی پر طعن نہیں

کرتا، اور تعبیر رؤیا کا علم اچھی طرح جانتا ہے، اور مقدمات دینیہ میں اس کی نفسانی خواہش کا اختلاط نہیں ہوتا، مگر اس کی قوت عملی انبیاء علیہم السلام کی قوت عملی سے ناقص ہوتی ہے۔

شہید کی تعریف:

شہید وہ ہے جس کی قوت عملی انبیاء علیہم السلام کی قوت عملی سے قریب تر ہوتی ہے، اور قوت نظری ان سے ناقص ہوتی ہے، اور انبیاء علیہم السلام نے جو کچھ ان تک پہنچایا ہے، اسے اس طرح قبول کرتا ہے گویا اسے دیکھ رہا ہے، اسی واسطے اس کے لئے جان دینا آسان ہوتا ہے، ایسے آدمی ضروری نہیں کہ ظاہری طور پر بھی مقتول ہوجائے، خواہ وہ مقتول نہ بھی ہو تب بھی شہید ہے۔

صالح کی تعریف:

صالح وہ ہے جس کی قوت نظری و عملی دونوں انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ کمال سے کم تر ہوں، لیکن کمال متابعت سے اپنے ظاہر کو معاصی سے پاک اور اپنے باطن کو اعتقادات فاسدہ اور اخلاق ذمیمہ سے دور رکھے ہوئے ہو، اور یہ بھی اس طرح ہو کہ کسی دوسری چیز کی اس میں گنجائش ہی نہ ہو۔

ولی اللہ کی علامات:

اگرچہ ولی کے لفظ کا اطلاق ان تینوں گروہوں پر ہوتا ہے، لیکن زیادہ تر اس کا اطلاق صالحین پر ہی کیا جاتا ہے، اور ان گروہوں کی مشترکہ علامات یہ ہیں کہ

اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کو دوست رکھتا ہے، اور ان کے رزق کا خود کفیل ہوتا ہے، ایسے طریق پر کہ سب لوگوں سے ممتاز رکھتا ہے، اور مسافرت میں ان کا انیس ہوتا ہے، اور انہیں ایسی عزت نفس عطا فرماتا ہے جس کی وجہ سے ملوک و امراء کی خدمت

کے لئے کسی طرح راضی نہیں ہوتے، ان کی ہمت بلند فرماتا ہے، اسی وجہ سے دنیا کی مکروہات سے وہ آلودہ نہیں ہوتے، اور ان کا شرح صدر کر دیتا ہے، اسی بنا پر وہ تکالیف و شدائد سے تنگ دل نہیں ہوتے، اور اس کی مکافات میں ان کے کلام و اعمال کی برکت ان کے ہم صحبتوں اور ان کی اولاد میں پے در پے ظاہر ہوتی رہتی ہے، ان کی دعائیں اکثر قبول ہوتی ہیں۔

توسل ولی کی صورت:

جو شخص بھی کسی حاجت میں ان سے توسل کرے اور کہے کہ: اے اللہ! ان کی برکت سے میرا یہ کام آسان فرما، اس کی حاجت روائی ہو جاتی ہے، اس کے علاوہ ان کی کچھ اور خصوصیات عالم برزخ و ملکوت میں بھی ہوتی ہیں جن کو عوام نہیں سمجھ سکتے۔

ولی اللہ کے متبعین ہادی و مہدی ہیں:

جو شخص ان حضرات کا تبع ہوگا وہ ہادی و مہدی ہے، اور جو ان کا تبع نہیں یا "مغضوب علیہ" ہے یا "ضال" ہے، اگرچہ اپنے آپ کو ان کے سلک (لڑی) میں شمار کرتا رہے، جیسے یہود و نصاریٰ جو اپنے آپ کو حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما السلام کے اتباع میں شمار کرتے ہیں، حالانکہ ان کے اتباع سے دور ہیں۔

یا شیعہ حضرات! جو اپنے آپ کو اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف منسوب کرتے ہیں، حالانکہ عقائد، اعمال اور اخلاق میں وہ ان بزرگوں کے ساتھ کچھ بھی مماثلت نہیں رکھتے۔

یا وہ بے قید و بے دین طبقہ جو اپنے آپ کو سہروردی، قادری اور چشتی وغیرہ کہتے ہیں، مگر آداب و اشغال میں ان سلاسل کے لوگوں سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے۔

ضلالت کے اسباب ونتائج:

فائدہ:... ضلالت ایسی راہ کو اختیار کرنا ہے جو مطلوب تک نہ پہنچنے دے، یہ یا تو بسبب غفلت کے ہوتا ہے، جیسے لذات حسیہ کو لذات روحانیہ پر ترجیح دی جائے۔

یا نفس کسی شبہ کی بنا پر خواہش ہی میں سکون پاتا ہے، جیسے یہ لوگ کہا کرتے ہیں: نو نقد نہ تیرہ ادھار، اور اس طرح آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں۔

یا نفس کا دل پر غلبہ ہوتا ہے اور یہ غلبہ بھی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ شب خیر سے تنگ دل ہو جاتے ہیں اور عمل بد میں خوب انشراح خاطر ہوتا ہے، اور یہ بہت بری چیز ہے، کیونکہ مضمون متواتر ایسا رہنے سے نوبت یہاں تک پہنچ ہوتی ہے، جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے:

"كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" (المطففین ١٤)

ترجمہ... "ان کے اعمال نے ان کے قلوب کو زنگ آلود کر دیا۔"

اس کے بعد "غشاوۃ" کا درجہ ہے، اس کے بعد "طبع" کا، اس کے بعد "ختم" کا، اس کے بعد "موت قلب" کا اور اس کے بعد:

"لَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ"

ترجمہ... "نہ آیات نفع دیتی ہیں نہ تخویف۔"

کا مرتبہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے پناہ میں رکھے، آمین!

نیکی کے درجات:

اس کے برعکس اگر نفس حسنات پر صبر کرے تو سب سے پہلے انشراح صدر

ہوتا ہے، پھر اطمینانِ قلب تقویٰ حاصل ہوتا ہے، پھر مرتبہ نزولِ سکینت ہے اور اگر یہ مرتبہ انتہا کو پہنچ جائے تو عصمت و حفاظت کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

غضب و ضلال لانے کا نکتہ:

غضب و ضلال کے یہ دو لفظ اس لئے لائے ہیں کہ صراطِ مستقیم سے عدول دو طریق پر ہوتا ہے، یا اس طرح کہ آدمی کفر میں معاند ہو اور دیدہ و دانستہ احکامِ الٰہی کا انکار کرے، یا عمداً ارتکابِ معاصی کرکے اپنے آپ کو مستوجبِ غضب بنا لیا ہو، خواہ کفر کی حد تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو، یا کفر و معصیت میں کسی کی تقلید، تقصیرِ فہم یا کرمِ الٰہی پر اعتماد کی وجہ سے مبتلا ہو جیسا کہ گزر چکا ہے، اسے ضلال کہتے ہیں۔

فائدہ جو ساری سورت کے متعلق بیان ہوا:

اس سورت کو نماز میں پڑھنا واجب ہے، کیونکہ اعمالِ مخصوصہ میں سے نماز کے سات رکن ہیں:

۱...قیام۔ ۲...رکوع۔ ۳...قومہ۔ ۴...سجدۂ اولیٰ۔

۵...جلسہ بین السجدتین۔ ۶...سجدۂ ثانیہ۔ ۷...قعدہ۔

(بعض علماء کے نزدیک قومہ، جلسہ رکن نہیں ہے) اور اس سورت کی آیات بھی سات ہیں۔

سجدوں کی تمثیل:

پہلے سجدے کی ازل سے مناسبت ہے، اور دوسرے کی ابد سے۔ اور دونوں کے درمیان جلسہ کی مثال اس دنیا کی ہے، جو دو عدمین کے درمیان موجود ہے، نیز سجدۂ اولیٰ اشارہ کرتا ہے کہ دنیا آخر میں فنا ہوگی، اور سجدۂ ثانیہ اشارہ کرتا ہے کہ

آخرت جلالِ الٰہی میں فنا ہوگی، اور یہ دونوں تجربے بندے کی بندگی کے دو شاہد اور عدل ہیں۔

فاتحہ پنج گانہ اور اسمائے حسنیٰ سے پانچ سوال کی مناسبت:

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کے پانچ نام ہیں:

۱:... اللہ۔ ۲:... رَبّ۔ ۳:... رحمٰن۔
۴:... رحیم۔ ۵:... مالک۔

اور بندے کی صفات بھی پانچ بیان کی گئیں:

۱:... عبادت۔ ۲:... استعانت۔ ۳:... طلبِ ہدایت۔
۴:... استقامت۔ ۵:... طلبِ نعمت و پناہ از غضب۔

ان کے باہمی تعلق کو یوں خیال فرمائیے:

۱:... عبادت کا تعلق اللہ سے ہے۔
۲:... استعانت کا تعلق رَبّ سے ہے۔
۳:... طلبِ ہدایت کا تعلق رحمٰن سے ہے۔
۴:... طلبِ استقامت کا تعلق رحیم سے ہے۔
۵:... طلبِ نعمت و پناہ از غضب کا تعلق مالک سے ہے۔

انسان سے مناسبت:

اسی طرح آدمی بھی پانچ چیزوں سے مرکب ہے:

۱:... بدن۔ ۲:... نفسِ شیطانی۔ ۳:... نفسِ سبعی۔
۴:... نفسِ بہیمی۔ ۵:... جوہرِ ملکی۔

اس کی مختصر تشریح بھی ملاحظہ ہو:

۱:...جوہر عقل کا اطمینان اسم اللہ کی تجلی سے ہوتا ہے:

"اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔" (الرعد:۲۸)

ترجمہ:..."اللہ ہی کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔"

۲:...نفس شیطانی کی نرمی و انقیاد اسم رب کی تجلی سے حاصل ہوتا ہے:

"رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ۔"

(المومنون:۹۷)

ترجمہ:..."اے میرے رب میں شیطانی وساوس سے

تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں۔"

۳:...نفس سبعی کی اصلاح اسم رحمٰن کی تجلی سے متعلق ہے:

"اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ۔" (الفرقان:۲۶)

ترجمہ:..."ملک حقیقۃً آج رحمٰن ہی کا ہے۔"

۴:...نفس بہیمی کی اصلاح اسم رحیم کی تجلی سے متعلق ہے:

"وَمِنْ رَّحْمَتِہٖ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ لِتَسْکُنُوْا

فِیْہِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔" (القصص:۷۳)

ترجمہ:..."اپنی رحمت سے اس نے تمہارے لئے رات

بنائی تا کہ آرام کرسکو، اور پھر اس کا فضل طلب کرو اور شکر کرو۔"

۵:...بدن سے شناعت و کثافت کا ازالہ صفت ملکیت کی تجلی سے متعلق ہے:

"لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ، لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ۔"

(المومن:۱۶)

ترجمہ:..."آج ملک کی مالکیت کس کی ہے؟ خدائے

یکتا و برتر کی ہے!"

جب آدمی ان اسماء کی تجلیات سے مہذب و اصلاح یافتہ ہوجاتا ہے، اور اپنے مطلب کی طرف رجوع کرتا ہے، تو وہ:

۱:... بدن کی اطاعت کے لئے "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" کہتا ہے۔

۲:... نفس بہیمی کی اطاعت کے لئے (جو کہ ترک لذات کرسکے) "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کہتا ہے۔

۳:... اور نفس سبعی کے استیلاء سے خلاصی کے لئے "اِھْدِنَا" کہتا ہے۔

۴:... اور مکائد نفس شیطانی کے دفعیہ کی خاطر طلب استقامت کرتا ہے۔

۵:... اور جوہر ملکی (عقل) کی اصلاح کی خاطر ارواح مقدسہ کی موافقت ڈھونڈتا ہے اور "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کہہ کر ارواح خبیثہ سے دوری چاہتا ہے۔

سورت کے نام اور وجوہ تسمیہ

اس سورۂ شریفہ کے نام بہت سے ہیں، ان میں سے کچھ ناموں کی وجہ تسمیہ سمیت ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ جو فوائد اس سورۂ شریفہ میں ودیعت فرمائے گئے ہیں، ان میں سے کچھ نہ کچھ منکشف ہوسکیں۔

۱:... فاتحۃ الکتاب: یہ نام اس لئے پڑا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن شریف) اسی سے شروع ہوتی ہے، بلکہ اس کی "بسم اللہ" اور "حمد" کی قراءت ہر کتاب کے شروع میں آتی ہیں، ہر چیز کا وجود اس وقت دنیا میں آتا ہے، جب اس پر اسم الٰہی کا ظہور ہو، اور ہر چیز کی بقا اللہ تعالیٰ کی رحمت پر موقوف ہے۔

اس کے علاوہ اس وجہ سے بھی اسے فاتحۃ الکتاب کہا جاتا ہے کہ وہ قفائل علوم کو کھول دیتی ہے۔

چنانچہ "بسم اللہ" میں اللہ تعالیٰ کی ذات و اسماء کی طرف اشارہ ہے، جو ہزاروں سے بھی متجاوز ہیں، اور سورے کا سارا دین اور شریعت اسی معرفت و عبادت کے لئے ہے۔

"الرحمن الرحیم" سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی صفات کمال کے ساتھ اس دنیا میں موجود ہے، اور وہی منبع علوم ہے، اور "حمد" سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس کی ان نعمتوں کا شکر بھی لازم ہے جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں، اور انہیں میں سے وہ نعمتیں بھی ہیں جو اطباء کے ماہرین نے بدن انسانی میں بتلائی ہیں کہ اس میں پانچ ہزار فائدے ہیں۔

"رب العلمین" میں اس طرف اشارہ ہے کہ قسم قسم کی موجودات ہیں، کچھ ارواح، کچھ اجسام، کچھ اعراض، پھر کچھ اجسام جمادی ہیں، کچھ مثالی ہیں۔

"الرحمن الرحیم" پر ان کی نعمتوں اور برکتوں اور ساری آفتوں سے خلاصی و رستگاری کی طرف اشارہ ہے۔

"ملک یوم الدین" سے اس طرف اشارہ ہے کہ نفوس مفارقہ ابدان کے بعد باقی رہیں گے، بعض ان میں سعید اور بعض شقی ہوں گے، اور پیچھے اوپر والی ساری دنیا فنا ہوگی، اور موت کے بعد زندہ کر کے حساب و کتاب کیا جائے گا، اور بہشت و دوزخ میں جزا و سزا ملے گی، اور یہ مطلب علم اعتقاد کے اہم مطالب میں سے ہے۔

"ایاک نعبد" سے ان قلبی اور جسمانی عبادات کی طرف اشارہ ہے جو فقہ اور سلوک کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

"ایاک نستعین" میں ان مختلف صنعتوں اور حرفتوں کی طرف اشارہ ہے جو اس دنیا میں رائج ہیں، کیونکہ اولاد آدم کی سب صنعتیں اللہ تعالیٰ کی امداد اور القاء کی تحریک کے ذریعہ سے وجود میں آگئیں۔

فائدہ... بنی آدم کی جس قدر صنعتیں ہیں، وہ تین طریقوں سے وجود میں آئیں:

۱... استنتاج: یعنی دو چیزوں کو ملایا اور تیسری چیز وجود میں آگئی، جیسے بیج زمین میں ڈالا اور اس سے کھیتی وجود میں آگئی، صغریٰ کبریٰ ملایا اور نتیجہ نکال لیا۔

۲... استخدام: کسی چیز کی قوت منفعت کو اپنے کام میں لانے سے، جیسے جانوروں سے سواری کی خدمت لینا، مزدوروں سے کام لینا وغیرہ۔

۳... ایک مخلوق سے دوسری مخلوق: یعنی ایک مخلوق کے توسط سے دوسری مخلوق کی شکل یا کیفیت کو پیدا کرنا، جیسے سانچے اور آگ کے ذریعے سونے کو کنگن کی شکل میں ڈھال لینا، اسی طرح حکایت اصوات، نغمات اور خوشبوؤں کا حال ہے کہ ان سے علم موسیقی وعطریات کی صنعتیں وجود میں آگئیں۔

"اهدنا الصراط المستقیم" میں اشارہ ہے کہ علوم ومعارف کے حصول کے دو طریقے ہیں: استدلالی اور کشفی۔ پہلے کو منطقی طریقہ اور دوسرے کو اشراقی طریقہ کا نام رکھتے ہیں۔

"صراط الذین انعمت علیهم" سے نبوت وولایت کے کمالات، عقائد، جیسے اخلاقی فضائل اور اعمال صالحہ کی طرف اشارہ ہے اور "غیر المغضوب" سے گمراہ جماعتوں کے فرقوں اور اعمال فاسدہ، اعتقادات باطلہ کی طرف اشارہ ہے۔

۲... الحمد: اس سورت کا دوسرا نام الحمد ہے، کیونکہ اس کی ابتدا میں لفظ "الحمد" موجود ہے، پھر اس سورت کی حمد ہر قسم کے کمال پر مشتمل ہے۔

۳... الشکر: اسے سورۃ الشکر بھی کہتے ہیں، کیونکہ حمد ہی شکر کی بنیاد ہے، اور شکر تین طرح کا ہوتا ہے: دل سے محبت کرنا، زبان سے تعریف کرنا اور اعضاء وجوارح سے خدمت کرنا۔

۴:...سورۂ کنز: بھی اس کا نام ہے، کیونکہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ: سورۂ فاتحہ ایک ایسے خزانے میں سے آئی ہے جو عرش کے نیچے ہے، یعنی ان اسرار و معارف کی وجہ سے جن میں ذات، صفات، افعال، معاد اور علم مخاصمت وعلم احکام کی بحث ہے۔

۵:...سورۃ المناجات: اس کا ایک نام سورۃ المناجات بھی ہے، کیونکہ نمازی اس سورت کے ساتھ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مناجات کرتا ہے۔

۶:...السبع المثانی: بھی اس کا نام ہے، یعنی وہ سات آیتیں جو ہر نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں۔

۷:...قرآن عظیم: اس کو قرآن عظیم بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ ثواب کے لحاظ سے یہ سورت افضل واعظم سورتوں میں سے ہے۔

۸:...امّ الکتاب: بھی اسے کہتے ہیں اور امّ القرآن بھی، کیونکہ اس سورت میں وہ تینوں علوم موجود ہیں جو بندے کے علمی وعملی کمال پر مشتمل ہیں، اور وہ تین ہیں:

الف:...علم شریعت۔

ب:...علم طریقت، یعنی دلوں کے معاملات کی پہچان۔

ج:...اور علم حقیقت، یعنی مکاشفات ارواح کو جاننا۔

الف:...علم شریعت کی دو قسمیں ہیں: ۱:...اصول عقائد۔ ۲:...فروع احکام۔

علم اصول عقائد:

پھر علم اصول عقائد کی چھ قسمیں ہیں:

۱:... ذات کی معرفت:

علم اصول عقائد میں معرفتِ ذات سب سے پہلے ہے، اور وہ وہ چیز ہے کہ ساری موجودات اس کے ساتھ قائم ہیں، جیسے جسم روح کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔

۲:... ذاتِ پاک کے وجود کی معرفت:

پھر اس ذاتِ پاک کے وجود کی معرفت ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے ممکن کی دو طرفوں میں سے ایک کو ترجیح دی ہے، پس یقیناً وہ موجود ہوگا۔

۳:... صفات کی معرفت:

پھر اس کی صفات کی معرفت ہے، جو سب صفاتِ کمال ہیں، جو عدم کمال کا سبب ہیں، اور اس کی دلیل تربیت ہے، کیونکہ پرورش سوائے حیات، علم، ارادہ اور قدرت کے متصور ہی نہیں ہو سکتی، اور رحمت بھی اس کی دلیل ہے، کیونکہ رحمت کی حقیقت یہ ہے کہ جو چیز درکار ہو اسے بخش دینا، اور ایسا ہونا بغیر اس علم کے نہیں ہو سکتا کہ معلومین کا حال تفصیل سے معلوم ہو، اور ان میں سے جو چیز جس کے لائق ہو اس کا حال معلوم ہو، اور ہر چیز کے پہنچا دینے کی قدرت بھی ہو، اسی طرح عالم کی چیزوں کا ایک دوسرے سے تعلق اور ان میں ایک کی تدبیر کا کارگر ہونا سب میں ممکن نہیں، بجز ان صفات کے جو بیان ہوئیں۔

۴:... معرفتِ توحید:

پھر معرفتِ توحید لازم ہے کہ سب کا رب ایک ہے، اور جو کچھ اس کے ماسوا ہے سب اس کی ربوبیت کے نیچے ہے، اس واسطے مرتبہ و منصب میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا۔

۵:... معرفت عبادت:

پھر اس بات کی معرفت بھی لازم ہے کہ وہی مستحق عبادت ہے، اس دلیل سے کہ ہر چیز کو بوقت حاجت اسی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ ابتدا میں اس کی ربوبیت کی طرف، درمیان میں اس کی رحمانیت و رحیمیت کی طرف، اور آخر میں اس کی مالکیت کی طرف اور چونکہ ہر جگہ پر وہی انعام و کرم فرماتا ہے، اس لئے مستحق عبادت بھی وہی ہو سکتا ہے۔

۶:... معرفت نبوت و ولایت:

پھر معرفت نبوت و ولایت ضروری ہے، اور ایمان کے مراتب صراط المستقیم میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور کفر و فسق کے مراتب ضلالت و غضب میں ذکر ہوئے، اور فضل و عدل کی معرفت رحمٰن رحیم اور مالک یوم الدین کی صفت سے ظاہر ہوتی ہے، اور قضا و قدر کی معرفت ذکر عبادت اور استعانت سے، اور معاد کی معرفت مالک یوم الدین سے بھی ہو سکتی ہے۔

علم فروع احکام:

"نعبد" سے عبادات کی معرفت حاصل ہوئی، اور "نستعین" اور "اهدنا" سے معاملات، مناکحات اور حکومات کی معرفت ملی کیونکہ تو بعض معاملات میں عقل کی معارضہ ہوتی ہے۔ اس واسطے واجب، مستحب اور مباح کو ہدایت سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اور حرام، مکروہ اور فاسد کو غضب و ضلال سے شناخت کیا جا سکتا ہے، اور معاملات کے حافظ جو امر و نہی ہیں، ذکر عبادات سے معلوم ہوتے ہیں، اور امر و نہی کا ثمرہ جو وعد و وعید ہے، وہ "انعمت" اور "مغضوب" سے سمجھا جائے گا۔

علم طریقت اور اس کا حصول:

علم طریقت جو کمال قوت نظریہ وعملیہ کی معرفت کا نام ہے صراط مستقیم میں آ گیا، اور قوت نظریہ وعملیہ کا نقصان غضب وضلال سے مذکور ہوا، اور ابتدائے سلوک میں جتنی طریقت واجب ہے، اس کا نام عبادت ہے، اور جتنی وسط سلوک میں لازم ہے، اس کا لقب استعانت ہے، اور جتنی انتہائے سلوک میں لازم ہے، اس کا نام استقامت ہے۔ اوصاف نفس کا بیان غضب وضلال کے ذکر سے آ گیا، کیونکہ اس کی حقیقت یہی ہے کہ جادۂ استقامت سے منحرف ہو اور اوصاف قلب کی معرفت استقامت و ہدایت سے پہچانی جا سکتی ہے، جلا اور صفائی کی معرفت عبادت و استعانت سے ہے، اور آراستگی، ہدایت و استقامت سے، جلا میں خلوص عن الشہو تین لازمی ہے، اور اسی کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے، جو شہوت کی ضد ہے، اور یہ بھی لازم ہے کہ غضب سے دوری ہو اور اسے رحمت الٰہی سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ مرحوم الٰہی پر غضب ہرگز روا نہیں، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

"الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ، يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ."

(سنن ترمذی ج:۲ ص:۱۴)

ترجمہ:... "رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرے گا، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔"

پھر خواہش سے پرہیز کا بیان استقامت میں ہے، کیونکہ حرص و ہوا ہمیشہ استقامت سے ہٹا دیتی ہے، اور غضب، شہوت اور ہوا کی بھی کچھ فروع ہیں:

الف:... حسد: اس سے "حمد" کے ساتھ چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے،

کیونکہ حاسد گویا ان عطایائے حق پر جو مخلوق پر ہوئیں راضی نہیں ہے، اور حسد رضا کے مخالف ہے، اس لئے جو حمد گو ہوگا وہ حاسد نہیں ہو سکتا۔

ب:... بخل: "رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" سے اس کا علاج ڈھونڈا جائے، جب ہر نعمت "رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کی ملک ہے، تو ایسی چیز میں بخل جو اس کی ملک میں نہیں، بے تکی ہے۔

ج:... عجب و خود پسندی کا علاج "نَعْبُدُ" میں ہے۔

د:... کبر و غرور کا علاج "نَسْتَعِیْنُ" میں ہے۔

ہ:... کفر و بدعت کا علاج ضلال و غضب سے احتراز میں ہے۔

اسی طرح جاننا چاہئے کہ اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ اخلاق میں اعتدال کی راہ اختیار کی جائے، جیسے عفت، شجاعت اور سخاوت کو اختیار کیا جائے، اور اعتقادات میں بھی افراط و تفریط کی طرف مائل نہ ہو، اور ان سب کی طرف صراطِ مستقیم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

تحلیہ و آراستگی میں محبت و شوق کا ہونا لازمی ہے، اور حمد میں اشارہ فرمایا گیا، جب ساری نعمتیں حق تعالیٰ سے دیکھے گا، تو اسباب اس کی نظر سے گر جائیں گے، اور منعم کے لئے محبت و شوق انسان ہی کی نہیں، بلکہ حیوانات کی بھی جبلت میں ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی احتیاج کو ظاہر کرتا رہے، جیسا کہ "نَسْتَعِیْنُ" کا منشا ہے اور اس سلسلے میں تذلل بھی پسندیدہ ہے، جو عبادت کے لفظ میں آگیا ہے، اور عزتِ ربوبیت اور ذلتِ بشریت کا جاننا بھی لازم ہے، جس کی طرف "رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کا لفظ اشارہ کر رہا ہے، پھر معرفتِ ربوبیت میں اپنے خالق سے روحانی اتصال و تعلق بھی لازمی ہے، حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ کا شعر ہے:

اتصالے بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را با جانِ ناس

ترجمہ… "بے کیف و بے قیاس اتصال ہے، انسانوں
کے رب کو ان کی جانوں کے ساتھ۔"

بائے الصاق کے ساتھ اس طرف اشارہ فرمایا، نیز مقامِ شکر کا ذکر "حمد" کے ساتھ، مقامِ رضا کا ذکر "رحمت" کے ساتھ، مقامِ خوف کا ذکر "مالکیت" کے ساتھ، مقامِ اخلاص کا ذکر "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" کے ساتھ، اور مقامِ دعا کا ذکر "اِھْدِنَا" کے ساتھ بیان ہوا، ارواحِ طیبہ کے ساتھ معیت و توسل کے مقام کو "صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ" کے ساتھ بیان فرمایا، اور مجتنب اور ارواحِ خبیثہ سے توسل کرنے سے "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ … الخ" کے الفاظ میں ڈرایا، کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے:

نخست موعظۂ پیر صحبتم ایں است
کہ از معیت ناجنس احتراز کنید

علمِ حقیقت:

علمِ حقیقت جو علمِ مکاشفہ ہے، اس سورت سے یوں نکلتا ہے کہ مرتبۂ ربوبیت کی معرفت "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" سے حاصل ہوتی ہے، اور تجلیٔ جلال "مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ" سے، اور تجلیٔ جمال "رحمٰن" و "رحیم" سے، پھر معرفتِ کمالِ الٰہی "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" سے، اور معرفتِ نفس ذکرِ غضب و ضلال سے، اور معرفتِ قلب استعانت سے، اور معرفتِ روح، ہدایت سے، اور معرفتِ سرِ خفی ما فوق ذکرِ استعانت سے، اور مرتبۂ علم الیقین "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" سے "یَوْمِ الدِّیْنِ" تک اور مرتبۂ عین الیقین "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" کے خطاب سے، اور مرتبۂ حق الیقین لفظِ "رحیم" سے متحقق ہوتے ہیں، اور عالمِ شہادت، عالمِ غیب

نے کے تسخیر کرنے لفظ حکومت سے، اور فنا کے دعوے اللہ اس ذاتِ پاک میں
"مالک یوم الدین" سے، اور معرفت بقا استقامت و انعام سے مستفاد ہیں۔

شیطان کے مداخل:

معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان کے مداخل کی تین راہیں ہیں شہوت، غضب، ہوائے نفس۔ شہوت کو بہیمیت کہتے ہیں، غضب کو سبعیت اور ہوا کو شیطانیت۔ غضب کا مرتبہ شہوت سے بالاتر ہے، اور ہوا کا مرتبہ غضب سے اونچا ہے، کیونکہ انسان شہوت کی وجہ سے اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، اور غضب کی بنا پر دوسروں پر ظلم کرتا ہے، اور ہوائے نفس کی وجہ سے اپنے پروردگار پر ظلم کرتا ہے۔

ظلم کے مراتب:

حدیث شریف میں آیا ہے ظلم تین ہیں، ایک ظلم ایسا ہے جو معاف نہیں کیا جائے گا، ایک ظلم ایسا ہے جو چھوڑا نہیں جائے گا اور ایک ظلم ایسا ہے جسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ چھوڑ دیں۔ پہلا شرک ہے، دوسرا بندوں پر ظلم اور تیسرا انسان کا اپنے نفس پر ظلم۔

شہوت کا نتیجہ:

شہوت کا نتیجہ دو چیزیں ہیں حرص اور بخل۔

غضب کا نتیجہ:

غضب کا نتیجہ بھی دو چیزیں ہیں: عجب اور تکبر۔

ہوا (خواہش نفس) کا نتیجہ بھی دو ہی چیزیں ہیں: کفر اور بدعت۔ اور یہ
چھ چیزیں جمع ہوں تو ایک اور خصلت اس کے بعد ہو جاتی ہے، جو حسد ہے، اور اس کا

نام "حسد" ہے۔

حکمت یمانیہ کے حکماء حسد کے مرتبے کو اخلاق ذمیمہ میں وہ درجہ دیتے ہیں جو اختصاص مردود میں شیطان کا ہے۔

اس تمہید کے بعد جاننا چاہئے کہ اسمائے ثلاثہ جو بسم اللہ میں آئے ہیں، (اللہ، رحمن اور رحیم) اخلاق ذمیمہ اصلیہ کے دفع کرنے کے لئے ہیں، اور سورۂ فاتحہ کی سات آیات، اخلاق سبعہ فرعیہ کے دفع کی خاطر ہیں، جب بندہ اللہ کو پہچان لے گا، شیطان دور ہو اس سے بھاگ جائے گا، جب رحمانیت کو پالے گا، غضب سے بالکل پاک ہو جائے گا، اور رحیمیت کا جاننے والا اپنے آپ کو افعال بہیمیہ سے ملوث نہیں کرے گا، اور شہوت میں مبتلا نہیں ہوگا۔

جب اس نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہا، مرتبۂ شکر حاصل ہو گیا، ورقت اس کے حصے میں آ گئی، اور اس نے شہوت کے بت کو توڑ دیا۔

اور جو "رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کا معتقد ہوگا، حرص سے بالکل دور ہوگا، اس کا بخل بھی ختم ہو جائے گا، کیونکہ حرص غیر موجود میں ہوتی ہے، اور بخل اس میں جو اس کے پاس موجود ہے، جب دونوں کو حق تعالیٰ کی ربوبیت کے سپرد کر دیا تو دونوں سے پاک ہو گیا۔

جس نے روز جزا کی مالکیت کو پہچان لیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو رحمن و رحیم بھی جان لیا، اس کا غضب مٹ گیا۔

"اِیَّاکَ نَعْبُدُ" سے تکبر جہالت کر دیئے۔

"اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" سے خود پسندی کا قلع قمع کر دیا۔

"اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" سے حرکت کفر و بدعت دفع ہو جاتے ہیں۔

اور جب یہ چھ متصلہ نہیں رہیں گی تو حسد خود بخود زائل ہو جائے گا۔

لطیفہ:

سورۂ فاتحہ میں حسب ذیل سات حروف نہیں لائے گئے: "جیم، ثا، خا، فا، زا، ظا، شین۔" ان ساتوں حرفوں کی دلالت جہنم کے طبقات پر ہے، گویا فاتحہ شریف پڑھنے والا ان سات طبقات دوزخ: جہنم، خزی، لظی، فراق، زقوم، ثبور، شہیق سے نجات پا گیا۔

فوائد سورۂ فاتحہ:

بخاری اور صحاح کی دوسری کتابوں میں مذکور ہے، حضرت ابو سعید بن المعلی نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے ساتھ آئیں، تجھے قرآن کی سب سے بڑی سورت مسجد سے نکلنے سے پہلے سکھا دوں گا۔ میں ساتھ ہولیا، جب مسجد کے دروازے پر پہنچے تو مجھے اچھی طرح یاد ہے، آپ نے فرمایا: وہ سورت "الحمد للہ رب العلمین" ہے، اور وہی سبع المثانی اور وہی قرآن عظیم ہے، جو مجھ پر نازل ہوئی۔"

(مشکوٰۃ ص ۱۸۴)

اور ترمذی وغیرہ میں یہ قصہ سید القراء ابی بن کعب سے واقع ہوا ہے، اور اس میں لفظ یہ ہیں کہ:

"میں تمہیں ایسی سورت سکھاؤں گا جو نہ تورات میں نازل ہوئی، نہ زبور میں، اور نہ اس جیسی اور کوئی سورۃ قرآن میں ہے۔"

(مشکوٰۃ ص: ۱۸۵)

ابو نعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں بعد ازاں حضرت نے فرمایا کہ سورۂ ام القرآن

بزار اپنی مسند میں انس بن مالکؓ سے لائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جو شخص (سوتے وقت) اپنا پہلو زمین سے لگا کر فاتحہ اور "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے ہر مصیبت سے امان پائے، سوائے اس کے کہ موت اس کے مقدر میں ہو۔"

ابن مردویہ دیلمی سے اپنی احادیث مختارہ میں روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ:

"چار چیزیں خزانۂ عرش کی مجھے دی گئی ہیں، اور ان چاروں کے سوا اور کوئی چیز گنج عرش میں سے کسی کو نہیں دی گئی ۱۔ ام الکتاب ۲۔ آیۃ الکرسی ۳۔ خاتمہ سورۂ بقرہ ۴۔ اور سورۂ کوثر۔" (کنز العمال ج ۱ ص ۵۵۸)

بونیؒ کتاب احزاب میں لائے ہیں کہ جس کو کوئی حاجت ہو، وہ پہلے فاتحۃ الکتاب پڑھے، اور اس کے بعد حاجت طلب کرے ان شاء اللہ حاجت روا ہوگی۔

ثعلبی نے شعبیؒ سے روایت کیا کہ ایک شخص آیا اور اس نے درد گردہ کی شکایت کی، شعبیؒ نے اس سے کہا کہ تم اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ پر دم کرو، اس نے پوچھا: اساس القرآن کیا ہے؟ شعبیؒ نے جواب دیا: فاتحۃ الکتاب۔

اور مشائخؒ کے اعمال مجربہ میں مذکور ہے کہ سورۂ فاتحہ اسم اعظم ہے، ہر مطلب کی خاطر اسے پڑھا جا سکتا ہے۔ وہ اس کے وظیفے یہ ہیں

۱۔ سنت فجر اور فرض کے درمیان "بسم اللہ" کی میم کو "الحمد للہ" کی لام کے ساتھ ملا کر ۴۱ بار چالیس روز تک پڑھے، جو مطلب بھی ہوگا، حاصل ہو جائے گا۔

اگر شفائے مریض یا جادو کھولنے کے لئے ہو تو پانی پر دم کر کے انہیں پلائیں۔

۲...چاندی کی پہلی اتوار کو سنت فجر اور فرض فجر کے مابین بغیر قید اتصال یعنی بسم اللہ کی میم کو الحمد للہ کی لام کے ساتھ ملائے بغیر ستر مرتبہ پڑھیں، اس کے بعد ہر روز اسی وقت دس، دس مرتبہ کم کرتے جائیں، حتیٰ کہ اتوار کو ختم ہوں، اگر پہلے مہینے میں مطلب حاصل نہ ہو تو دوسرے اور تیسرے مہینے میں بھی ایسا ہی کریں، ان شاء اللہ مطلب برآری ہوگی۔

سارے امراض میں چالیس دن تک گلاب اور مشک و زعفران کے ساتھ چینی کے پیالے میں لکھ کر دھو کر پلانا مجرب ہے، اور دانتوں کے درد، سر کے درد، پیٹ کے درد پر اور دوسرے دردوں پر سات بار پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ

سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت

استغفرک واتوب الیک

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی!

اما بعد! مدت ہوئی فقیر نے الکلمات الرابحہ کے نام سے سورۂ فاتحہ کے تفسیری نکات لکھے تھے، مگر وہ رسالہ چونکہ فارسی زبان میں لکھا گیا تھا، اس لئے عوام اس سے استفادہ نہ کر سکتے تھے۔

برادر دینی عزیزم محمود احمد خاں صاحب شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک معروف اہلِ قلم (مولانا عبداللہ طالوت) سے اس کا اردو ترجمہ کرا کر عوام کے فائدے کی خاطر اسے کمزوطبع کرایا۔ فقیر، مترجم اور ناشر دونوں کے لئے دعا گو ہے، اور پڑھنے والوں سے استدعا ہے کہ وہ مؤلف، مترجم اور ناشر تینوں کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

(مولانا الحاج ابوالوفا القاری) محمد عبداللہ عفی عنہ

ترکِ منکراتِ درصدقۂ جمعرات

یعنی

جمعرات و قُل خوانی کی بدعات

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم، والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ ورسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ الذین فازوا بہدایۃ الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم وفازوا بتمام النبی صلوٰۃ وسلاما دائمین متلازمین بفضل العزیز العلیم، اما بعد!

عرض پرداز ہوں کہ اس رسالے کی تحریر سے مقصد یہ ہے کہ مسلمان بھائیوں کی چند عبادتیں اور خیراتیں بوجہ بے فکری، بے علمی یا بے احتیاطی کے قانون شرع کے اعتبار سے ضائع ہو رہی ہیں، جس کا باعث یا پابندی رواج ہے، یا رفع ملامت و عار ہے، یا اپنی بڑائی کا اظہار ہے، یا دکھاوا ہے، یا عادت سوء کی ترغیب ہے، حالانکہ اکثر یا کل کو مثل روز روشن کے یقین ہے کہ خیرات وہی قبول ہوتی ہے جو مال حلال سے ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو، اور جس کو دی جائے وہ خیرات کا مصرف ہو، ان شرائط میں سے کوئی شرط یا مجموعہ شرائط نہ ہوں، تو خیرات قبول نہ ہوگی، مگر عام مسلمان اس سے غافل ہیں، لہٰذا چند مسائل و فتاویٰ پیش خدمت ہیں:

گر قبول افتد زہے شرف

وما توفیقی الا باللہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ!

نہ کریں گے اور پورے طور پر نہ کریں گے، تو اپنی زندگی ہی میں اپنی جمعراتیں وقل خوانی وغیرہ کر دیتے ہیں۔

دوم: ... یہ کہ یہاں تک ضروری سمجھتے ہیں کہ سودی قرض لے کر بھی کرتے ہیں۔

سوم: ... یہ کہ اکثر یا کل کو یہ ڈر بھی پیش نظر ہوتا ہے کہ اگر جمعراتیں وغیرہ نہ کریں گے تو ناک کٹ جائے گی، ملامت اور طعن وطعن مزید برآں ہوگا کہ فلاں سے بے چارہ مر گیا، بدنصیب تھا اس کی جمعرات تک نہ ہوئی، بات بات میں ہر تقریب میں طعنے دیں گے۔

چہارم: ... یہ کہ اکثر تفاخر کرتے ہیں، نہ کرنے سے ان کی وجاہت میں فرق آتا ہے۔

پنجم: ... بعض جمعراتیں شرکاء کی کہلاتی ہیں کہ ان میں شرکتوں کو ضرور بلایا جاتا ہے، اگر نہ مطعون ہوں گے، اور رسم برادری میں خلل آئے گا۔

ششم: ... بعض جگہ وارث صغیر یا یتیم ہوتے ہیں، یا غائب ہوتے ہیں، اور بعض اگرچہ بالغ ہوتے ہیں مگر اتنا خرچ کرنے پر راضی نہیں ہوتے، اور شرم کی وجہ سے یا ڈر کے مارے بڑے بھائی یا چچا وغیرہ کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اتنا خرچ نہ کرو، اور بڑے وارث روکنے والے کو کہہ دیتے ہیں کہ تقسیم کے بعد ہم ضامن ہیں، اور تجربے سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نہ ان کا حصہ اس وقت جدا کر کے جمعرات وغیرہ کرتے ہیں، نہ بعد میں ان کو ادا کرتے ہیں۔

ہفتم: ... یہ کہ اوّل ورثہ تقسیم نہیں کرتے، مشترک مال سے یہ سب چلا کیا کرتے ہیں، جس قدر اہتمام جمعرات کرنے کا ہوا کرتا ہے، ورثہ تقسیم کرنے کا نہیں،

فلاں کے لئے ہے اور اس سب کا ثواب قرب حق تعالیٰ کا ذریعہ اور میت کی روح کو بخشنے کے لئے کیا کرتے ہیں، اور جو لینے والے اس وقت آتے ہیں وہ منتظر ہوتے ہیں کہ میرے لئے کیا آتا ہے؟ اور فلاں کو کیا ملتا ہے؟ گویا قیامت کے اعمال نامے تقسیم ہو رہے ہیں اور دیر تک رہتی ہے یعنی لوگ دیکھتے رہتے ہیں اس میں آخر تو نام وری و شہرت و تفاخر ہی ظاہر ہوتا ہے، اور ممکن ہے کہ کسی کو اخلاص بھی ہو، اور لوگوں میں بھی کہہ کر چرچے ہوتے ہیں کہ فلاں نے قل خوانی میں اتنا خرچ کر دیا ہے، اور فلاں اگرچہ دولت مند تھا اتنا خرچ نہیں کیا، کنجوس ہے ایسا ہے ویسا ہے، وغیرہ ذالک۔

جاننا چاہیے کہ میت کے پیچھے صدقہ دینا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب بخش دینا شرعاً جائز ہے اور امر مستحسن ہے۔ حضرت سعد صحابی رسول رضی اللہ عنہ کی ماں کو اچانک موت آگئی، حضرت سعدؓ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہے، اگر اس کو وقت ملتا تو ضرور خیرات کرتی، کیا میں اس کی طرف سے خیرات کر سکتا ہوں؟ تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کر سکتے ہو۔ تو حضرت سعدؓ نے باغ کے متعلق کہہ دیا کہ "هذه لأم سعد" یعنی یہ باغ سعد کی ماں کے لئے (یہ خلاصہ ہے حدیث کا)۔

([illegible] ج ۱ ص ۲۶۹)

اور کتاب "مالا بد منہ" میں کتاب الجنائز میں ہے کہ

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ
جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یعنی
سورۃ اخلاص پڑھ کر مردوں کو بخشے تو اللہ تعالیٰ مردوں کے شمار

کے موافق اُس کو بھی ثواب بخشیں گے۔"

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ:

"جو شخص سورۂ فاتحہ، اخلاص اور تکاثر مردوں کو بخشے، مردے اُس کے لئے شفیع ہوں گے۔"

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

"جو شخص سورۂ یٰسین قبرستان میں پڑھے، حق تعالیٰ ان اہلِ اموات کو تخفیف فرمائیں گے اور پڑھنے والے کو ان کے شمار کے موافق ثواب عطا فرمائیں گے۔"

(کنز العمال، بحوالہ مرقاۃ الشامی ص:۲۶۹)

اور سورۂ بقرہ پارہ سوم رکوع ۳۶ میں خیرات کی مقبولیت کی شرائط میں سے یہ چند چیزیں ارشاد ہیں کہ:

الف:... "لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ...." (البقرۃ:۲۶۴)

ب:... "یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ...." (البقرۃ:۲۶۵)

ج:... "اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ ...." (البقرۃ:۲۶۷)

د:... "اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا

وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ..." (البقرة:۲۷۱)

۱:... جس کو دینے والا مؤمن ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دے۔

۲:... اور حلال مال سے دے، اور عمدہ مال ہو۔

۳:... اور بطور دکھلاوے کے نہ ہو۔

۴:... اور لینے والے پر احسان نہ رکھے، اور اس کو کام کرانے سے رنج نہ پہنچائے، اور بہتر یہ ہے کہ چھپا کر دے اور ظاہر کرکے دینا بھی درست ہے۔ (یہ خلاصہ ہے آیات کا)۔

خیرات کی مقبولیت ان شرائط پر ہے، بارگاہِ الٰہیہ میں مقبول ہوگی تب جزا ملے گی، اور اجر و انعام و ثواب ملے گا، اگر مقبول نہ ہوئی، تو ثواب و انعام بھی نہ ملے گا، پھر مقبول ہونے اور ثواب ملنے پر اس کا عالمِ برزخ میں پہنچانا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے، ثواب بخشنے والا خود بخود ثواب مردے تک نہیں پہنچا سکتا۔

پس مسلمان بھائیوں پر واجب ہے کہ اول تو خیرات میں حسبِ شرائط عمل کرنے کی سعی کریں، پھر مقبولیت کی امید رکھیں، پھر درخواست کریں کہ ہمارے حضور اکرم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا فلاں شیخ و مرشد کو یا فلاں عزیز کو یا جملہ اہلِ اسلام کو پہنچے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو پہنچا دے گا، اور اگر شرائط میں سے کوئی شرط فوت ہوگئی، تو نہ مقبولیت ہوگی، نہ ثواب پہنچانے والے کو ثواب ملے گا، نہ مردہ تک پہنچے گا، مال دینا ضائع ہوگا، بیہودہ تفاخر کی چیز یا کام آئے گی۔"

ترکۂ غیر منقسمہ میں سے عرفاً ان رسمیات میں خرچ کرنا ناجائز ہے، بالخصوص جب کہ ورثوں میں کوئی نابالغ یا غائب بھی ہو، اسی طرح سود کا روپیہ لے کر ان چیزوں میں لگانا حرام ہے۔

سوال میں جو امور مذکور ہیں، ان کے ہوتے ہوئے یا صدقہ نہیں ہوتا یا موجب اجر جزیل نہیں ہوتا۔ بالخصوص جبکہ خیر القرون میں ان کا ثبوت نہیں ہے، نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں یہ چیزیں تھیں، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ مبارک میں، نہ تابعین کرام رحمہم اللہ کے زمانہ مبارک میں تھیں، نہ ائمہ ہدیٰ، مثلاً: امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سے منقول ہیں، نہ متاخرین، مثلاً: ہدایہ و قاضی خان وغیرہ نے فرمایا ہے، بلکہ شامی جلد اول کتاب الجنائز باب التشییع صفحہ ۶۶۳ میں بزازیہ سے نقل فرمایا ہے:

"ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول (فی الحاشیۃ فی البزازیۃ لفظ الثانی ایضًا) والثالث، وبعد الأسبوع، ونقل الطعام الی القبر فی المواسم، واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن، وجمع الصلحاء والقراء للختم، أو لقراءۃ سورۃ الأنعام أو الاخلاص. والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لأجل الأکل یکرہ، وفیھا من کتاب الاستحسان وان اتخذ طعامًا للفقراء کان حسنًا واطال ذالک فی المعراج، وقال ھذہ الأفعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا، لأنھم لا یریدون بھا وجہ اللہ تعالی بحث ھھنا فی شرح المنیۃ ولا یعارض بحدیث اخر أنہ علیہ الصلوۃ والسلام دعتہ امرأۃ رجل میت لما رجع من دفنہ فجاء وجیء بالطعام. أقول وفیہ نظر، فانہ واقعۃ حال لا عموم لھا مع احتمال سبب خاص، بخلاف ما فی حدیث جریر علی

أنه بحث في المنقول في مذهبنا ومذهب غيرنا كالشافعية والحنابلة استدلالا بحديث جرير الذي رواه الإمام أحمد وابن ماجة بإسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال: كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة. (فهي) المذكور على الكراهة ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب مع قطع النظر عما يحصل عند ذالك غالبا من المنكرات الكثيرة كإيقاد الشموع والقناديل التي لا توجد في الأفراح وكدق الطبول والغناء بالأصوات الحسان، واجتماع النساء والمردان وأخذ الأجرة على الذكر وقراءة القرآن، وغير ذلك مما هو مشاهد في هذه الزمان وما كان كذالك فلا شك في حرمته وبطلان الوصية به ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم."

ترجمہ: "بزازیہ میں ہے کہ مکروہ ہے بنانا طعام کا پہلے (دوسرے)، تیسرے دن (مرنے کے بعد) اور ساتویں دن۔ اور قبر کی طرف لے جانا طعام کا موسم میں، اور دعوت بنانا قرآن کے پڑھنے کے لئے، اور جمع کرنا صلحاء اور قاریوں کو ختم کے لئے یا سورۃ انعام یا اخلاص کے پڑھنے کے لئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے پڑھنے کے وقت کھانے کے لئے طعام بنانا مکروہ ہے، اور بزازیہ کی کتاب الاستحسان میں ہے: اگر فقراء کے لئے طعام بنایا ہے تو اچھا ہے۔ اور کتاب الصرف میں اس

سے زیادہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ تمام کام شہرت اور ریا کے لئے
ہوتے ہیں ان سے بچنا چاہئے، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا
کا ارادہ نہیں کرتے۔ اور شرح منیہ میں ہے حدیث ابن جریر کے
معارض یہ لکھا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو مردمیت کی
عورت نے بلایا جب دفن سے واپس ہوئے۔ سو آپ صلی اللہ علیہ
وسلم تشریف لائے اور طعام لایا گیا۔ میں کہتا ہوں (یعنی شارح
منیہ والا یا شامی والا) کہ اس میں دیکھنا ہے، اس لئے کہ یہ ایک
واقعہ ہے جس میں احتمال ہے کہ کوئی سبب خاص ہو۔ بخلاف حدیث ابن
جریر کے کہ وہ ہمارے مذہب اور دوسرے مذاہب مثل شافعیہ و
حنابلہ کے منقول ہے۔ وہ لوگ اس حدیث سے کراہت پر دلیل
لاتے ہیں، خصوصاً جبکہ وارثوں میں نابالغ صغیر ہوں باوجود اس
کے کہ اس سے قطع نظر کی جائے کہ ان چیزوں کے وقت اکثر
منکرات کثیرہ ہوتے ہیں، مثلاً: شمع اور لالٹینوں کا جلانا کہ وہ خوشی
کے موقع پر نہیں پائے جاتے اور ڈھول کا بجانا اور اچھی آواز
والوں سے سرود کرنا اور عورتوں اور بے ریش لڑکوں کا جمع ہونا اور
ذکر اور قراءت قرآن وغیرہ پر اجرت لینا، جیسے کہ اس زمانے میں
دیکھا جاتا ہے، اور جہاں اس طور پر ہو تو وہاں اس کی حرمت میں
کوئی شک نہیں، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔"

سوچنے والے کو اس عبارت سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں کہ جیسا
رواج عام ہے: قرآن کا ختم کرنا یا کسی سورت وغیرہ کے پڑھنے کے لئے جمع کرنا اور
کھلانا یہ مکروہ ہے۔ (ہاں: دوست خود جمع ہو کر پڑھتے ہیں تو اور بات ہے)۔ اور فقراء

کو کھلانا خوب ہے۔ (ہاں! بالغ اپنے مال سے دیں اور شہرت وریا کے لئے بھی نہ ہو)، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طعام نمود وریا کا دینا ناجائز ہے، اور ذکر وقراءۃ قرآن پر اُجرت لینا حرام ہے۔

آپ انصاف کریں کہ ہمارے ملک میں رواج میں کوئی درود شریف، ختم شریف، اور مولودخوانی بغیر اُجرت کے ہے؟ اس کی علامت یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو بلا کر پڑھواؤ اور کچھ نہ دو، اور روٹی تک بھی نہ کھلاؤ، پھر دوسرے وقت اس کے لئے بلاؤ، آتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح دو تین بار بلا کر تجربہ کرلو کہ اصل مقصد اُجرت یعنی رقم اور روٹی کھانا ہے یا نہیں؟

خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے اور بغیر اُجرت کے پڑھنے اور پڑھانے سے کون روک سکتا ہے؟ ایسا بے دین کون ہے جو اس کو روکے؟ یہ سب تفصیل اس لئے ہے کہ خیراتوں وغیرہ کے صحیح ہونے کا معیار بتا دیا جائے، خیرات کرو، اور ہر وقت کرو، مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرو، اور حلال مال سے کرو، اور فقراء، غرباء، بیوگان، یتیموں، طلباء، مسافرین اور بے کسوں کو کھلاؤ، جس دن کرو جائز ہے، خواہ جمعرات ہو یا کوئی اور دن ہو، جمعرات کی تخصیص نہ کرو، کتاب بحرالرائق شرح کنز الدقائق جلد ۲: صفحہ ۱۵۹ میں ہے:

"ان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشیء لم یکن مشروعا حیث لم یرد بہ الشرع لانہ خلاف المشروع۔"

ترجمہ: "بے شک اللہ کے ذکر کو کسی ایسے وقت یا کسی چیز سے خاص کیا جائے جس کی اس وقت یا چیز کے ساتھ تخصیص وارد نہ ہوئی ہو تو ناجائز ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کی

تعیین شرع میں وارد نہیں۔"

اور کبیری شرح منیہ میں صلوٰۃ الرغائب کی کراہت کی وجوہ صفحہ ۴۳۱ میں ہے۔

"ومنها تخصيص سورة الاخلاص والقدر ولم
يرد به الشرع، ومنها تخصيص ليلة الجمعة دون غيرها
وقد ورد النهي عن تخصيص يوم الجمعة بصيام وليلته
بقيام."

ترجمہ:۔۔۔"ان کراہت میں سے ہے خاص کرنا سورۂ
اخلاص اور قدر کا، اور شرع میں وارد نہیں ہے، اور کراہت سے
ہے خاص کرنا شب جمعہ کا دیگر راتوں سے، حالانکہ نہی وارد ہے
کہ دن جمعہ کو خاص کرے روزہ کے لئے یا رات جمعہ کو خاص
کرے قیام کے لئے۔"

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی
روایت نقل کی ہے کہ:

"لا يجعل احدكم للشيطان شيئا من صلوته
يرى ان حقا عليه أن لا ينصرف الا عن يمينه."

ترجمہ:۔۔۔"تم میں سے کوئی اپنی نماز سے شیطان کے
لئے کسی چیز کو نہ بنائے، وہ یہ کہ اعتقاد کرے کہ (نماز سے)
داہنی جانب ہی پھرے گا۔"

اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"من أصرّ على مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل

بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصرّ على بدعة...؟"

ترجمہ: "جو امرِ مستحب پر ہمیشگی کرے اور اس کو اعتقاد ہی بنالے اور رخصت پر عمل نہیں کرتا، سو بے شک شیطان نے گمراہ کرنے کا اس سے حصہ لے لیا ہے، پھر کیسا ہوگا وہ شخص جو بدعت پر ہمیشگی کرے...؟"

ان عبارات سے بوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ بعض مستحبات بھی اصرار اور بعض بوجہ خصوصیات غیر منقولہ عن الشارع مکروہ اور ناجائز ہوجاتے ہیں، بناءً علیہ صورتِ مسئولہ میں سات جمعرات تک کھانا کھلانا اور سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھنے کو ضروری سمجھنا اور نہ پڑھنے والے کو برا جاننا اور ملامت کرنا، بلکہ اس کے سوا یہ اعتقاد رکھنا کہ ثواب موتیٰ کو نہ ملے، چنانچہ مثل مشہور ہے: "فاتحہ نہ دو روہ کھا گیا مردود" شرعاً ناجائز اور بدعت ہے، اس لئے کہ:

اولاً... اس وجہ سے کہ یہ فعل بایں تخصیص خیر القرون میں نہ تھا، مگر اب اسے ثواب سمجھا جاتا ہے، فہو بدعۃ۔

ثانیاً... اس وجہ سے کہ اس کو لازم سمجھتے ہیں، اور نہ کرنے والے کو ملامت کرتے ہیں۔

ثالثاً... کہ اکثر تفاخر، ریا، شہرت، دفع ملامت، رفع عار اور پابندی رواج کے لئے کرتے ہیں۔

رابعاً... کبیری شرح منیہ میں ۳۱۱ میں صلوٰۃ الرغائب کی وجوہ کراہت ذکر فرماتے ہیں کہ:

"ان العامة يعتقدونها سنة من سنن النبي صلى الله عليه وسلم، فيكون فعلها سبباً لكذبهم عليه، عليه الصلوة والسلام"

ترجمہ:... "بے شک عام لوگ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت سمجھتے ہیں، پس ان کا کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ان کا جھوٹ بولنا ہوگا۔"

اب سوچئیں کہ عوام، بلکہ بعض خواص ان کے کرنے کا ایسا اہتمام و سعی کرتے ہیں کہ دیکھئے والا ان کو سنت بجائے خود واجب سمجھنے لگتا ہے، و کرنے تارک پر عار اور ملامت تو کرنا، فرض سے کسی چیز کو بڑھانا کہ تقسیم ورثہ کی پرواہ نہ ادا نہ ان کا اعلان و اعلام، اور جمعرات وقل خوانی کے لئے اتنا اجتماع، اہتمام اور بلانا وغیرہ تک۔

خلاصہ یہ ہے کہ میت کو ثواب بخشنا سنت ہے، میت کا بھی فائدہ ہے اور دینے والے کو بھی ثواب ہے، مگر قوانین شرع کے مطابق "حسبۃً للہ" ہو اور اخلاص سے ہو، ریا وغیرہ نہ ہو، حلال مال سے ہو، اور مصرف یعنی دینے کی جگہ غریب، یتیم وغیرہ ہو، کوئی غنی کو صدقہ نفلی دینا جائز ہے، مگر غریب کو دینا بہتر ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

والصلوة والسلام على سيد الخلق وافضل الرسل وخاتم الانبياء وعلى آله واصحابه

والتابعين لهم باحسان الى يوم الدين

سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك

اللهم تقبل منا انك انت السميع العليم

ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم

۱۷ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بندہ نے رسالہ مذکورہ کا مطالعہ کیا، تمام جواب محققات اور صحیح ہیں۔ جو کچھ حضرت مصنف مدظلہ نے تحریر فرمایا قرآن و سنت اور فقہ حنفی کے عین مطابق ہے، فجزاھم اللہ تعالیٰ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ
مدرس مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان

بندہ عبداللہ غفر اللہ لہ
خادم دار الافتاء خیر المدارس ملتان
مورخہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً اما بعد!

رسالہ ہذا کو دیکھا، مسائل مرقومہ کا غور سے مطالعہ کرنے کے بعد اس رائے کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ محترم مؤلف دامت برکاتہم نے نہایت احتیاط کے ساتھ افراط و تفریط سے یکسو ہو کر سب کچھ وضاحت سے تحریر فرمایا ہے، اور نہایت خلوص سے مسلمانوں کی اعتقادی حالت پر شفقت فرماتے ہوئے نرم الفاظ اور سلجھے ہوئے لب و لہجہ سے ایک تبلیغی و تعلیمی خدمت انجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف دام مجدہم کو جزائے خیر عطا فرما کر عامۃ المسلمین کو اس تالیف سے نفع بخشے، آمین! مجھے اس کے مندرجات سے کلی اتفاق ہے۔

احقر محمود عفا اللہ عنہ
مفتی و مدرس عربی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

تین استفتاء کے جوابات

یعنی

زمین کے عشر اور شینہ کا حکم

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ
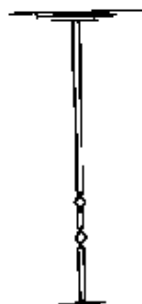
اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِنَا خَیْرِ الْخَلْقِ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی

وَعَلٰی اٰلِہٖ الْمُرْتَضٰی وَاَصْحَابِہٖ الْمُجْتَبٰی اَمَّا بَعْدُ!

بندہ عرض پرداز ہے کہ من جملہ ارکانِ اسلام کے زکوٰۃ رکن ہے، جیسے ہر مسلمان صاحبِ نصاب کو زکوٰۃ کی فرضیت کا اعتقاد ضروری ہے ویسے ہی زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ عام لوگ سونے چاندی کی زکوٰۃ اور بعض حضرات مویشی کی زکوٰۃ کے تو معتقد ہیں مگر زمین کی زکوٰۃ جس کو "عشر" کہتے ہیں، اکثر لوگ اس کے معتقد نہیں، لہٰذا حسبِ ایماء اکابر و مفتیانِ عظام و معلمین سے توفیق لے کر یہ مختصر خدمت کی جاتی ہے۔ شاید ہدایت کا موجب ہو جائے۔

بندہ تقسیمِ وراثت میں اکثر (لوگ) تغافل فرماتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ وراثت کی تقسیم کے بھی معتقد نہیں، بعض تو صریحاً اس کا انکار ہی کرتے ہیں، اور بعض بہانے حیلے سے شرعی ورثاء مثلاً بہنیں، بیٹیاں وغیرہ کا حصہ انتقالِ زمین کے وقت رشوت دے کر ختم کر دیتے ہیں، اور اگر بالفرض زمین کا انتقال ہو بھی گیا تو پیداوار دینے سے انکاری ہیں، اور قانونی چارہ جوئی سے بچتے ہیں، اور اگر پوچھا جائے

ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے زمین و جائیداد ہی ان کی رزاق ہے، حکم خداوندی کے فرض کی تعمیل سے تو جی چراتے ہیں، مگر جو چیزیں فرض و واجب نہیں، مثلاً: جمعراتیں و قل خوانی وغیرہ، ان کے پورا کرنے میں تمام اہل و عیال سرگرداں اور کربستہ ہیں، اور نہ کرنے پر حیران و پریشان ہیں، چنانچہ اگر کوئی جمعرات نہ ہو سکے یا قل خوانی وقت پر ادا نہ ہو سکی تو آپ دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا؟ کیوں ادا نہ ہوئی؟ خیر تو ہے؟ ذرا سی تاخیر پر ہزار ملامت کا نشانہ بنتا اور بدنام ہوتا ہے، اور بخیل وغیرہ کے طعنے سننے پڑتے ہیں، اگر بالفرض ان چیزوں کو چھوڑ دے تو: "وہابی ہے، کافر ہے" کا خطاب ملتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک فرض کے ترک یا انکار سے ایمان و اسلام ثابت رہتا ہے، مگر مستحب یا مباح کے چھوڑنے پر نہ مومن رہتا ہے، نہ مسلم، بلکہ وہابی، کافر اور دوزخی ہو جاتا ہے، بلکہ بات کرنے کے قابل بھی نہیں رہتا۔

یہ بھی جاننا چاہئے کہ تمام اہل سنت والجماعت کا متفقہ مسئلہ ہے کہ مردہ کی روح کو جس چیز کا ثواب بخشے جائز ہے، خواہ طعام کا ثواب بخشے یا کلام، دعا کا، اسی طرح اگر قرآن مجید پڑھ کر بخشے، کپڑا، گندم وغیرہ کسی غریب کو دے کر اس کا ثواب بخشے تو درست ہے۔

یہ بھی متفقہ مسئلہ اور قانون ہے کہ اگر شہرت، ریا، نمود یا تفاخر کے لئے دیا، خواہ تھوڑی چیز ہو یا بہت، ناجائز ہے، جب دینے والے کو شاہی دربار الٰہی تعالیٰ سے کچھ نہیں ملا تو اس کے مردہ بھائی، بہن، باپ یا ماں کو کیا ملے گا؟ بلکہ ریا و شہرت وغیرہ کے لئے دینا دنیا و آخرت میں رسوائی کا موجب ہے، نہ کہ اجر و ثواب کا۔

اسی طرح اگر رواج کی پابندی پر دیا یا دفع ملامت کے لئے دیا تو للّٰہیت نہ ہونے کی وجہ سے، دینے والے کو ثواب نہیں ملے گا، تو مردہ کو کیا ملے گا؟

اسی طرح ورثاء میں اگر یتیم یا نابالغ ہیں یا بعض وارث اس قدر خرچ پر

راضی نہیں، مگر زبان سے یوں نہیں کہتے تو خیرات کا ثواب دینے والے کو نہیں ملے، مردہ کو کیسے ملے گا؟ ثواب تو اس چیز کا ملے گا جو محض اللہ تعالیٰ کے لئے مستحق کو اور مال حلال سے دی جائے، اور ریا اور شہرت وغیرہ کی نیت بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے قبول فرمالیتے ہیں، اور دینے والے اور پڑھنے والے کو دنیا و آخرت میں اضعافاً مضاعفہ یعنی ایک چیز کی جگہ دس سو یا لاکھوں کا انعام عطا فرماتے ہیں، پھر یہ شخص اس کا ثواب و انعام جس کو چاہے بخشے، خواہ زندہ کو یا مردہ کو، ایک کو یا ہزاروں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل، کرم اور رحم سے ان کو پہنچا دے گا اور اپنے دست کو بھی خالی نہیں رکھے گا، بلکہ اس کو بھی سب کچھ ملے گا، من فضل اللہ لیس بعید!

قرآن مجید میں ہے

"رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ" (ابراہیم: ۴۱)

ترجمہ: "اے ہمارے رب! مجھے، میرے ماں باپ اور تمام مومنین کو بخش دے، اس دن جس دن کہ حساب ہوگا، یعنی قیامت کے دن میں۔"

اسی طرح دوسری جگہ ہے:

"رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ" (الحشر: ۱۰)

ترجمہ: "اے ہمارے رب! ہم کو بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے گزرے ہیں ایمان کے ساتھ۔"

اگر ایک مسلمان دوسروں کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا تو کیا ان کے لئے مغفرت بھی طلب نہیں کر سکتا؟

اب عرض ہے کہ مردہ کی روح کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے، فرض اور واجب نہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص کسی کو ثواب نہیں بخشے تو وہ مجرم نہیں ہوگا، اور قیامت کے دن اس سے اس سلسلے میں باز پرس نہ ہوگی کہ تم نے ثواب کیوں نہ بخشا تھا؟ ہاں! فرض کے انکار یا عدم تعمیل پر پوچھا جائے گا کہ اس کی تعمیل کیوں نہ کی تھی؟ اور حیلے بہانے سے تعمیل فرمان کو ضائع کیوں کر دیا تھا؟ اب دیکھئے کہ مستحب یا جائز چیز کی تو اس قدر تعمیل و عزت افزائی! کہ اُسے فرض کے برابر سمجھا گیا، اور فرض کی اس قدر تحقیر و تذلیل کہ وہ مستحب و مستحسن کی مقدار کا بھی نہ رہا، لہٰذا استفتاء جو چند عیدیں سے آیا اور شیخ الحدیث کے مفتی مدظلہ نے اس پر جو فتویٰ دیا، ہدیۂ پیش خدمت ہے۔ اتفاقاً بندہ پڑ لیان حاضر ہوا اور مولانا محمد ابراہیم صاحب نے اس فتویٰ پر عمل کر کے لوگوں کو دکھا دیا کہ فرض کی تعمیل اس طور سے کی جاتی ہے، گویا مردہ فرض کو عملاً زندہ کر کے دکھا دیا، جزاہ اللہ فی الدارین خیرا۔ ذیل میں استفتاء اور اس کا جواب درج کیا جاتا ہے:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین عشر زمین کے بارے میں؟ عرض ہے کہ عشر زمین کی پوری تشریح فرمائیں، کیونکہ۔

۱:۔ سبزیاں ہر روز ہوتی ہیں، کریلے، توری وغیرہ اس کا عشر کیسے دیں؟

۲:۔ بعض زمینیں ایسی ناقص ہوتی ہیں کہ بیج پورا نہیں ہوتا اور سرکار معاملہ و آبیانہ ضرور لے لیتی ہے، وہ آبیانہ گندم وغیرہ نکلی ہوئی سے زائد یا زیادہ ہوتا ہے، کیا اس کے باوجود بھی عشر دے اور معاملہ و آبیانہ بھی بھرے؟ اور لائے تو کہاں سے لائے؟

۳:۔ کیا عشر زمیندار پر ہے؟ یا مزارع پر بھی ہے؟

مزارعت تو مزدوری ہے، پھر مزدور پر عشر کیوں ہوا؟

۴... بادشاہ مسلمان ہے، جو معاملہ و آبیانہ لے رہا ہے، وہی عشر ہونا چاہئے؟ ذکر معاملہ و آبیانہ کے؟

۵... جوار، برسیم وغیرہ بیلوں کے چارہ کے لئے بوئی جاتی ہے، جانور کھاتے ہیں، اس کا عشر کیسے ادا ہو؟ اگر قیمت لگائی جائے تو زمین والے کے پاس کھانے کو نہیں، رقم کہاں سے لائے؟ عشر بھی ادا کرے اور معاملہ، آبیانہ وغیرہ بھی۔

حضرت ان جاہلوں کی تسلی کرائیں اور جلدی کرائیں، تمام شبہات کا تسکین بخش جواب ہو۔

المستفتی

غلام محمد

مقام حبیب آباد ڈاک خانہ شجاع آباد

۱۱/محرم ۱۳۸۲ھ

الجواب:

۱... روزانہ حاصل شدہ سبزی کا وزن کر کے دسواں یا بیسواں حصہ محلہ کے فقراء پر تقسیم کر دیا جائے، اگر مقدار بہت قلیل ہو تو روزانہ وزن نوٹ کرتا رہے، جب دوسرے یا چوتھے روز اس کی مقدار پانچ دس سیر ہو جائے تو دسواں یا بیسواں حصہ ادا کر دے۔

۲... اوّل تو ایسی ناقص زمینوں کو عموماً کاشت نہیں کرتے، بلکہ شاذ و نادر کوئی ایسا ہوگا جو ایسی ناقص زمین کو کاشت کرے، جس سے بیج ہی پورا نہ ہو، اور اگر کوئی شخص ایسا گھاٹے والا کام کرتا ہے، اس کے باوجود گورنمنٹ کو ڈنٹا یا اس سے زائد خرچ دیتا ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ کے لئے دسواں یا بیسواں حصہ نہیں دے سکتا؟ جبکہ

گورنمنٹ کو کل آمدنی سے دُگنا دیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو فقراء کے لئے آمدنی میں سے دسواں یا بیسواں حصہ مقرر فرمایا ہے۔

۳:... زمیندار اپنے حصے کا عشر نکالے اور مزارع اپنے حصے کا، واضح رہے کہ مزارع تو پیداوار میں شریک ہوتا ہے، اسے مزدور کہنا غلطی ہے، مزدور تو وہ ہوتا ہے جو ہل چلانے یا کسی اور کام پر یومیہ دو، ڈھائی روپیہ اُجرت وصول کرتا ہے، اور پیداوار سے اس کا کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہوتا، برخلاف مزارع کے جو پیداوار میں شریک ہوتا ہے۔

۴:... آبیانہ تو پانی کا معاوضہ ہے، اور اس کی ادائیگی پر شریعت نے بھی بجائے عشر کے بیسواں حصہ رکھا ہے، جس زمین کا آبیانہ گورنمنٹ وصول کرتی ہے یا اسے کنوؤں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہے، اس کا بجائے دسواں کے بیسواں حصہ نکالنا واجب ہے، پس آبیانہ کی دی ہوئی رقم عشر میں محسوب نہ کرنی چاہئے، آبیانہ کے علاوہ گورنمنٹ مالیہ وصول کرتی ہے، چونکہ انگریزی دورِ حکومت سے یہ مالیہ وصول کیا جاتا ہے اور اس کے مصارف ہرگز عشر کے نہیں ہوتے، اور نہ ہی آج کل اسلامی قانون ملک میں رائج ہے، اور نہ ہی ہم یہ فتویٰ دے سکتے ہیں کہ مالیہ کی حقیر رقم کو عشر میں محسوب کیا جائے۔

۵:... جو گھاس اور چارہ بیلوں کے لئے کاٹیں، اس کو تول کر یا اندازہ سے اس کا دسواں یا بیسواں حصہ فقراء کو دے دیں، فقراء کی بکریاں وغیرہ ہوتی ہیں، وہ استعمال کریں گے یا بیچیں گے، زمینداروں کے لئے گھاس دینا مشکل نہیں، اور عشر میں اسی لئے پیداوار کا حصہ رکھا گیا ہے، اگر کسی زمیندار کے پاس پیسے ہوں تو پیسے بھی دے سکتا ہے، شریعت میں بحمدہ تعالیٰ آسانی ہے، فقط واللہ اعلم!

عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیرالمدارس
۱۳۸۴/۱/۱۸ھ

گزشتہ فتویٰ پر شبہ کیا گیا، دوبارہ بھیج کر جواب لیا:

''حضرت! ایک شبہ باقی ہے، اس کا جواب مسکن قلب ہو۔ شامی، قدوری، باب زکوۃ الزروع والثمار میں صفحہ ۲۲ پر ہے: "قال ابو حنیفة (رحمه الله تعالیٰ) فی قلیل ما اخرجته الارض وکثیرہ العشر واجب، سواء سقی سیحا او سقته السماء الا الحطب والقصب والحشیش، وقال ابو یوسف ومحمد (رحمهما الله تعالیٰ)، لا یجب العشر الا فیما له ثمرة باقیة اذا بلغت خمسة اوسق، والوسق ستون صاعا بصاع النبی صلی الله علیه وسلم، ولیس فی الخضروات عندهما عشر، وما سقی بغرب او دالیة او سانیة ففیه نصف العشر علی القولین انتهی"

حشیش یعنی گھاس میں عشر نہیں ہے، جوار، برسیم وغیرہ بھی گھاس ہیں، ہاں! اگر جوار پکائی جائے، پھر دانوں پر عشر ہوگا، نہ کہ محض گھاس پر۔ اور "لیس فی الخضروات عندهما عشر" صاحبینؒ کا مذہب ہے، اور باقی ائمہ کرام اکثر کا مذہب ہے، اگر کوئی اس پر عمل کرتا ہے تو مجرم نہ ہوگا۔ اور صاحبینؒ کے مذہب پر عمل کرنے سے حنفیت سے بھی خارج نہیں ہوتا، اور بہت سے مسائل جیسے بٹائی پر زمین کا دینا حضرت امام صاحبؒ کا مذہب نہیں ہے، وغیر ذالک ان میں صاحبینؒ کے اقوال پر فتویٰ

ہے، اس میں بھی ہونا چاہئے۔

والسلام

غلام محمد عفی عنہ

۱۸ رمضان ۱۳۸۳ھ

الجواب:

فتاویٰ شامیہ کی تفصیل کا مطالعہ کرنے سے یہ تحقیق معلوم ہوئی ہے:

۱:... حشیش سے مراد عام گھاس اور چارے نہیں ہیں، بلکہ خودرو گھاس مراد ہے جو کہ بغیر کاشت کے اراضی میں خودبخود اُگ آتی ہے، کتبِ لغت میں اس کی یہی تفسیر تحریر ہے، ایسی خودرو گھاس پر عشر نہیں ہے۔

۲:... جو گھاس کہ بالقصد زمین میں کاشت کی جائے اور مقصد یہ ہو کہ جانوروں کے لئے چارہ حاصل کیا جائے گا، اس میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک عشر واجب ہے، ایسی گھاس کو رطاب کہتے ہیں (واحدہ رطبۃ) اس کے بارے میں عالمگیری ج:۱ ص:۱۸۵ میں ہے: "ویجب العشر عند ابی حنیفۃ فی کل ما یخرجہ الارض من الحنطۃ والشعیر (الی ان قال) البقول والریاحین والاوراد والرطاب ..... الخ." واضح رہے کہ حشیش وغیرہ جن چیزوں میں بالاتفاق عشر نہیں ہے، اگر زمین کو ایسی خودرو گھاس کے ساتھ مشغول رکھا جائے اور اس سے آمدنی مقصود ہو تو پھر اس میں بھی عشر واجب ہے، کما فی ردالمحتار ج:۲ ص:۶۸۔

۳:... جوار، مکی، باجرہ، گیہوں وغیرہ اگر زمین میں کاشت کرے اور پکنے سے پہلے بطور چارہ کے کاٹ کر جانوروں کو کھلائے تو اس میں بھی عشر ہے۔ شامی ج:۲ ص:۶۸ "قولہ وتبن بالباء الموحدۃ قال فی الفتح غیر انہ لو فصلہ قبل انعقاد الحب وجب العشر فیہ لانہ صار ھو المقصود."

تنبیہ:... یہ سب تفصیل بنا بر مذہب امامِ اعظمؒ ہے، صاحبینؒ کے نزدیک

ان تمام مذکورات میں عذر نہیں ہے، مگر ارباب فتاویٰ نے اس مسئلہ میں احتیاط کے پیش نظر، امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ فقط واللہ اعلم!

عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی مدرسہ خیر المدارس
۲؍۱۲؍۱۳۸۲ھ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

عرض: پڑعیدان والوں کا یہ خط آیا، بندہ نے وہی خط خیر المدارس بھیج کر جواب لیا، جوابی لفافہ ساتھ تھا، اس لئے انہوں نے جواب تحریر فرما کر پڑعیدان بھیج دیا، بندہ کو دوسرے رفقاء کی دعوت پر پڑعیدان حاضر ہوا، انہوں نے فتویٰ دکھایا، وہی نقل مطابق اصل لے لیا، وہی فتویٰ پیش خدمت ہے، شاید کسی کو ہدایت ہو جائے، والسلام۔

وہ خط یہ ہے:

''از پڑعیدان جنکشن

بخدمت جناب قبلہ حضرت پیر مرشد و ہادی و رہبر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد نیاز کے عرض ہے کہ ہمارے امام مسجد مولوی محمد ابراہیم کی بیوی کا ۲۲ شوال ۱۳۸۲ھ کو انتقال ہوا، جس میں مولوی صاحب نے کچھ ایسے معمول کئے جو پہلے نہیں ہوتے، اس لئے جماعت نے جناب کی خدمت میں یہ چند سوال تحریر کئے ہیں، آپ ان کا حل فرمائیں۔

مسئلہ ۱: جنازہ کے بعد دعا کا مانگنا یا نہ مانگنا جائز کیسے ہے؟

مسئلہ۱... قبر پر بیٹھ کر قرآن کھول کر کے قرآن مجید کی تلاوت کرنا یا زبانی پڑھنا۔

مسئلہ۲... میت کے دفنانے کے بعد قبر سے چالیس قدم پر اذان کرنا یا کہنا۔

مسئلہ۳... تیسرے دن بھنے ہوئے چنوں پر جس میں کچھ میٹھے کھانے بھی ہوں، کلمہ پڑھنا یا درود شریف پڑھ کر ان کا تقسیم کرنا۔

ان باتوں میں سے مولوی محمد ابراہیم صاحب نے کچھ بھی نہیں کیا، صرف نماز جنازہ پڑھی اور دفن کرنے کے بعد دعا کی۔

دستخط	عبدالجبار قصر خود
منصور علی محمد خان مرگیانہ	پڑ علیدان

الجواب:

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ و تابعینؒ سے ثابت نہیں، اس لئے فقہائے کرام نے اسے ناجائز و مکروہ لکھا ہے۔

بحر میں ہے ج۲ ص:۱۹۶ "وقید بقوله بعد الثالثة لانه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة"

اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے "ولا يدعو للميت بعد الجنازة لانه يشبه الزيادة في صلوة الجنازة" ج۲ ص:۳۱۹۔

۲:... وفی العالمگیریة ج۴ ص:۱۶۶ "وحکی عن الشیخ الامام الجلیل ابی بکر محمد بن الفضل ان قراءة القرآن فی المقابر اذا اخفی ولم یجهر لا یکره."

روایتِ بالا سے معلوم ہوا کہ قبر کے ساتھ بیٹھ کر آہستہ آہستہ قرآن پاک کی تلاوت اور پڑھنے میں گنجائش ہے۔

۳:... بدعت ہے، سلف صالحین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

۴:... یہ بھی بدعت ہے، فقط واللہ اعلم!

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس
الجواب صحیح	۲۸/۳/۱۴۰۱ھ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	
نائب مفتی خیر المدارس	

شبینہ کا حکم

بسم اللہ حامداً ومصلیاً علی خیر خلقہ محمد

وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

ہمارے ملک میں شبینہ پڑھنے کا عام رواج ہے، جس میں علماء، صوفیاء اور عوام سب کے سب کوشاں ہیں، اسے بہشت کا ذریعہ، دوزخ سے بچنے کا سبب اور قربِ خداوندی کا وسیلہ سمجھتے ہیں، جبکہ حقیقت ایسا نہیں ہے، بشرطیکہ اس میں دوسرے اغراض و الفاظ کی آمیزش نہ ہو، نیز اس میں بعض یا اکثر چیزیں ایسی شامل

ہوگئیں جن سے روحانیت، قرب اور ثواب تو جاتا رہا، مگر قشر (چھلکا) بے مغز اور جسم بے روح رہ گیا، ظاہری بناوٹ وتصنع سازی رہ گئی اور حقیقت واصلیت پرواز کرگئی، اسی لئے مدت ہوئی کراچی سے فتویٰ منگوایا گیا تھا، مگر طباعت میں نہ آسکا، اب دوسرے فتاویٰ کے ساتھ ملاکر پیش خدمت کیا جاتا ہے، تاکہ سمجھ دار عاشق خدا تعالیٰ اور حضور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کا فدائی اغلاط سے بچ کر اصل وحقیقت پر عمل کرکے قرب الٰہی اور قرب نبوی حاصل کرسکے اور اغلاط سے بھی بچ سکے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ استفتاء وجواب استفتاء پیش خدمت ہے، نقل مطابق اصل ہے۔

بسم اللہ حامدا ومصلیاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ

ہمارے گرد ونواح شہروں میں شبینہ ہوا کرتا ہے، یعنی حفاظ کرام کو جمع کرکے ایک رات میں قرآن مجید کو ختم کرتے ہیں اور اس کو ثواب وموجب آخرت کا ذریعہ جانتے ہیں (بے شک قرآن مجید کا سننا ہر مسلمان کے نزدیک نعمت، رحمت، فضل اور احسان ہے، اس کا کون انکار کرسکتا ہے؟) مگر اس میں چند چیزیں پیدا ہوگئی ہیں، مثلاً:

ا:... اگر ایک نے دعوت کی، تو دوسرے نے اس سے بڑھ چڑھ کر دعوت کو وسیع کیا اور رونق افزوں کی، بظاہر شہرت کا جذبہ معلوم ہوتا ہے، ممکن ہے کہ اخلاص ہو۔

۲:... ہر حافظ یہ چاہتا ہے کہ میرا نام بالا ہو اور سب سے آگے نکلوں، جس کی علامت یہ ہے کہ اگر کسی کو قراءت میں

کوئی لفظ اٹک گیا، اس پر ہر طرف سے ہزار ملامت، استہزاء اور طعن وتشنیع آنے لگا، وہ شرمسار در شرمسار ہو جاتا ہے۔

۳... پیچھے سننے والے حفاظ تمام رکعتوں میں پڑھنے والے امام کے پیچھے نہیں رہتے، بلکہ فارغ از نماز بیٹھے رہتے ہیں، بات چیت آہستہ آہستہ یا ذرا بلند آواز سے کرتے رہتے ہیں، جب حفاظ کو قراءت اٹک گئی، فوری اللہ اکبر کرکے نیت باندھ کر امام سے وہ آیت دوبارہ پڑھوائی اور بتلایا، پھر نماز توڑ کر بیٹھ گئے، نماز کی نیت باندھنا، اللہ اکبر کرنا، بتلانا، پھر بغیر عذر کے نفل توڑنا، یہ سب کچھ کرنا، پھر اس باطل کردہ نفل کو شمن سے کہ کبھی قضا کرتے ہوں یاد بھی کرتے ہوں۔

۴... کبھی امام کے آگے لاؤڈ اسپیکر رکھتے ہیں، دور دور تک آواز جاتی ہے، شہر والے اور دیہات والے اپنے اپنے کام میں، بات چیت میں اور لڑنے جھگڑنے میں ہوتے ہیں، کوئی سننے کے لئے کان دھرتا بھی ہوگا، اور اس حالت میں شبینہ والی رات میں کوئی نحش بھی ہوتا ہوگا، اور کوئی اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت بھی کرتا ہوگا، وغیرہ ذالک۔

۵... ان حفاظ کو کبھی کوئی عطیہ و انعام بھی دیا جاتا ہے، اور کسی جگہ نہ دینے والا مطعون، بخیل کہلایا جاتا ہے، وغیرہ ذالک۔

اب عرض یہ ہے کہ اگر یہ شبینہ اغلاط سے خالی ہو اور محض اخلاص پر مدار ہو، تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اسلاف یا

ائمہ کبار رحمہم اللہ تعالیٰ سے یا قول ضعیف کتب فقہ حنفیہ سے
منقول ہے یا نہیں؟ بدعت تو نہ ہو جائے گا؟

۲: اور ان مذکورہ بالا الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی کیا
ثواب اور جزائے آخرت کی اُمید رکھنا چاہئے یا نہیں؟

۳:...لاؤڈ اسپیکر کے ہوتے ہوئے صرف اُن مسجد یا
صحن والوں کو قرآن مجید کا سننا واجب ہے؟ یا سب حاضرینِ
مجلس، غائب اور دور و قریب والوں پر سننا واجب ہوگا؟ اگر
سب پر واجب ہے اور نہ سنا، تو کیا یہ سارے کے سارے گناہ
گار ہوں گے؟ اس دوران باتیں اور جنرل وغیرہ کرسکتے ہیں یا
نہیں؟

۴: کیا اس طور نفل کی نیت باندھنا اور توڑنا جائز ہے
یا نہیں؟ عرض ہے کہ مفتی صاحب ان میں لیت و لعل نہ کرے،
بلکہ نقل کتاب سے مسئلہ تحریر فرمائے اور فتویٰ کو حسبِ شریعت
روشن فرمائے، جزاہ اللہ تعالیٰ خیرا!

عبداللہ غنی عفی عنہ
از اسلام آباد اکسفاند شجاع آباد
ضلع ملتان ۵ شعبان ۱۳۷۹ھ

الجواب:

شبینہ مروجہ اگر مفاسد سے خالی ہو تو جائز ہے، نفسِ شبینہ کی ممانعت ثابت
نہیں ہوتی، مشکوٰۃ المصابیح کی اس روایت سے ممانعت ثابت کرنا تراویح مدینہ کی
تصریحات کے پیشِ نظر مشکل ہے، وہ حدیث یہ ہے:

"عن عبداللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لم یفقہ من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث۔"
(رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی)

اس حدیث کے ذیل میں شراح کی طرف سے جو کچھ کہا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

"ظاہرہ المنع من ختم القرآن فی اقل من ہذہ المدۃ، ولکنہم قالوا قد اختلف عادات السلف فی مدۃ الختم، فمنہم من کان یختم فی کل شہرین ختمۃ، وآخرون فی کل شہر، وفی کل عشر واسبوع الی اربع، وکثیرون فی ثلاث، وکثیرون فی یوم ولیلۃ وجماعۃ ثلاث ختمات فی یوم ولیلۃ، وختم بعض ثمانی ختمات فی یوم ولیلۃ، والمختار انہ یکرہ التاخیر فی المختمۃ اکثر من اربعین یوما، وکذا التعجیل من ثلاثۃ ایام، والاولی ان یختم فی الاسبوع، والحق ان یختلف باختلاف الاشخاص۔"

حاصل یہ ہے کہ ختمِ قرآن میں سلف کی عادت مختلف منقول ہوئی ہے، حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے شب و روز میں تین ختم کئے اور بعض نے آٹھ ختم کئے، اس لئے مطلقاً تین روز سے کم میں ختم کو مکروہ کہنا نامناسب ہے، غرضیکہ علتِ ممانعت عدمِ تفقہ و تدبر فی القرآن ہے، اور جب ایسا صاف پڑھا جائے کہ تفقہ و تدبر ممکن ہو تو ممنوع نہیں، جیسا کہ بعض سلف کی عادت تحریر ہو چکی، اور یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ سلف کے فعل کو مکروہ کہیں۔

البتہ شبینہ مروجہ میں بہت سے مفاسد ہیں، کچھ مفاسد تو استفتاء میں درج ہیں، ان کے علاوہ بھی بعض مفاسد مشاہدہ میں آئے ہیں، مثلاً تراویح پڑھنے کے بعد مجمع کثیر کے ساتھ نفل کی جماعت ہوتی ہے، اور اس میں شبینہ پڑھا جاتا ہے۔ اور فقہاء کی تصریح ہے کہ مجمع کثیر کے ساتھ نفل کی جماعت مکروہ ہے۔ اور اگر تراویح میں پڑھا جاتا ہے تو ایک دوسری کراہت لازم آتی ہے، یعنی امام کو جو تخفیف صلوٰۃ کا حکم ہے، اس کی مخالفت یقیناً ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں قراء کا ترتیل و تجوید کا ترک کرنا، حالانکہ فقہاء نے اس قسم کی جلدی کرنے کو مکروہ کہا ہے، اور ان لوگوں کی عادت قرار دیا ہے جن کے دل خوف و خشیت الٰہی سے خالی ہیں۔

طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

"ویحذر من انسی ان قال وترک الترتیل وترک تعدیل الارکان وغیرها کما یفعله من لا خشیة له." (ص۲۳۹)

درمختار اور کبیری شرح منیہ میں بھی ایسے ہی الفاظ ہیں۔

پھر اس قسم کے شبینوں سے اکثر فخر و نمود کا قصد ہوتا ہے، اور کہیں کوئی مالی کی امید، اور سامعین کا استماع قرآن کے اکثر آداب کو ضائع کرنا اور جماعت کا متعدد ہونا اور ضرورت سے زیادہ روشنی وغیرہ کا تکلف کرنا وغیر ذالک بطور ذکر، اور بنظر انصاف مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مفاسد غالب ہیں اور عادۃً شبینہ لازم کے ہوگئے ہیں، لہٰذا منع کرنا ہی احوط ہے اور اسی پر فتویٰ دینا چاہیے۔

"وفی الدر المختار بحث سجدة الشکر لان العامة یعتقدونها سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه وفی رد المحتار تحت قول صاحب الدر فی

صلوٰۃ الرغائب فلو ترک امثال ھذہ الصلوٰۃ تارک

لیعلم الناس انہ لیس من الشعائر فحسن۔"

۱:... جہاں تک احقر کی ناقص معلومات کا تعلق ہے، مشہور فتاویٰ میں شبینہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور نہ ائمہ کبار سے اس کے متعلق کوئی قول منقول ہے، لیکن اس کے ذکر نہ ہونے سے اس کو بدعت نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ اس کی اصل موجود ہے، اور جس امر کی اصل موجود ہو اس کو بدعت نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے مدار ممانعت شبینہ کا اس امر پر نہ رکھا جائے، بلکہ ان عوارض و مفاسد پر رکھا جائے جو سابق میں ذکر ہوئے۔

"فی الدر المختار مکروھات الصلوٰۃ وترکھا

ای فعلھا اولیٰ فی رد المحتار لانہ اذا تردد

الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی

فعل البدعۃ۔"

۲:... مذکورہ بالا مفاسد کے ہوتے ہوئے ثواب اور جزائے آخرت کی اُمید نہیں کی جاسکتی۔

۳:... جو لوگ مسجد یا صحنِ مسجد میں جمع ہیں اور وہ قرآن سننے کے لئے جمع ہیں، ان پر ضروری ہے کہ قرآن سننے کے آداب کو ملحوظ رکھیں، اور جو لوگ قرآن سننے کے لئے جمع نہیں ہوتے ہیں بلکہ اپنے گھروں پر ہیں اور قرآن سننے کا ارادہ نہیں ہے، اور ان کو زبردستی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ سنوایا جائے اور وہ آدابِ قرآن کو ملحوظ نہ رکھیں، تو اس کا گناہ سننے والوں پر نہیں ہوگا، بلکہ سنانے والوں پر ہوگا۔

"قال فی الخلاصۃ رجل یکتب الفقہ وبجنبہ

رجل یقرأ القرآن فلا یمکنہ استماع القرآن فلا اثم علی

تعظیم الشعائر

یعنی

شعائر اللہ کی تعظیم

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ

اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰى خَيْرِ

الْوَرٰى وَعَلٰى اٰلِهِ الْمُرْتَضٰى اَمَّا بَعْدُ!

غرض یہ ہے کہ: اگرچہ ہمیں دینداری کی غفلت ہے۔ میں یوں تو نہیں کہتا کہ ہم مسلمان نہیں ہیں، ہاں! یہ ضرور ہے کہ ہم میں سے اکثر کو شعائر اللہ مسجد وغیرہ کی عزت وعظمت نہیں ہے، گویا جیسے چاہو مسجد میں شور وشغب مچاتے رہو، کلام لغو وفحش بکتے رہو، بدبو کے ساتھ آتے جاتے رہو، ایسا لگتا ہے جیسے ہمارے ہاں مسجد بیت اللہ نہیں، بلکہ دنیوی مجالس ومقاصد کی قیام گاہ ہے، اسی طرح ہمارے ہاں ماں باپ کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے، ان کی خدمت نہیں کی جاتی ہے، بلکہ ان سے خدمت لی جاتی ہے وعلی ہذا القیاس۔

عورتیں بے لگام و بدلحاظ ہیں، مردوں کو ٹھوک کر جواب دیتی ہیں: خدمت کرنے کے بجائے مردوں سے خدمت لیتی ہیں۔ ان جیسے حقوق کے ضائع کرنے کے بعد بھی ہماری مسلمانی میں فرق نہیں آیا!

ہرگزم باور نے آید زروئے اعتقاد
ایں ہمہ با کردن و دین پیمبر داشتن

ترجمہ... "مجھے از روئے اعتقاد ہرگز یقین نہیں آتا کہ
ایسے کرتوت کرنا اور پیغمبر کا دین رکھنا۔"

اسی ضرورت کے تناظر میں یہ رسالہ پیش خدمت ہے، جس میں مختلف عنوانات کو چند فصلوں میں تقسیم کرکے بیان کیا جاتا ہے:

فصل اول:

مسجد کے آداب:

آہ! آج ہماری بہت سی مسجدیں تو نماز اور جماعت تک کو ترستی ہیں، ان میں انسانوں کے بجائے مختلف قسم کے جانور مختلف نظر آتے ہیں:

گفتم ایں شرط آدمیت نیست
مرغ تسبیح خوان و تو خاموش

ترجمہ... "میں نے کہا یہ آدمیت کی شرط نہیں، پرندے
تو تسبیح پڑھیں اور تو خاموش رہے۔"

اور جو چند ایک مساجد آباد بھی ہیں، تو اکثر کو شرعی اصطلاح میں ان کو آباد نہیں کہہ سکتے، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مساجد کے متعلق فرماتے ہیں:

"مساجدھم عامرۃ وھی خراب" (مشکوٰۃ ص ۳۸)

یعنی آخری زمانے کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی مگر درحقیقت ویران۔

مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں:

حدیث میں ہے:

"بے شک زمین میں اللہ (تعالیٰ) کے گھر مساجد ہیں، اور بے شک اللہ (تعالیٰ) نے اس شخص کا اکرام کرنے کا ذمہ لیا ہے، جو اس (اللہ تعالیٰ) کی زیارت کے لئے مسجد میں آئے۔" (کنز العمال ج:۸ ص:۳۱۳ حدیث:۲۳۰۷۳)

اس لئے مساجد کی عظمت درحقیقت خداوندِ عالم کی عظمت ہے، اور ان کی بے ادبی دراصل خداوندِ کبریا اور ذاتِ ذوالجلال کی بے ادبی ہے۔

مسجدیں آخرت کے بازار ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مسجدیں آخرت کے بازاروں میں سے بازار ہیں، جو شخص ان میں داخل ہوگیا، وہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے، اس کی مہمانی مغفرت ہے، اور اس کے لئے تحفہ تکریم و تعظیم ہے۔"

(کنز العمال ج:۷ ص:۵۸۰ حدیث:۲۰۳۴۸)

جس طرح علی الصبح دنیا کے بازار کھلتے ہیں اور لوگ اپنی اپنی حاجات و ضروریات کے لئے خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں، اسی طرح اس وقت آخرت کے بازار بھی لگائے جاتے ہیں، اور خدا تعالیٰ کے نیک بندے ان کی طرف دوڑتے ہیں:

بوقت صبح جو خورشید نکل آتا ہے
کوئی حرم کو، کوئی میکدہ کو جاتا ہے
جو دل سے پوچھتا ہوں، تو کدھر کو جاتا ہے؟
تو بھر کے آنکھوں میں آنسو یہ پڑھ سناتا ہے:
علی الصبح کہ مردم بکاروبار روند
بلا کشان محبت بکوئے یار روند

ترجمہ:... "صبح کے وقت لوگ کاروبار میں جاتے ہیں، محبت کی تکلیف برداشت کرنے والے یار کی گلی میں جاتے ہیں۔"

دنیا کے بازاروں سے دنیوی گھر کا سامان خریدا جاتا ہے، اور آخرت کے بازاروں (مساجد) سے اخروی گھر کا سامان خریدا جاتا ہے۔

مساجد جنت کے باغات ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم جنت کے باغات سے گزرو تو اس کے پھل کھا لیا کرو، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! جنت کے باغات کیا ہیں؟ فرمایا: جنت کے باغات مساجد ہیں! پھر عرض کیا گیا کہ: یا رسول اللہ ان کے پھل کھانے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ۔"

(مشکوٰۃ ص ۶۹ بحوالہ ترمذی)

یعنی ان نماز تحیت کا مسجد میں پڑھنا بھی ثابت ہے۔

مسجد بنانے کا ثواب:

حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مسجد بناتا ہے

اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔"

(مشکوٰۃ ص ۶۸ بحوالہ بخاری، مسلم)

تنبیہ:... مسجد ایک صدقہ جاریہ ہے، جب تک لوگ اس میں نماز پڑھتے رہیں گے، مسجد بنانے والے کو ثواب پہنچتا رہے گا، مگر بلا ضرورت مسجد کے نقش و نگار میں روپیہ صرف کرنا پسندیدہ نہیں، خصوصاً جبکہ مالی صدقہ کے دوسرے مصارف موجود ہوں اور محتاج و مساکین پریشان ہوں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ خیرات اور صدقات کی جس مد میں زیادہ ضرورت ہو اس میں خرچ کرنا افضل ہے۔

گھروں میں مسجد بنانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجدیں

بنانے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ان کو صاف رکھا جائے اور ان

میں خوشبو لگائی جائے۔" (مشکوٰۃ ص ۶۹ بحوالہ ابوداؤد، ترمذی)

تنبیہ:... گھر کی مساجد کا حکم مکمل طور پر مسجد کا حکم نہیں ہے، ہاں! ان کا بنانا مستحب ہے۔ (کذا فی خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۲۹)

مسجدوں کو حد سے زیادہ مزین کرنا مکروہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مساجد کی حد سے زیادہ تزئین کو مکروہ

نصاریٰ کا دستور فرماتے ہیں، اور ناراضی کے لہجے میں فرماتے ہیں کہ:

"تم مساجد کو مزین کرو گے، جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا۔" (ابوداؤد ج ۱ ص ۶۵)

لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ صفائی اور چیز ہے، اور تزئین و گل کاری دوسری چیز ہے۔ مسجد کی صفائی سنت اور ضروری چیز ہے، اور بے حد زینت و گل کاریاں مکروہ و مذموم ہیں، کیونکہ وہ نماز پڑھنے والے کو اپنی طرف مشغول کر لیتی ہیں۔

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے: ان جزئی بیل بوٹوں میں روپیہ صرف کرنے سے بھی اولیٰ یہ ہے کہ اس کو فقراء اور مساکین پر خرچ کیا جائے۔

مسئلہ:... یہ بیل بوٹے اور نقش وغیرہ کے جائز ہونے کا حکم بھی اس وقت درست ہے کہ بنوانے والا اپنے ذاتی مال سے بنوائے، اگر چندہ یا وقف سے مسجد بنائی جائے تو وقف کرنے والے یا چندہ دینے والے کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا ناجائز ہے، اگر مسجد کے مہتمم و متولی نے بلا اجازت، چندہ دہندہ یا وقف کا روپیہ جائز نقش و نگار میں خرچ کیا تو وہ اس روپیہ کا ذمہ دار ہوگا۔ اسی طرح قربانی کے چمڑوں اور زکوٰۃ کے روپیہ کو حیلہ کرکے جائز نقش میں خرچ کیا تو بھی ذمہ دار ہوگا۔

مسئلہ:... محلّہ کی مسجد اہل محلہ کے لئے جامع مسجد سے افضل ہے، لیکن اگر جامع مسجد کا امام عالم ہو تو پھر جامع مسجد ہی افضل ہے۔

(کذا فی البحر، طحطاوی ص ۱۹۵)

مسئلہ:... دکان دار کے لئے رات کے وقت اپنے محلّہ کی اور دکان پر بیٹھنے کے وقت دکان کے قریب والی مسجد افضل ہے، جبکہ طالب علم کے لئے استاذ کی مسجد افضل ہے۔ (کذا فی شامی و طحطاوی)

مسجد کی صفائی کا بیان:

حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"مسجدوں کو صاف رکھا جائے اور ان میں خوشبو لگائی جائے۔" (مشکوٰۃ ص ۶۹ بحوالہ ترمذی، ابوداؤد)

"حضرت یعقوب بن زید سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے غبار کو کھجور کی ٹہنی سے صاف کیا کرتے تھے۔" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵)

مصنف ابن ابی شیبہ میں مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے روایت ہے کہ:

"مسجد قبا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی، پھر کسی سے فرمایا کہ مجھے ایک کھجور کی ٹہنی لا دو، اس نے لا کر دے دی، آپ نے کپڑے سے کمر باندھی اور تمام مسجد میں جھاڑو دی۔" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۴)

مسئلہ:... مسجد میں لہسن اور پیاز لانا یا انہیں کھا کر مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہے۔ (در مختار و طریقہ محمدیہ)

یہی حکم ہر بدبودار چیز کا ہے، جیسے حقہ، سگریٹ اور مٹی کا تیل وغیرہ، اور طریقہ محمدیہ میں مولی کو بھی اسی حکم میں داخل کیا ہے۔

مسجد میں خوشبو کی دھونی دینا:

مسجد میں لوبان اور عود کی دھونی دینا سنت ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہمیشہ دستور رہا۔

مسئلہ:... مسجد میں ذکر جہر کرنا اور آواز سے تلاوت قرآن مجید کرنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔ (فتاویٰ شامی)

ہاں! اگر مسجد میں کوئی آدمی نماز یا تسبیح و تہلیل وغیرہ میں مشغول نہ ہو تو پھر بعض علماء نے اجازت دی ہے۔ (ایضاً: آداب القرآن للشیخ عبدالوہاب الشعرانی)

تنبیہ:... خدا کی پناہ! شریعت اسلام تو مسجد میں بلند آواز سے تلاوت قرآن اور ذکر جہر کو ناجائز قرار دے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ بازاروں کے شور سے بچو، مگر کس قدر ظلم ہے کہ مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے مسجد میں زور زور سے قوالی کریں، ان میں عشقیہ شعر و اشعار گا کر پڑھے جائیں، مخصوص لوگوں کو اس پر وجد آئے، اس پر روپے پیسے قربان کئے جائیں، پھر اس کو ثواب سمجھا جائے:

خوجہ پندارد کہ دارد حاصلے
حاصل خوجہ بجز پندار نیست

ترجمہ:... "خوجہ کا گمان ہے کہ کچھ حاصل رکھتا ہے،
خوجہ کا حاصل گمان کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

ثواب کہاں؟ تو ڈر ہے کہ کہیں پہلے کے کئے دھرے عمل بھی اس گستاخی اور بے ادبی کی نذر نہ ہوگئے ہوں:

حاصل خود کرد صرف کیمیا
ہیچ چیز از کیمیا حاصل نکرد

ترجمہ:... "اپنا سرمایہ کیمیا پر خرچ کیا (مگر) کیمیا سے
کوئی چیز حاصل نہیں کی۔"

مسئلہ:... مسجد کی صف اور قالین وغیرہ گھر یا حجرہ میں لے جانا جائز نہیں،

مسجد کے لوٹے اور دیگر سامان بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج:۱ ص:۲۲۹)

مسئلہ:... مسجد کی دیواروں پر لکھنا دُرست نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ:... کسی مسجد کو عمدہ بنانے کی غرض سے منہدم کرنا جائز نہیں، جب تک کہ اس کے گر جانے کا خطرہ نہ ہو۔ (کذا فی سراج المنیر از مجموعۃ الفتاویٰ)

ان میں سے اکثر مسائل "آدابِ مسجد" مصنفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی سے لئے گئے ہیں۔

فصلِ دوم:

حقوقِ والدین:

کون نہیں جانتا کہ والدین کے حقوق تمام مخلوق کے حقوق سے عقلاً، نقلاً، فطرۃً، مروۃً اور عرفاً، برتر، ضروری اور مستحسن ہیں، مگر افسوس! کہ فرماں برداری کرنے والی اولاد اس دُنیا میں کمیاب ہے! شاذ و نادر کہیں کہیں اس کا نشان ملتا ہے، تحقیق کی جائے تو اس کی چند وجوہ ہیں:

۱:... اوّل یہ کہ دینی تعلیم سے ناواقفیت ہے، چنانچہ ماں باپ کی عزّت، عظمت، خدمت اور محبت سے متعلق پڑھا، نہ دِل پر کسی نیک صحبت کا اثر ہوا، چنانچہ حدیثِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کورے، قرآن مجید سے ناواقف، دُنیوی تمدن کے ماہر، معاش کے فدائی، اور مادّی ترقی کے متوالوں کو رُوحانی چیزوں سے کیا تعلق؟

۲:... دُوسرا سبب یہ ہے کہ عموماً لوگ اچھی صحبت اور صالح رفاقت سے دُور ہیں، حقوقِ محسنین کی قدر کہاں سے آئے؟ اور دِل پر کیا اثر کرے؟

۳:... تیسرا باعث یہ ہے کہ اپنی عقل و فکر کو کامل و اکمل جانتے ہیں، دُوسروں

کی وصیت ونصیحت پرکان تک نہیں دھرتے۔ جب اپنے آپ کو ناقص ہی نہیں جانتے، تو اپنے سے بڑے کی تلاش کیسے کریں گے؟ وغیر ذالک من الوجوہ۔

اس سلسلے کی چند ہدایات قرآن وحدیث سے پیشِ خدمت ہیں، اگر غریب نوازی سے طوعاً وکرہاً پڑھ، سن لیں، تو زہے عنایت وشکر!

۱:... اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے ساتھ والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم کرتے ہوئے فرمایا:

"اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا."

(بنی اسرائیل:۲۳)

ترجمہ:... "کہ نہ پوجو اس کے سوا، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔"

۲:... والدین کے لئے دُعا کرنے کو فرمایا:

"رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ" (نوح:۲۸)

ترجمہ:... "اے رَبّ! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو۔"

۳:... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دُعا کی ہے:

"رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ" (ابراہیم:۴۱)

ترجمہ:... "اے ہمارے رَبّ! مجھے بخش اور میرے ماں باپ کو۔"

۴:... "وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا."

(بنی اسرائیل:۲۴)

ترجمہ:... "اور کہہ کہ اے رَبّ! میرے ماں باپ پر

کی صورت فرما چکے کہ (انہوں نے) مجھے چھوٹے کو پالا تھا۔"

۵... ماں باپ کو نہ زبان سے سخت سست کہنا جائز ہے نہ ہاتھ اور پاؤں سے ان سے سختی روا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت: "فلا تقل لھما اف" (بنی اسرائیل ۲۳) اس پر دلالت کرتی ہے۔

۶... ماں باپ کو نام لے کر بھی نہیں پکارنا چاہئے۔ آیت کریمہ: "وقل لھما قولا کریما" کا ایک مطلب یہ بھی ہے۔

۷... ماں باپ پکاریں، تو چاہے نفل نماز میں بھی ہو تو نماز توڑ کر ان کو جواب دے، اور فرض نماز کو والدین کی پکار پر جب توڑ سکتا ہے جب سخت ضرورت ہو۔ (کذا فی کتب الفقہ)

۸... ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے

(مشکوۃ ص ۴۲۱، وکنز العمال حدیث: ۴۵۴۳۹)

۹... ماں باپ اگرچہ ظلم کریں، پھر بھی خلاف نہیں کر سکتا۔

(مشکوۃ ص ۴۲۱)

۱۰... ماں باپ کو خدمت کی ضرورت ہو تو جہاد پر نہیں جا سکتا۔

(مشکوۃ ص ۴۲۱)

فصل سوم:

مرشد اور استاذ کے آداب:

کن خدمت استاد ای پسر
کہ استاد باشد بجائے پدر

ہیں، تو لامحالہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مومنین کے باپ ہوئے، اور ظاہر ہے کہ روحانی باپ ہیں، اور نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" (بے شک معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔ (مشکوٰۃ ص ۳۶)

پس معلم الخیر (یعنی استاذ) روحانی باپ ہوئے، اور مرشد روحانی امراض کے معالج ہوتے ہیں، روحانی تربیت کرنے والے، اور روحانی تزکیہ کرنے والا والد باپ سے افضل کیوں نہ ہوگا؟ پس چاہئے کہ استاذ کے ساتھ ادب سے پیش آئے، حرمت و تعظیم سے اس پر نگاہ ڈالے، استاذ جو بتلائے اس کو خوب توجہ سے سنے، اس کو یاد رکھے، استاذ کے روبرو نہ بہت ہنسے، نہ باتیں کرے، نہ ادھر اُدھر دیکھے، نہ کسی کی طرف متوجہ ہو، حضور و غیب (موجودگی اور عدم موجودگی) میں اس کے حقوق کا خیال کرے، وغیرہ ذالک۔

مرشد کے حقوق ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہیں: مثلاً: ہر طرح مرشدِ حق کا مطیع رہے، اور یہ اعتقاد کرے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا، اور اگر دوسری طرف توجہ کی تو مرشد کے فیض و برکات سے محروم رہے گا، یعنی مصداق نفس کے ہرجائی نہ بنے:

دل آرامے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

ترجمہ... "جو راحت پسند دل تو رکھتا ہے، بس اسی میں لگا، پھر آنکھ تمام جہان سے بند کرلے"

جان و مال سے اس کی خدمت کرے، کیونکہ مرشد کی محبت کے بغیر کچھ نہیں، اور محبت کی پہچان یہی ہے، مرشد جو وظیفہ اور ورد تعلیم کرے اسی کو پڑھے، دوسرے تمام وظیفے چھوڑ دے، خواہ وہ وظیفے کسی اور مرشد نے بتلائے ہوں یا خواب میں کسی

نے تلقین کیے ہوں، یا از خود پڑھتا ہو، لہٰذا ایک ہی طبیب کا علاج ہو اور بس۔ ہاں! اگر کوئی دوسرا وظیفہ پڑھنا چاہتا ہے تو مرشد سے اجازت لے لے۔ مرشد جو کہے یا کرے اس پر اعتراض نہ کرے، اگر کوئی شرعی شک وشبہ پیدا ہو، تو مرشد سے دفع شبہ کے لئے دست بستہ پوچھ سکتا ہے، اسی طرح اس کے پاس بیٹھ کر وظیفہ میں بھی مشغول نہ ہو۔

تنبیہ:... اگر کوئی شخص ماں باپ، استاذ اور مرشد کا ان کی زندگی میں مطیع و فرماں بردار نہیں رہا، تو اب اس کا علاج یہ ہے کہ ان کی روح کو صدقہ وخیرات بخشتا رہے، اور ان کے لئے دعائے مغفرت و رفع درجات کرتا رہے، ان شاء اللہ تعالیٰ مطیعین میں لکھا جائے گا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب میں قاضی حمید الدین بنگالی کو لکھا ہے کہ:

"ہر مرضے را علاج ہست الا آزردگی شیخ را ہیچ علاجے نیست۔"

لہٰذا ایسا نہ کرے کہ ان حضرات کو آزردہ کرتا رہے اور پھر کہے کہ صدقہ اور خیرات وغیرہ سے مطیع بن جاؤں گا، یہ جہالت اور شوخ چشمی ہے۔

وصیت:

طالبِ سعادت دارین کے لئے واجب ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کے عقائد اختیار کرے، پھر رذائل یعنی حرص، طولِ امل، کبر، ریا، حسد، کینہ، بغض وغیرہ کو دفع کرے، تزکیہ حاصل کرے، اخلاقِ حمیدہ: شکر، قناعت، تفویض، توکل، اخلاص وغیرہ حاصل کرے، گناہ ہوجانے پر جلدی توبہ کرے، نعمت چھوٹی بڑی پر شکر کرے، خلافِ شرع فقراء کی صحبت سے بچے، لوگوں سے بقدرِ ضرورت تعلق رکھے، حق تعالیٰ کی

تحفۃ الفقیر الی اللہ

یعنی

حج کے احکام و مسائل

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ

خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

جاننا چاہئے کہ چند مسائل حج مصروف بیت اللہ تعالیٰ و زیارت فیض بشارت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصراً پیش خدمت کئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مقبول بنائے آمین! ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

میرے عزیز مولوی عبدالغنی صاحب حول عمرہ اور حاجی عبدالعزیز صاحب کے حج پر جانے کے ایام قریب آگئے، لہٰذا ان کے تقاضے پر ان کے لئے نہایت اختصار کے ساتھ تحفۃ الفقیہ کے نام سے حج کے کچھ احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

فائدہ:... حج نام ہے ان خاص افعال کا جو احرام باندھنے سے لے کر آخر ایام تشریق تک کئے جاتے ہیں۔

حج فرض محکم ہے، اس کی فرضیت دلیل قطعی سے ثابت ہے، اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ اور تمام عمر میں ایک مرتبہ سے زائد حج فرض نہیں۔ (کذا فی معلم الحجاج)

اور وسعت ہوجانے کے بعد فوری ادا کرنا ضروری ہے، اگر تاخیر کی تو گنہگار ہوا۔ مگر جب بھی ادا کرے گا ادا شمار کیا جائے گا، اور سابق کی تاخیر کا "گناہ" ختم ہوجائے گا۔

اگر مزروعہ زمین کا مالک ہے، کچھ بیچ کر حج کر سکتا ہے اور اتنا بچ جاتا ہے کہ پھر لوٹ کر اپنا اور اہل وعیال کا خرچ کر سکتا ہے تو حج واجب ہے۔ (کذافی عالمگیری)

اگر کسی کے پاس ضرورت سے زائد بیا مکان یا جانور ہے کہ بیچ کر حج کر سکتا ہے، تو اس پر حج واجب ہے۔

فقیر حج کرے، پھر مالدار ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج کرنا واجب نہیں۔

عورت کے لئے محرم کا یعنی ایسا شخص کہ جس سے اس کا نکاح ہمیشہ کے لئے نہیں ہو سکتا یا اس کے شوہر کا حج کے لئے ساتھ جانا ضروری ہے۔ اگر ایسا شخص میسر نہیں ہو سکتا اور مکہ مکرمہ تک کی مسافت تین دن سے زائد ہے تو اس پر حج فرض نہیں، اگر مسافت تین دن سے کم ہے، اور راستہ بھی پر امن ہے تو حج فرض ہے، پھر محرم کا امین ہونا شرط ہے، اگر محرم امین نہیں تو عورت اُسے ساتھ نہ لے جائے۔ اس محرم کا خرچ بھی اس عورت پر ہے۔ اگر محرم بھی ہے، امین بھی ہے اور ساتھ جانے کو تیار بھی ہے، مگر شوہر کی اجازت نہیں تو حج فرض کے لئے بلا اجازت بھی جا سکتی ہے، اور حج نفل میں بلا اجازت نہیں جا سکتی۔ اور مراہق لڑکا (قریب بلوغ) بالغ کے حکم میں ہے۔ اگر کوئی محرم ساتھ لے جانے کے لئے نہیں ہے تو حج کے لئے عورت کو نکاح کرنا واجب نہیں۔ یہ بھی شرط ہے کہ عورت عدتِ وفات یا طلاق میں نہ ہو، اگر عدت میں ہے تو حج کو نہ جائے۔

ارکانِ حج:

حج کے دو رکن ہیں:

۱:... وقوفِ عرفات۔ ۲:... طوافِ زیارت۔

لیکن وقوفِ عرفات، طوافِ زیارت سے زیادہ قوی ہے، یہاں تک کہ اگر وقوف سے

پہلے جماع کیا تو حج فاسد ہو جائے گا، اور طواف زیارت سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد نہ ہوگا۔ (کذا فی مراقی الفلاح)

واجبات حج:

حج کے واجبات بہت سے ہیں، ان میں سے بعض درج ذیل ہیں

١... صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا، یعنی جلد چلنا۔

٢... مزدلفہ میں ٹھہرنا۔

٣... تینوں جمرات پر کنکریاں پھینکنا۔

٤... سر منڈوانا یا بال کتروانا۔

٥... طواف صدر یعنی وداع۔ (کذا فی شرح الطحاوی)

حج کی سنتیں:

١... طواف قدوم، پہلا طواف جب مکہ میں داخل ہو۔

٢... طواف قدوم یا طواف فرض میں شروع کے تین پھیروں میں اکڑ کر چلنا۔

٣... صفا و مروہ کی سعی میں دونوں سبز میناروں کے درمیان تیز چلنا۔

٤... ایام قربانی کی راتوں کو منٰی میں رہنا۔

٥... منٰی سے سورج طلوع ہونے کے بعد عرفہ کو جانا۔

٦... مزدلفہ سے سورج کے نکلنے سے پہلے منٰی کو چل دینا۔ (کذا فی فتح القدیر)

٧... مزدلفہ میں رات کو رہنا۔

٨... تینوں جمرات میں ترتیب سنت ہے۔ (کذا فی البحر الرائق)

آداب حج:

حج کے آداب بہت سے ہیں، ان میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں۔

۱... نیت خالص کرے۔

۲... توبہ کرے۔

۳... جو چیز ظلم و زیادتی سے لی ہو، واپس کرے یا معاف کروائے۔

۴... عبادات میں جو کچھ قضا ہو ادا کرے۔

۵... ریا، غرور اور فخر کو دور کرے۔

۶... مال حلال کے حاصل کرنے میں کوشش کرے اس لئے کہ مال حرام سے حج قبول نہیں ہوتا لیکن حج فرض ادا ہو جاتا ہے۔ (کما فی فتح القدیر)

۷... حج کے سامان کو بہت جھگڑ جھگڑ کر نہ خریدے۔

۸... اپنے اہل و عیال، اقرباء و احباب سے قصور معاف کروائے۔

۹... ان سے دعا کا طالب ہو۔

۱۰... بمطابق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے پنجشنبہ (جمعرات) کو نکلے ورنہ مہینہ کے پہلے دوشنبہ (پیر) کو گھر سے نکلے۔

۱۱... اس طرح سفر کرے جیسے کوئی دنیا سے سفر کرتا ہے۔

۱۲... گھر سے نکلنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے۔

۱۳... اسی طرح جب حج سے لوٹ کر آئے تو گھر پہنچنے کے بعد دو رکعت پڑھے، اگر اپنی مسجد میں جاتے اور آتے وقت رکعتیں پڑھیں تو سفر کے آداب میں سے سنت کی مطابقت بھی ہے۔

۱۴... اگر حج فرض ہو تو مستحب ہے کہ اول حج کرے، پھر مدینہ منورہ جائے، اور اگر حج نفل ہے تو جس کو چاہے مقدم کرے۔

۱۵... والدین سے رخصت لے کر جائے، اگر ماں باپ خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی بلا اجازت حج پر جانا مکروہ ہے۔

۱۲... جس پر قرض ہو اس کو جہاد اور حج پر جانا مکروہ ہے۔

وہ چیزیں جو حج میں ممنوع ہیں:

وہ چیزیں جو حج میں ممنوع ہیں، وہ دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ جو اس کی اپنی ذات سے متعلق ہیں، وہ چھ ہیں:

۱... جماع کرنا۔ ۲... سر منڈوانا۔
۳... ناخن تراشنا۔ ۴... خوشبو لگانا۔
۵... سر اور منہ ڈھکنا۔ ۶... سلے ہوئے کپڑے پہننا۔

دوسری وہ جو اس کی ذات سے متعلق نہیں، بلکہ اس کے اعمال سے تعلق رکھتی ہیں، وہ دو یہ ہیں:

۱... حل اور حرم میں شکار کو چھیڑنا۔ ۲... حرم کے درخت کاٹنا۔

میقات کے بیان میں:

میقات وہ ہے جس سے بغیر احرام کے آگے بڑھنا جائز نہیں، ہاں! اس سے پہلے اگر احرام باندھ لے تو جائز ہے۔ (کذا فی الہدایہ)

اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ (آج کل اس کو بئر علی کہتے ہیں)، اہل عراق کے لئے ذات عرق، اہل شام کے واسطے جحفہ، اہل نجد کے لئے قرن، اور اہل یمن کے لئے یلملم میقات ہے۔ ہندوستان پاکستان کے لوگ یلملم سے احرام باندھتے ہیں۔ جو شخص میقات سے باہر رہنے والا ہے، اس کو جائز نہیں کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو، خواہ حج کی نیت کرے یا نہ کرے، اور اگر داخل ہو گیا تو اس پر حج یا عمرہ لازم ہوگا۔ (کذا فی المحیط للسرخسی)

اور جو شخص میقات اور مکہ مکرمہ کے درمیان رہتا ہے، اس کو مکہ مکرمہ میں بغیر

احرام کے داخل ہونا جائز ہے۔ ہاں! اگر حج یا عمرہ کرے تو بغیر احرام کے اداء نہ ہوگا۔
مکہ والے حج کا احرام حرم سے باندھیں اور عمرہ کے لئے حل سے باندھیں۔ یعنی جو
شخص عمرہ کا ارادہ کرے، وہ کسی جانب سے احرام باندھنے کے لئے حل کو جائے اور
تنعیم سے احرام باندھنا افضل ہے۔ (کذا فی الھدایہ)

احرام کے بیان میں:

احرام باندھنا کبھی تو قول سے ہوتا ہے اور کبھی فعل سے۔ قول سے یہ ہے کہ
زبان سے کہے: "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ
الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ" اس سے کم نہ کرے، البتہ اس
سے بڑھا سکتا ہے۔ نیز "لبیک" کی جگہ تسبیح، تحمید، تہلیل، تمجید، یا اس کی مثل احرام کی
نیت سے دوسرے کلمات ذکر کر سکتا ہے۔ اسی طرح عربی کی بجائے دوسری زبان
میں "لبیک" کہے تو بھی محرم ہو جائے گا۔

اور فعل سے احرام باندھنا یہ ہے کہ گائے یا اونٹ کے گلے میں بہ نیت
احرام پٹے (ہار) ڈالے اور حج کے ارادے سے لے چلے تو احرام بھی ہو جائے گا،
اگرچہ "لبیک" نہ کہا، خواہ وہ قربانی نذر کی ہو یا نفل کی۔ (عالمگیری)

اور اگر کسی نے دوسرے کے ہاتھ قربانی بھیجی، اس کے بعد خود حج کو چلا،
پس جب تک قربانی کو نہ مل جائے گا محرم نہ ہوگا، اور جب مل گیا اور اسے ہانکا تو
محرم ہو جائے گا، خواہ "لبیک" کہے یا نہ کہے۔ (بدنہ اونٹ اور گائے کی قربانی کو
کہتے ہیں)۔

احرام میں نیت شرط ہے، اگر بغیر نیت احرام کے "لبیک" کہا تو محرم نہ
ہوگا۔ نیز صرف نیت سے بھی احرام نہ ہوگا، جب تک "لبیک" یا اس کے قائم مقام

کوئی اور ذکر کرے، یا قربانی کو ہانکے یا قربانی کے اونٹ یا گائے کے گلے میں پٹہ (ہار) نہ ڈالے اس وقت تک محرم (احرام والا) نہ بنے گا۔

جب احرام کا ارادہ کرے تو غسل یا وضو کرے، لیکن غسل افضل ہے۔ یہ غسل نظافت ہے، یہ غسل حیض اور نفاس والی عورت اور لڑکے کو بھی مستحب ہے، اور بدن کو ناخن وغیرہ سے صاف کرنا بھی مستحب ہے، اور خوشبو لگا لینا بھی درست ہے، پھر دو رکعت نفل پڑھے، اس میں اگر سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھے تو افضل ہے، اور یہ رکعتیں وقت مکروہ میں نہ پڑھے، اگر صرف فرض نماز پڑھ لی تو بھی کافی ہے۔ (کذا فی بحر رائق)

پھر نماز سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ سے حج کی آسانی اور مقبولیتِ حج کی دعا مانگے، اور یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ۔"

پھر "لبیک" اور پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور جو دعا دل چاہے، مانگے۔ (کذا فی فتح القدیر)

نمازوں کے بعد جس قدر ہو سکے "لبیک" کی کثرت کرے، جب سوار ہو یا اترے، بلندی پر چڑھے یا پستی میں اترے، اسی طرح صبح و شام کو کثرت سے لبیک پڑھے، اور "لبیک" میں آواز مناسب طور پر بلند کر سکتا ہے۔

ممنوعاتِ احرام:

احرام میں نافرمانی، جھگڑے اور بے ہودہ باتوں سے بچے، شکار سے کچھ بھی تعرض نہ کرے، نہ پکڑے، نہ کسی کو اشارہ سے بتائے، نہ شکار کرنے والے کی مدد کرے، بدن کی ساخت پر سلا ہوا کپڑا کرتہ، پاجامہ، عمامہ، ٹوپی اور موزہ نہ پہنے، سر،

چہرہ، منہ، ٹھوڑی اور رخسار تو نہ ڈھانکے، اگر ناک پر ہاتھ رکھے تو کچھ مضائقہ نہیں، اگر
کرتہ یا پائجامہ کو بطور تہبند باندھ لے یا قبا کو کاندھوں پر ڈال کر اس میں دونوں
مونڈھوں کو داخل کردے اور ہاتھ داخل نہ کرے، تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (کذا فی عالمگیریہ)

محرم کو ہمیانی اور پیٹی باندھنا درست ہے، رنگین تہبند نہ پہنے ہاں! اگر ایسا
دُھلا ہوا ہو کہ اس سے رنگ نہیں جھڑتا، تو مضائقہ نہیں، سر اور بدن کے بال نہ
مونڈے، نہ بالوں کو اکھاڑے، نہ ناخن تراشے۔ احرام میں عورت کا بوسہ نہ لے، نہ
شہوت سے ہاتھ لگائے، نہ خوشبو والی چیز مثل خطمی وغیرہ سے سر دھوئے۔ بدن اور سر کو
اگر کھجانا پڑے تو آہستہ سے کھجائے تاکہ کوئی بال نہ گرے اور نہ جوں مرے۔ اگر
بدن پر بال نہیں ہیں تو زیادہ کھجانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

محرم یعنی احرام والا دیوار، خیمہ یا چھتری کے سایہ میں بیٹھ سکتا ہے۔ اگر کعبہ
کے پردہ میں داخل ہو اور سر اور منہ نہ ڈھکے تو درست ہے یعنی سر اور منہ سے وہ پردہ
دور ہو تو مضائقہ نہیں، اور محرم کو فصد لینا اور ٹوٹے ہوئے عضو کو باندھنا درست ہے۔
اگر سرمہ میں خوشبو نہ ہو تو اس کے لگانے میں بھی مضائقہ نہیں۔

ادائے حج کی کیفیت:

مستحب ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے اور "کداء"
پہاڑی کی طرف سے داخل ہو تو بہتر ہے، حج اور عمرہ میں مکہ مکرمہ میں خواہ رات کو
داخل ہو یا دن کو کچھ حرج نہیں۔ سامان رکھنے کے بعد پہلے مسجد میں جائے اور باب بنی
شیبہ سے جائے تو بہتر ہے، پہلے چوکھٹ کو بوسہ دے اور عاجزی اور خشوع کے ساتھ
"لبیک" کہتے ہوئے اور اس مقام کی عظمت و جلال کا لحاظ کرتے ہوئے جائے، اور
کوئی مزاحم ہو تو اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ (کذا فی البحر الرائق)

مسجد میں ننگے پاؤں داخل ہو، ہاں! اگر اس کے پاؤں کو نقصان پہنچتا ہو تو کچھ پہن لے۔ اوّل داہنا پاؤں بڑھائے اور یہ دُعا پڑھے:

"بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ
اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔۔۔الخ"

جس وقت خانۂ کعبہ کو دیکھے "اللہ اکبر" کہے اور "لا الٰہ الا اللہ" پڑھے، اور حجرِ اسود سے ابتدا کرے، اور اگر نماز کی جماعت ہو رہی ہو تو نماز میں شامل ہو جائے، اور حجرِ اسود کی طرف رُخ کر کے "اللہ اکبر" کہے، دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اُٹھائے، اور پھر چھوڑ دے۔ (کذا فی نہر الفائق)

پھر اگر ہو سکے تو دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ کر بوسہ دے۔ اگر انبوہ (وازدحام) کی وجہ سے بوسہ دینا مشکل ہو تو ہاتھ سے چھولے اور اپنے ہاتھ کو چوم لے، یہ بھی نہ ہو سکے تو کوئی لکڑی حجرِ اسود پر رکھ کر چوم لے، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ اس طرح اُٹھائے کہ ہتھیلی حجرِ اسود کی طرف ہو اور "الحمد للہ" اور درود پڑھے اور ہاتھوں کو چوم لے۔ (کذا فی فتح القدیر)

حجرِ اسود کی طرف منہ کرنا مستحب ہے، واجب نہیں، اور کعبہ کے دروازہ کی جانب کو طواف کرے اور سات بار کرے، اور اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال لے، اس کو "اضطباع" کہتے ہیں۔ حجرِ اسود کی طرف رُخ کرتے ہوئے چلے، یہاں تک کہ حجرِ اسود سے آگے بڑھ جائے (اضطباع کا یہ حکم صرف طواف کرتے وقت ہے، پھر نہیں)۔ (کذا فی ہالگیری)

جب طواف کے دوران حجرِ اسود کے سامنے آئے، اسے چوم سکے، تو چوم لے، ورنہ اس کی طرف رُخ کیے ہوئے تکبیر، تہلیل کہے اور طواف کو حجرِ اسود کے بوسہ پر ختم کرے۔ اگر ہو سکے تو طواف کے پہلے تین پھیروں میں رمل کرے یعنی اکڑ کر

اگر دونوں پر نہ چڑھا تو مکروہ ہے۔ (کذا فی محیط سرخسی)

اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آئے، بیت اللہ کی طرف رُخ کرے اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر تکبیر کہے اور "لا الہ الا اللہ" اور درود شریف پڑھے اور اپنی حاجتیں مانگے۔ دُعا کے وقت دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے۔

(کذا فی عالمگیری ناقلاً عن سراج الوہاج)

پھر وہاں سے مروہ کی طرف جائے اور صفا کی طرح مروہ پر کرے، اور میلین اخضرین یعنی دو سبز تیوں کے ستونوں کے درمیان تیز چلے اور باقی جگہ اپنے حال کے موافق چلے۔ صفا سے مروہ تک ایک چکر ہوا، اسی طرح سات بار کرے، صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے، اور اگر مروہ سے شروع کیا تو بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

صفا و مروہ کی سعی میں شرط یہ ہے کہ طواف کے بعد ہو، اگر سعی پہلے کی اور پھر طواف کیا تو سعی کو دوبارہ کرے، اگر مکہ میں ہے اور احرام کھولنے کے بعد سعی کی تو بھی بالاجماع جائز ہے۔ (کذا فی عالمگیری)

طواف میں طہارت شرط ہے۔ مگر سعی میں طہارت شرط نہیں۔ اگر حیض یا جنابت میں سعی کی تو اس کا اعادہ نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ جو عبادت مسجد میں ہے اس میں طہارت ہے، اور جو مسجد میں نہیں، اس میں طہارت شرط نہیں، جیسے عرفہ، مزدلفہ، اور جمرات کو کنکریاں مارنا وغیرہ، مگر طہارت افضل ہے۔ اگر طواف یا سعی کرتے کرتے اقامت ہو جائے تو نماز میں شریک ہو جائے، بقیہ طواف و سعی پھر پوری کرے۔ پھر جب بھی طواف کرے، ہر سات چکر کے بعد دو رکعت نفل ایسے وقت میں پڑھے جس وقت نفل جائز ہوں۔ جب تک دو رکعت نہ پڑھے دوسرا طواف شروع نہ کرے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اہل مکہ کے لئے نفل نماز طواف سے اولیٰ ہے،

اور باہر والوں کے لئے نفل طواف نماز سے افضل ہے۔ (کذا فی عالمگیری)

طواف کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا قرآن پڑھنے سے افضل ہے۔

(کذا فی عالمگیری)

ساتویں ذوالحجہ کو امام خطبہ پڑھے، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے احکام بتلائے، دوسرا خطبہ عرفہ کے دن عرفات میں، اور تیسرا گیارھویں تاریخ کو منیٰ میں۔ جس میں احکام حج بیان کرے۔

آٹھویں ذوالحجہ کو سورج نکلنے کے بعد منیٰ کو جانا افضل ہے۔ لیکن اگر سورج نکلنے سے پہلے گیا تو بھی جائز ہے۔ (کذا فی البدائع)

ہر حال میں "لبیک" پڑھنا نہ چھوڑے، رات کو منیٰ میں رہے، صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھ کر عرفات کی طرف متوجہ ہو۔ اس کے علاوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا پورا اتباع نہ ہوگا، گو اس پر کچھ لازم نہ آئے۔ پھر عرفات میں جہاں چاہے وہاں اترے، تاکہ چلنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ زوال کے بعد امام منبر پر چڑھے اور مؤذن ایسی حالت میں اذان دے کہ امام منبر پر ہو یہی صحیح ہے۔ اور یہی ظاہر مذہب ہے۔ (کذا فی بحرالرائق)

امام اذان کے بعد کھڑے ہوکر دو خطبے پڑھے۔ اگر زوال سے پہلے خطبہ پڑھا تو بھی ہو جائے گا۔ مگر ایسا کرنا خلاف سنت ہے۔

خطبہ کے بعد امام، ظہر اور عصر کی نماز، ظہر کے وقت میں پڑھائے اور ہر دو فرض کے درمیان کوئی نوافل و سنت نہ پڑھے۔ اور نہ کسی اور کام میں مشغول ہو۔ اور ظہر و عصر کے جمع کرنے کی شرائط یہ ہیں کہ عرفہ کا دن ہو، عرفات کا موقع ہو، حج کا احرام ہو، جماعت ہو، امیر المومنین یا اس کا نائب امام ہو، اور اگر جماعت نہ ہو تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح اور

شرطوں کے نہ ہوتے ہوئے بھی جمع کرنا جائز نہیں، بلکہ ہر ایک نماز کو اپنے اپنے وقت میں پڑھے۔

وقوف عرفات میں دو شرطیں ہیں:

۱... عرفات کی زمین ہو۔

۲... اور عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کا دن ہو۔

وقوف عرفات کے لئے کھڑا رہنا واجب نہیں، بلکہ بیٹھنا بھی جائز ہے، وقوف میں قبلہ رو کھڑا ہونا افضل ہے۔ وقوف کے لئے غسل کرلینا بھی افضل ہے، اور غروب تک وقوف کرے، اس روز روزہ نہ رکھنا، باوضو ہونا، سواری کے اوپر وقوف کرنا، امام کے قریب وقوف کرنا، دل کا حاضر کرنا اور جن باتوں سے دعائیں رکی جاتی ہیں، ان سے خالی ہونا سنت ہے، اور چاہئے کہ سیاہ پتھروں کے پاس وقوف کرے۔ بدائع میں ہے کہ ہاتھ کشادہ کرکے اٹھائے اور قبلہ کی طرف رخ کرے، جیسے کہ پکارنے والا اس کی طرف ہاتھ اور منہ سے متوجہ ہوتا ہے، اور "الحمد للہ"، "لا الہ الا اللہ" اور "اللہ اکبر" کہے، درود شریف پڑھے اور عجز و نیاز سے دعا کرے اور "لبیک" پڑھتا رہے، اور چاہئے کہ یہ دعا زیادہ پڑھے:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ."

کیونکہ یہ دعا بھی ہے اور ثنا بھی۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۱)

سنت یہ ہے کہ دعا میں آواز پست کرے۔ (کذا فی الجوہرہ)

وقوف کا وقت نویں ذوالحجہ کا سورج ڈھلنے سے دسویں کی طلوع فجر تک ہے، پس جو شخص اس وقت حالتِ احرام میں ہوش و حواس یا بیہوشی و بے خبری وغیرہ میں عرفات سے گزر جائے، اس کا حج ہوگیا۔

مزدلفہ کے متعلق:

جب عرفہ کا سورج غروب ہو جائے تو امام وغیرہ سب آدمی اسی ہیئت سے مزدلفہ آئیں۔ (کذا فی الہدایہ)

افضل یہ ہے کہ جس ہیئت سے موقف میں کھڑے تھے، اسی ہیئت سے چلے آئیں، اور مناسب ہے کہ امام سے پہلے نہ چلیں۔ ہاں! اگر امام غروب کے بعد تاخیر کرے تو پہلے چلے آئیں تو درست ہے۔ اور راستے میں "لا الٰہ الا اللہ"، "اللہ اکبر" اور "الحمد للہ" پڑھتے رہیں، اور بار بار "لبیک" کہیں، مغرب کی نماز مزدلفہ میں آکر عشاء کی نماز کے ساتھ جمع کریں، اور اگر راستے میں پڑھ لی تو اس کا اعادہ کرے، اسی طرح عشاء کی نماز راستے میں پڑھ لی تو اس کا بھی اعادہ کرے۔ (کذا فی التبیین) ہاں! اگر مزدلفہ سے پہلے پڑھی گئی مغرب و عشاء کے اعادہ میں تاخیر کی یہاں تک کہ فجر کی نماز پڑھ لی تو پھر وہ نمازیں جائز ہو گئیں، اگر مزدلفہ میں عشاء کی نماز مغرب سے پہلے پڑھ لی تو عشاء کا اعادہ کرے۔

مزدلفہ میں جہاں چاہیں اتریں، البتہ اس پہاڑ کے قریب جس کو قزح کہتے ہیں، اترنا افضل ہے۔

ان دونوں نمازوں مغرب اور عشاء کے جمع کرنے کے لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (امام حج کی) جماعت شرط نہیں، ان دونوں نمازوں کے درمیان سنت اور نوافل نہ پڑھے۔ پھر جب فجر طلوع ہو تو اندھیرے میں نماز فجر پڑھ کر وقوف کریں، اگر پہاڑ کے قریب اور امام کے پیچھے وقوف ہو تو بہتر ہے، اس وقت درود شریف، تسبیح، تہلیل اور تحمید کی کثرت کرے، اور دارین کی بہتری کے لئے آہ و زاری سے دعا کرے، اور حقوق العباد معاف کرانے کی درخواست بھی عجز و نیاز سے

کرے، ورنہ منیٰ میں تھوڑا ٹھہرے تو بہتر ہے۔

وقوفِ مزدلفہ کا وقت طلوعِ فجر سے روشنی ہونے تک ہے، نہ طلوعِ فجر سے پہلے ہے، نہ طلوعِ شمس کے بعد ہے، جب خوب روشنی ہو جائے تو طلوعِ شمس سے پہلے منیٰ کو چل پڑے، اگر امام سورج نکلنے کے بعد چلا یا نمازِ فجر پڑھنے سے پہلے چلا تو خلافِ سنت کیا، مگر اس پر کچھ واجب نہیں، اس لئے کہ وقوفِ مزدلفہ تو اس نے کر لیا ہے۔

منیٰ کے احکام:

جب منیٰ پہنچے تو زوال سے پہلے جمرۂ عقبہ پر آئے، وہاں پہنچ کر جمرۂ عقبہ کو سات کنکریاں مارے، اور ہر کنکری پر تکبیر پڑھے، اس روز اس جمرۂ عقبہ کے سوا کسی جمرہ کو کنکری نہ مارے، اور کنکریاں مارنے کے بعد کھڑا نہ رہے، تکبیر کے بدلے تسبیح و تہلیل کہے تو بھی جائز ہے۔ صحیح روایت میں ہے کہ پہلی کنکری پھینکتے ہی لبیک موقوف کر دے۔ (کذا فی فتاوی قاضی خان)

حج تمتع ہو یا قران، سب کا ایک ہی حکم ہے۔ البتہ عمرہ کرنے والا حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے بعد لبیک موقوف کر دے۔

اگر مفرد ہے تو کنکریاں مارنے کے بعد اس پر قربانی لازم نہیں، لیکن افضل ہے، اور اگر متمتع یا قارن ہے تو اس پر قربانی لازم ہے۔

اگر متمتع اور قارن کو قربانی کی طاقت نہیں تو تین روزے حج سے پہلے اور سات روزے حج کے بعد رکھے، حج کے بعد والے روزے جہاں چاہے رکھے، خواہ مکہ میں یا گھر میں۔ اس کے بعد تمام سر کے بال منڈائے، یہ افضل ہے، اور اگر کتروائے تو بھی درست ہے، بشرطیکہ پورے سر سے ایک پور برابر بال کتروا لے، اسی

طرح عورت بھی ایک پور برابر بال کترائے، مگر عورت کو بال منڈانا ناجائز اور حرام ہے، اور مرد تمام سر منڈائے اور اگر سر پر بال نہیں تو صرف استرا پھرائے۔ صحیح تر یہ ہے کہ استرہ پھرانا واجب ہے، اگر سر پر زخم ہوں اور استرہ نہیں چل سکتا تو احرام سے باہر ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ عاجز ہے، اور اگر زخم ہیں مگر بال بھی ہیں، تو بال کترائے، اور اگر نورہ (بال صفا پوڈر) سے سر صاف کرلیا تو بھی جائز ہے، مگر خلاف سنت ہے، اور سر منڈانے کے بعد تکبیر کے ساتھ دُعا مانگے، اور مناسب ہے کہ بالوں کو دفن کرے، اسی طرح ناخن کو بھی دفن کرے۔

سر منڈانے یا کترانے کے بعد جو چیزیں احرام میں حرام ہوئی تھیں، سب حلال ہوگئیں، مگر عورت سے جماع اور بوسہ وغیرہ حلال نہیں ہے، جب تک کہ پورا طواف زیارت یا اس کے اکثر چکر نہ کرلے، اور اگر کسی نے طواف زیارت نہ کیا تو اس کی عورت حلال نہ ہوگی، اگرچہ بہت برس گزر جائیں، یہ حکم پایا جاتا ہے۔

اگر ہو سکے تو اسی روز خانۂ کعبہ کا طواف کرے، اس کو طواف زیارت، طواف فرض اور طواف الفجر کہتے ہیں، اور اگر اسی روز نہ کر سکے تو دوسرے دن یا تیسرے دن جو بارہویں کا دن ہے، طواف کرے، اس سے زیادہ تاخیر نہ کرے، اور اگر اس سے زیادہ تاخیر کی تو اس پر قربانی لازم آئے گی۔

ننگے سر طواف زیارت نہ کرے (بشرطیکہ احرام سے فارغ ہو چکا ہو)، اور بے وضو نہ کرے، اور جنابت میں نہ کرے۔ پس اگر طواف قدوم کے بعد صفا و مروہ کے درمیان حج کی سعی کی نیت سے سعی کر چکا ہے، تو اس طواف میں اکڑ کر نہ چلے اور سعی نہ کرے، ورنہ اکڑ کر چلے اور سعی کرے، افضل یہ ہے کہ اکڑ کر چلنے اور سعی کرنے میں تاخیر کرے یعنی حج کی سعی طواف زیارت کے ساتھ کرے، تاکہ وہ (اکڑ کر چلنا اور سعی) فرض کے ساتھ ہو نہ کہ سنت کے ساتھ۔ (ملتقطاً بحرالرائق)

جمرات کو کنکریاں مارنے کے ایام کی راتوں کو منیٰ میں رہنا چاہئے، منیٰ کے علاوہ دوسری جگہ رات رہنا مکروہ ہے، اگر عمداً کہیں باہر رہا تو اس پر ہمارے نزدیک کچھ واجب نہیں ہے۔ (کذا فی الہدایہ)

پھر دوسرے، تیسرے اور چوتھے دن ہر تین جمرات پر کنکریاں مارے اور اس جمرہ سے ابتدا کرے جو مسجد خیف کے قریب ہے۔ قربانی کے دن جمرۂ عقبہ کو طلوع فجر سے طلوع شمس تک کنکریاں مارنا مکروہ ہے، اور طلوع شمس کے بعد سے زوال تک مسنون ہے، اور زوال کے بعد غروب تک مباح ہے۔ اور گیارہویں، بارہویں کو کنکریاں مارنے کا وقت زوال کے بعد ہے، طلوع شمس سے زوال سے پہلے تک جائز نہیں، اور تیرہویں کے دن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صبح سے طلوع شمس تک رمی کرنا مکروہ ہے اور طلوع شمس سے زوال تک رمی کرنا جائز ہے، اور زوال کے بعد مسنون ہے۔

کنکریوں کی جنس زمین سے ہونی چاہئے، لیکن جو قیمتی چیزیں ہیں لعل، یاقوت اور فیروزہ وغیرہ پھینکنا جائز نہیں، نمک، سرمہ، ٹھیکریاں اور کیچڑ وغیرہ سب جائز ہے، کنکریاں چنے کی مقدار سے کم نہ ہوں، اس سے بڑے ٹکڑے پھینکنا جائز ہے۔

مستحب یہ ہے کہ کنکریاں مزدلفہ یا راستے سے اٹھائے اور جمرہ کے پاس کی کنکریاں اٹھا کر نہ پھینکے۔

کنکریاں مارنے کی کیفیت یہ ہے کہ پانچ گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو، اور سبابہ اور انگشت (شہادت کی انگلی اور انگوٹھے) سے پھینکے، اور جس جمرہ کے بعد دوسرے جمرہ کو مارتا ہے، وہاں دیر کرے تسبیح، تہلیل اور تحمید پڑھتا رہے اور دعا کرے، اور جس کے بعد کنکریاں پھینکنی نہیں، اس کے بعد فوراً لوٹ آئے۔

جمرۂ عقبہ کو مارتے وقت جمرہ کی طرف منہ کرے اور منیٰ کو دائیں طرف اور

کعبہ کو بائیں طرف کرے، اور اس طرح کھڑا ہو کہ کنکریوں کے گرنے کی جگہ نظر آتی ہو اور کنکریاں جمرہ پر یا اس کے قریب گریں، گر دور گریں تو جائز نہیں، اگر کنکریاں کسی آدمی کی پیٹھ یا کجاوہ پر گریں اور وہاں رہ گئیں تو اعادہ کرے، کنکریاں داہنے ہاتھ سے مارے اور ہر جمرہ پر سات کنکریاں مارے، اگر سات سے زیادتی ہوگئی تو کوئی حرج نہیں، کنکریاں مارتے وقت: "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِلشَّيْطَانِ وَحِزْبِهِ" پڑھے اور یہ دعا پڑھے "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حَجِّيْ مَبْرُوْرًا وَسَعْيِيْ مَشْكُوْرًا وَذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا"۔ (کذا فی المحیط)

اگر بارہویں ذوالحجہ کے دن غروب سے پہلے منیٰ سے نکلا تو تیرہویں کی رمی ساقط ہوگئی، اگر رات منیٰ میں گزاری تو تیرہویں کو کنکریاں مارنا پڑیں گی۔

اگر کوئی کنکریاں مارنے سے عاجز ہے اور اس کے رفیق نے کنکریاں اس کے ہاتھ پر رکھ دیں، پھر وہ خود پھینکے یا دوسرے کو حکم کرے، فقہاء اس کو بھی جائز فرماتے ہیں۔

پھر منیٰ سے نکل کر محصب میں جائے اور اس کا نام ابطح ہے، وہاں تھوڑی دیر اترے، یہ ہمارے نزدیک سنت ہے۔

پھر مکہ میں داخل ہو اور طواف کرے، اس طواف میں اکڑ کر نہ چلے، اس طواف کا نام طواف صدر یا طواف الوداع ہے، یہ واجب ہے، اس طواف کے جواز کا وقت طواف زیارت کے بعد سے ہے اور وقت استحباب یہ ہے کہ جب سفر کا ارادہ کرے اس وقت طواف کرے، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر طواف کے بعد عشاء تک ٹھہرا تو میرے نزدیک دوبارہ طواف کرے تاکہ چلتے وقت خانہ کعبہ سے رخصت ہو۔ (کذا فی بحر الرائق)

اگر اس طواف کو یوم قربانی سے مؤخر کیا تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا۔ طواف

صدر اس وقت واجب ہوتا ہے جب مکہ سے نکلنے کا ارادہ کرے، اور میقات کے اندر
والوں پر یہ طواف واجب نہیں، اسی طرح حیض و نفاس والی پر بھی واجب نہیں ہے
اگر طواف صدر نہیں کیا اور ابھی میقات کے اندر ہے تو واپس ہو کر طواف کرے،
اگر واپس آیا تو عمرہ کے احرام سے آئے۔ پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کرے، پھر طواف
صدر کرے، اور اگر واپس نہیں آیا اور میقات سے دور ہو جانے کے بعد واپس آنا
واجب بھی نہ تھا تو طواف صدر کے ترک پر قربانی بھیجے، جو حرم میں ذبح ہو۔

جب طواف صدر سے فارغ ہو تو مقام ابراہیم پر آئے، اور دو رکعت نماز
پڑھے، پھر زمزم پر آئے اور قبلہ رو ہو کر تین سانسوں میں اس کا پانی پیئے، ہر سانس پر
نگاہ اوپر اٹھائے اور خانہ کعبہ کو دیکھے، اور زمزم کا پانی سر اور جسم پر ڈالے، پھر ملتزم کو
جو کہ حجر اسود سے بیت اللہ کے دروازے تک کا نام ہے، سینہ سے لگائے اور دعا کرے

"اللّٰہم انّی ببابک یسألک من فضلک
ومعروفک ویرجو رحمتک"

اور غلاف کعبہ کے پردوں کو پکڑے اور تکبیر، تہلیل اور درود پڑھے۔ پھر پیچھے کو
الٹے پاؤں روتا ہوا حسرت کرتا ہوا مسجد حرام سے باہر نکلے۔

عورت کے احکام:

عورت ان سب احکام میں مرد کی طرح ہے، فرق صرف یہ ہے کہ عورت
حالت احرام میں اپنا سر نہ کھولے اور منہ ڈھکے، اور اگر اپنے منہ پر کپڑا اس طرح
ڈالے کہ منہ سے جدا رہے تو جائز ہے، اور "تلبیہ" میں آواز پست کرے۔ وہ خود تو
سلے کپڑے اور موزے پہنے، اور طواف میں رمل نہ کرے اور دونوں ستونوں (میلین
الاخضرین) کے درمیان سعی میں نہ دوڑے، بلکہ اپنے عام طریقے پر چلے، سر منڈوانا

کپڑا بھی منع ہے۔ لیکن زعفران وغیرہ کا رنگا کپڑا اتنا پہنے، ہاں اگر وہ دُھل چکا ہو
(اور اس میں خوشبو نہ ہو) تو درست ہے۔ مذکورہ امور کے بارے میں مردوں کا حکم ہو تو
بیمار مرد سے، عورت کو صفا مروہ پر چڑھنا واجب نہیں، ہاں، جگہ خالی ہو تو درست ہے،
اور خنثیٰ مشکل سب احکام میں مثل عورت کے ہے۔

مسائل متفرقہ:

اگر بیمار، بے ہوش کی طرف سے اس کے رفیق نے احرام باندھ لیا تو
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے۔

اگر بیمار نے حکم دیا کہ اگر میں بے ہوش ہو جاؤں یا سو جاؤں تو میری طرف
سے احرام باندھ دینا تو بالاتفاق جائز ہے، اور نائب کو احرام کی حالت میں سلے
کپڑوں سے بچنا واجب نہیں۔ (کذا فی عالمگیری نقلاً عن الزیلعی)

بعض فقہاء کے نزدیک واجب ہے کہ بیمار اور بے ہوش کو اس کے رفقاء
سب مقامات پر لے جائیں اور سعی اور وقوف کرائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سب کام
رفقاء اس کی طرف سے خود کر لیں۔ (کذا فی فتح القدیر)

اگر بیمار نے کسی کو اجرت پر طواف سعی وغیرہ کرایا تو اجرت پر کرانا جائز ہے۔

لڑکا خود احرام باندھے یا کوئی اور اس کی طرف سے باندھے، جائز
ہے۔ اگر لڑکے کو تمیز نہیں تو اس کا ولی اس کی طرف سے افعال ادا کرے، اور
اگر تمیز ہے تو خود کرے۔ اگر نابالغ لڑکے نے حج کے بعض ارکان، مثلاً: وقوف
مزدلفہ اور کنکریاں مارنا چھوڑ دیا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر اس سے
کوئی ممنوع کام ہو گیا تو اس کے ولی پر بھی کچھ واجب نہیں، اور اگر لڑکے نے حج
فاسد کر دیا تو اس پر قضا لازم نہ ہوگی۔ اگر حرم میں شکار پکڑ لیا تو بھی کچھ لازم نہ

ہوگا، البتہ وارث کو چاہئے کہ لڑکے کو ممنوعات سے بچاتا رہے۔

حج قران اور تمتع کے بیان میں:

قارن وہ شخص ہے جو میقات پر اس سے پہلے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے۔ احرام باندھنے کا طریق وہی ہے جو اوپر گزرا، نماز کے بعد کہے: "لبیک بعمرۃ وحج معاً" اور لبیک کے وقت ان دونوں کی نیت کرے اور زبان سے بھی ان دونوں کا ذکر کرے۔ یا فقط دل سے کرے، بس دونوں کا احرام ہوگیا۔

پس قارن کو چاہئے کہ پہلے عمرہ کا طواف کرے، پھر اس کی سعی کرے، اور پھر حج کا طواف کرے اور حج کے لئے سعی کرے۔ اگر عمرہ اور حج دونوں کا طواف یکبارگی کرلیا اور دونوں کی سعی کو بھی جمع کیا تو ہوگیا مگر برا کیا۔ اور اگر قارن نے پہلا طواف اور سعی حج کے لئے کیا اور دوسرا طواف وسعی عمرہ کے لئے کیا تو پہلا طواف اور سعی عمرہ کا اور دوسرا حج کا شمار ہوگا۔ (کذا فی الجوہرۃ النیرۃ)

قارن پر قربانی لازم ہے، قارن عمرہ اور حج کے درمیان سر نہ منڈائے۔

متمتع وہ ہے جو عمرہ کے افعال حج کے مہینوں میں کرے، پھر حج کا احرام باندھے اور عمرہ اور حج کے درمیان اپنے گھر اور وطن نہ جائے۔

اگر کوئی ایسا شخص اہل وعیال یعنی وطن کی طرف آیا، جس کو واپس مکہ مکرمہ کی طرف جانا واجب تھا، تو اس کا گھر آنا تو اس کے تمتع کے صحیح ہونے میں مانع نہیں، مثلاً جیسے قربانی خود ساتھ لے گیا تھا تو وہ احرام میں ہے، وہ اگر گھر واپس آ بھی جائے تو اس کو حج کے لئے مکہ مکرمہ واپس جانا واجب ہے، تو ایسے شخص کا گھر آنا نہ آنے کی مانند ہے۔

اگر کوئی شخص قربانی ساتھ نہ لے گیا تھا اور مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کیا اور احرام سے باہر ہوگیا اور واپس گھر آیا، اور پھر مکہ مکرمہ جا کر حج کیا تو متمتع نہ ہوگا۔

اگر میقات سے عمرہ کا احرام باندھا اور قربانی ساتھ نہ لے گیا تھا، مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کیا اور احرام سے باہر ہوا، پھر مکہ مکرمہ ہی میں رہا اور حج کیا تو تمتع ہے۔

متمتع پر مثل قارن کے قربانی لازم ہے، اگر قربانی نہیں کر سکتا تو عمرہ کے بعد عرفہ کے دن تک تین روزے رکھے، پھر حج کے بعد مکہ میں یا وطن وغیرہ میں سات روزے رکھے، اور روزے کی نیت صبح ہونے سے پہلے کرے تب روزہ ہوگا، اگر تین دن روزے نہیں رکھے تو اس کو اس کے بعد روزہ جائز نہیں، قربانی کرنا لازم ہوگا، اور اگر عاجز ہوگیا یہ مرنے کو ہوا تو قربانی کرنے کی وصیت کرے، مکہ والوں کے لئے قران و تمتع نہیں، یہ رعایت اللہ تعالیٰ نے باہر والوں کے لئے عطا فرمائی ہے۔

عمرہ کے بیان میں:

عمرہ کا طریقہ یہ ہے کہ احرام باندھے، طواف کرے، صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے، پھر سر منڈائے یا بال کترائے۔ عمرہ سنت ہے، واجب نہیں، اور ایک سال میں کئی عمرے کرسکتا ہے، مگر پانچ دنوں میں نہ کرے، عرفہ کے دن، قربانی اور قربانی کے بعد کے تین دن۔

عمرہ کا رکن طواف ہے، اس کے واجب سعی کرنا اور سر منڈانا یا بال کترانا ہیں۔

عمرہ کی سنتیں وہی ہیں جو حج کی سنتیں ہیں، اور عمرہ کا مفسد یہ ہے کہ طواف کے اکثر چکر کرنے سے پہلے جماع کرے۔

جو چیزیں حج میں منع ہیں، وہ عمرہ میں بھی منع ہیں۔ عمرہ میں حجر اسود کو بوسہ دے کر تلبیہ کہنا موقوف کردے۔ عمرہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ماں باپ، پیر اور استاد کی طرف سے کرے تو محمود ہے۔

ممنوعاتِ حج کے بیان میں:

خوشبو لگانا منع ہے، پھر خوشبو تین قسم پر ہے:

ایک: یہ کہ وہ تری خوشبو ہو، جیسے: مشک، کافور اور عنبر وغیرہ، اس کو کسی طرح استعمال نہیں کرسکتا، اگر دوا کے طور پر لگایا تو بھی کفارہ واجب ہوگا۔

دوم: یہ کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے تو خوشبو نہیں، لیکن وہ خوشبو کی بنیاد و اصل ہے، جیسے: زیتون اور تل کا تیل، اگر تیل لگانے کے طور پر استعمال کیا تو کفارہ واجب ہوگا، اور اگر غذا یا دوا کے طور پر استعمال کیا تو کفارہ لازم نہ ہوگا۔

سوم: یہ کہ وہ نہ خوشبو کی اصل ہے، نہ خوشبو کے حکم میں ہے، جیسے: چربی وغیرہ، تو اس کے استعمال سے کفارہ لازم نہیں آتا۔

خوشبو میں بعض نے عضو کا اعتبار کیا ہے کہ اگر اکثر عضو پر لگائی تو کفارہ ہوگا ورنہ نہیں، اور بعض نے خود خوشبو کا اعتبار کیا ہے، جس کو عرف قلیل یا کثیر کہے اس کا اعتبار ہے۔

اگر تمام اعضاء پر خوشبو لگائی تو ایک کفارہ ہے، اور ہر عضو پر جدا جدا مجلس میں خوشبو لگائی تو شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک علیحدہ علیحدہ کفارہ ہوگا۔ تمام عضو پر خوشبو لگانے سے قربانی لازم آتی ہے اور قلیل پر لگانے سے صدقہ لازم ہوتا ہے۔

اگر سر پر مہندی سے خضاب کیا اور مہندی پتلی تھی تو قربانی واجب ہوگی۔ اور اگر مہندی گاڑھی ہے تو دو قربانیاں ہیں ایک مہندی لگانے کی اور دوسری سر ڈھانپنے کی، اور اگر رنگ وسمہ سر کے لئے کیا تو بھی جزا لازم ہوگی۔

اگر آنکھ میں ایک بار خوشبو کا سرمہ لگایا تو صدقہ لازم ہے، اگر بہت بار لگایا تو قربانی لازم ہے۔ اگر متفرق تھوڑی تھوڑی خوشبو لگائی، تو اگر عضو کے برابر ہوگئی تو

قربانی لازم ہے، ورنہ صدقہ لازم ہے۔

خوشبودار پھول کے سونگھنے سے کچھ لازم نہیں آتا، مگر کراہت ہے۔

اگر سلا ہوا کپڑا حسب عادت ایک دن رات یا اس کا اکثر حصہ پہنے رکھا تو قربانی واجب ہے، اگر اس سے کم پہنا تو صدقہ لازم ہے، خواہ اختیار سے پہنے یا زبردستی سے، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ اگر محرم سلا ہوا کپڑا پہنے رہا تو ایک ہی قربانی ہے۔ اگر ایک ہی دن کے کچھ حصے میں قمیص پہنی، پھر اسی دن پاجامہ پہنا، پھر اسی دن موزے پہنے، ٹوپی سر پر رکھی، تو ایک کفارہ واجب ہوگا۔

اگر ایک دن یا ایک رات یا اس کا اکثر حصہ اپنا سر یا منہ ڈھکے تو اس پر قربانی لازم ہوگی، اور اگر اس سے کم مقدار ہو تو صدقہ لازم ہوگا، اور چوتھائی سر کا بھی یہی حکم ہے۔

اگر سر یا منہ پر پٹی باندھی اور پورے دن یا اس کے اکثر حصے میں بندھی رہی تو صدقہ واجب ہے، اور باقی بدن پر پٹی باندھنے سے کچھ بھی نہیں۔

اگر محرم دوسرے کو خوشبو والا کپڑا، خواہ سلا ہوا ہو یا بے سلا، پہنائے تو بالاجماع اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ (عالمگیری)

محرم نے بخار کی وجہ سے کپڑا پہنا، بعض وقت اوڑھنے کی ضرورت تھی اور بعض وقت نہیں تھی، تو بیماری زائل ہونے تک ایک کفارہ (لازم) ہے، اور بخار زائل ہوگیا، پھر آیا، یا پہلے والی وہ بیماری رفع ہوگئی، دوسری آگئی، تو شیخینؒ کے قول کے مطابق دو کفارہ لازم ہوں گے۔

اگر محرم نے بغیر ضرورت کے سر منڈایا تو اس پر قربانی ہے، اس کے سوا اور کسی چیز سے اس کا کفارہ نہیں ہو سکتا، حرم اور غیر حرم میں سر منڈانا برابر ہے، چوتھائی کے مونڈوانے کا بھی یہی حکم ہے، داڑھی کا بھی یہی حکم ہے، اور چوتھائی سے کم تراشا تو

دوسری خود دم قران اس پر واجب ہے۔

ایک وقت میں ناخن تراشے، دوسرے وقت میں سر منڈایا اور تیسرے وقت میں داڑھی وغیرہ منڈوائی، اگر تو پہلے کفارہ ادا کر چکا ہے تو اب دوسرا کفارہ واجب ہوگا، ورنہ ایک ہی قربانی لازم ہے۔

فائدہ:... جو کام اپنے اختیار سے کئے جاتے ہیں، جیسے سلا ہوا کپڑا پہننا، بال منڈانا وغیرہ، ایسے افعال کو کسی بیماری یا ضرورت کی وجہ سے کرے گا تو کفارہ لازم ہوگا، یعنی جو کفارہ چاہے ادا کرے، مثلاً: قربانی کرے، صدقہ دے یا روزہ رکھے۔ اگر قربانی کرے تو حرم میں ذبح کرے، اگر حرم سے باہر ذبح کر لی تو ادا نہ ہوگی۔ اگر روزے اختیار کرے تو جہاں چاہے وہاں تین دن کے روزے رکھے، مسلسل رکھے یا جدا جدا رکھے سب درست ہے۔ اور اگر صدقہ اختیار کرے تو تین صاع گیہوں چھ مسکینوں کو دے، ہر مسکین کو نصف صاع دے، افضل یہ ہے کہ فقرائے مکۂ معظمہ کو دے، اگر باہر والوں کو دے تو بھی جائز ہے۔

جماع کے بیان میں:

حج وعمرہ احد السبیلین یعنی قبل و دبر میں جماع کے علاوہ کسی چیز سے فاسد نہیں ہوتا، خواہ انزال ہو یا نہ ہو، اس پر قربانی واجب ہوگی۔ (کذا فی الہدایہ)

اسی طرح اگر چوپائے یا جانور سے دخول کر دیا، انزال ہونے پر قربانی واجب ہوگی، اور حج وعمرہ فاسد نہ ہوگا۔

اور تصور کرنے سے انزال ہوا تو کچھ بھی واجب نہیں، احتلام سے غسل کے سوا کچھ بھی واجب نہیں۔

اگر حج افراد کیا اور وقوف عرفات سے پہلے مجامعت کی، تو اگر عورت بھی

لازم ہوگی۔ (کذا فی الہدایہ)

متمتع اگر قربانی لے چلا تھا، اگر عمرہ کے طواف سے یا وقوف عرفات سے پہلے جماع کیا تو تمتع کی قربانی اس سے ساقط ہے اور جنایت کی لازم ہے۔ اور اگر وقوف عرفات کے بعد جماع کیا تو دو قربانیاں اس پر لازم ہوں گی، مرد و عورت اس حکم میں برابر ہیں۔

طواف، سعی، رمل اور جنایات کے بیان میں:

اگر طواف زیارت بے وضو کیا یا حالت جنابت میں کیا یا نصف سے زیادہ بے وضو یا جنابت کی حالت میں کیا تو ایک بکری کی قربانی واجب ہوگی۔ (ہدایہ کے حاشیہ میں ہے کہ طواف زیارت حالت جنابت میں کرنے سے بدنہ (بڑا جانور) لازم آتا ہے، اسی طرح حائضہ یا نفساء کی صورت میں بدنہ (بڑا جانور) لازم ہے، نیز وقوف عرفہ کے بعد جماع سے بدنہ (بڑا جانور) لازم آتا ہے کذا فی حاشیۃ الہدایہ)۔

افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے، اگر اعادہ کر لیا تو قربانی اس پر واجب نہ ہوگی یعنی ساقط ہو جائے گی، اور صحیح یہ ہے کہ بے وضو کئے گئے طواف کا اعادہ مستحب ہے، اور حالت جنابت میں کئے گئے طواف کا اعادہ واجب ہے۔ پھر اگر ایام نحر میں اعادہ کیا تو کچھ واجب نہ ہوگا، اور اگر ایام نحر کے بعد اعادہ کیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تاخیر کی وجہ سے بکری کی قربانی واجب ہوگی، اور بدنہ یعنی اونٹ یا گائے کی قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی۔

اگر حالت جنابت میں طواف زیارت کیا اور گھر چلا آیا تو واجب ہے کہ نیا احرام باندھ کر لوٹے، اگر نہ لوٹا اور بدنہ بھیج دیا تو بھی جائز ہے۔

اگر طواف زیارت نصف سے کم بے وضو کیا تو اس پر صدقہ واجب ہے،

محرم نے شکار کو قتل کیا خواہ سہواً ہو یا عمداً شکار کسی کی ملک میں ہو یا مباح ہو سب صورتوں میں اس پر جزا واجب ہوگی۔ اور جزا وہ ہے کہ دو نیک آدمی اس کی قیمت مقرر کریں، خواہ یہ قیمت اسی مکان و زمان میں مقرر کی جائے جہاں قتل ہوا یا اس کے قریب کے مکان و بستی میں، اگر وہاں شکار کی قیمت نہیں ہے تو پھر قیمت میں اس کو اختیار ہے، چاہے تو جزا میں قربانی کا جانور خرید کر کے حرم میں ذبح کرے اور گوشت فقراء میں تقسیم کر دے، بشرطیکہ اس کی قیمت قربانی کے جانور کے برابر ہو، اور چاہے تو اس کے بدلے میں اناج خرید کر کے اس میں سے ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو دے، اور چاہے تو ہر نصف صاع کے مقابل روزہ رکھے۔ اگر اس شکار کی قیمت مسکین کے کھانے سے کم ہو تو پھر اختیار ہے، چاہے تو وہی کھانا دے دے یا اس کے بدلے میں ایک دن کا روزہ رکھے۔ (کذا فی الکافی)

اگر کسی نے شکار کی جزا میں قربانی کرنا اختیار کیا اور قربانی سے قیمت بچ گئی، اگر اس سے دوسری قربانی ہو سکتی ہے تو اسے اختیار ہے، چاہے تو دوسری قربانی کرے، یا دونوں کے عوض صدقہ دے، یا بچی ہوئی رقم کے برابر روزے رکھے یا ایک قربانی کرے اور باقی کے عوض جو بھی مقدار چاہے ادا کرے۔ تو اسی طرح بچی ہوئی قیمت سے بکری نہیں خریدی جا سکتی تو صدقہ دے یا روزے رکھے، اس کو اختیار ہے۔ بکری ذبح کرنا حرم کے ساتھ خاص ہے اور صدقہ جہاں چاہے دے دے۔

اگر محرم نے شکار حرم میں قتل کیا تو اس پر وہی واجب ہے جو حرم کے باہر شکار کے قتل کرنے سے واجب ہوتا تھا، اور حرم کی وجہ سے کچھ اور واجب نہ ہوگا کہ شکار کا قتل علیحدہ اور حرم کی ہتک علیحدہ ہوئی۔

اسی طرح غیر محرم نے حرم کے شکار کو قتل کیا، تو اس پر جزا واجب ہوئی، لیکن اس کو روزے رکھنے کی گنجائش نہیں ہے، اور اگر ماکول اللحم یعنی حلال جانور کو قتل کیا تو

میقات ترک کرنے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہے، اور اگر لوٹ کر حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور حج یا عمرہ کا ارادہ کیا تو وہ قربانی ساقط ہوگی۔

اگر مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہوا، پھر اسی سال لوٹ کر میقات سے حج کا احرام باندھا تو اس سے وہ قربانی جو بلا احرام مکہ میں داخل ہونے کی وجہ سے واجب ہوئی تھی، ساقط ہوگی۔

اگر میقات کے اندر کسی جگہ کسی کام کے لئے داخل ہوا، پھر وہاں سے مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہوسکتا ہے، اور اگر وہاں سے عمرہ یا حج کا ارادہ کرے تو اسی جگہ سے احرام باندھ سکتا ہے۔ (کذا فی الہدایہ)

ایک احرام سے دوسرا احرام ملا دینا:

اگر کوئی شخص عمرہ سے فارغ ہوا لیکن ابھی تک اس نے بال نہیں کترائے، پھر اس نے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اس پر وقت سے پہلے احرام باندھنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی اور یہ قربانی کفارہ کی ہے۔ (کذا فی الہدایہ)

حج کا طواف قدوم کیا، پھر عمرہ کا احرام باندھا تو حج و عمرہ دونوں لازم ہوں گے، اگر دونوں کو اسی طرح ادا کیا تو جائز ہے، اور دونوں کو جمع کرنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہوگی، اور یہ قربانی حج کی نہیں (یعنی حج قران کی نہیں ہے) بلکہ کفارہ کی ہے، اور مستحب یہ ہے کہ عمرہ کو توڑ دے۔ (کذا فی عالمگیری ناقلاً عن الکافی)

احصار، یعنی حج سے روکے جانے کا بیان:

محصر، وہ شخص ہے جس نے احرام باندھا تھا، مگر دشمن کے خوف، مرض، قید یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے وغیرہ کی وجہ سے حج یا عمرہ کے ادا کرنے سے روکا گیا، وغیرہ وغیرہ۔

اسی مرض کی حد جس سے احصار ثابت ہوتا ہے، یہ ہے کہ اس کو چلنے یا سوار ہونے کی طاقت نہ رہے۔ اور اگر اتنی طاقت ہے، مگر بیماری کے بڑھنے کا خوف ہے، تو بھی یہی حکم ہے۔ اور دشمن کے خوف میں مسلمان، کافر اور درندہ سب کا خوف شامل ہے۔

اسی طرح اگر پیسے چوری ہو گئے اور پیدل چلنے کی طاقت نہیں، تو وہ بھی محصر ہے۔ اور اگر چلنے پر قدرت رکھتا ہے تو وہ محصر نہیں۔

اسی طرح عورت حج کو جا رہی تھی کہ اس کا شوہر یا محرم مر گیا، تو وہ عورت بھی محصر ہے۔

عورت نے حج نفل کا احرام باندھا اور شوہر نے روک دیا تو وہ بھی بمنزلہ محصر کے ہے۔

کیا شوہر کو اختیار ہے کہ وہ عورت کو احرام سے نکال دے؟ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شوہر کو اختیار ہے کہ حج نفل میں عورت کو روک دے۔

اسی طرح عمرہ سے بھی احصار ہوتا ہے، احصار کی صورت میں حکم یہ ہے کہ قربانی یا اس کی قیمت حرم میں بھیج دے کہ اس کی قربانی خرید کر کے ذبح کر دی جائے، اور اس قربانی کے ذبح کرنے کا ایک روز معین کر کے وعدہ لے لے، تو جس دن وہ قربانی ذبح ہوگی، اس وقت یہ محصر احرام کھول سکتا ہے، اگر قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے محصر نے ایسا کوئی فعل کیا جو حالت احرام میں جائز نہیں تھا تو اس پر وہی کچھ واجب ہوگا جو محصر نہ ہونے کی صورت میں محرم پر واجب ہوتا تھا، اور محصر کے لئے احرام کھولنے کے لئے سر منڈانا شرط نہیں، لیکن اگر سر منڈا لے تو بہتر ہے۔
(کذا فی الہدایۃ)

اگر نہ قربانی میسر ہو اور نہ ہی اس کی قیمت، تو وہ احناف کے نزدیک روزہ

رکھ کر احرام سے باہر نہیں آسکتا، پھر جب محصر قربانی دے کر احرام سے باہر ہو گیا تو اگر فقط حج کا احرام باندھا تھا تو آئندہ سال اس پر حج اور عمرہ لازم ہے، اور اگر عمرہ کا احرام تھا تو اس کے عوض عمرہ لازم ہے۔ اور اگر قارن تھا تو دو قربانیوں کے ذبح ہونے کے بعد احرام سے باہر ہوگا، اور آئندہ سال اس پر دو عمرے اور ایک حج لازم ہوگا۔
(کذا فی الحیل)

حج کے فوت ہو جانے کا بیان:

جس کا حج فوت ہو جائے، مثلاً: وہ وقوف عرفہ نہ کرسکا یا وقوف عرفات سے پہلے اس نے مجامعت وغیرہ کرلی، تو اس پر واجب ہے کہ طواف و سعی کرے اور احرام سے باہر ہو جائے، اور آئندہ سال حج کو قضا کرے، وقوف عرفات سے محروم رہنے کی صورت میں اس پر دم نہیں ہے، البتہ جماع کے باعث اس پر بدنہ لازم ہے، اور قران والے کو چاہیے کہ پہلے عمرہ کا طواف و سعی کرے، پھر حج کے فوت ہو جانے کے عوض طواف و سعی کرے اور سر منڈائے یا کتروائے۔

غیر کی طرف سے حج کرنے کا بیان:

عبادات تین قسم کی ہیں:

۱:... مالی: جیسے: زکوۃ، صدقہ فطر وغیرہ۔

۲:... بدنی: جیسے: نماز، روزہ۔

۳:... جو دونوں سے مرکب ہو جیسے: حج۔

مالی عبادت میں نیابت جائز ہے، خواہ حالت اختیاریہ ہو یا اضطراریہ اور بدنی عبادت میں نیابت بالکل جائز نہیں۔ تیسری صورت میں عاجز ہونے کے وقت نیابت جائز ہے، اور اس کی چند شرائط ہیں:

۱... جس کی طرف سے حج کیا جائے وہ بذات خود ادائیگی حج ادا کرنے سے عاجز ہو اور اس کے پاس مال ہو، پس تندرست مال دار یا فقیر تندرست کی طرف سے حج فرض کی نیابت صحیح نہیں ہے۔

۲... وہ مرتے دم تک عاجز ہی رہے، کیونکہ اگر مریض تندرست ہو جائے تو خود حج کرے، وہ حج جو اس نے کرایا تھا، نفل ہو جائے گا۔

۳... حج کرانے والا حکم بھی کرے، اگر اس نے حج کا حکم نہیں کیا تو اس کی جانب سے حج فرض ادا نہیں ہو سکتا۔ ہاں! اگر وارث میت کی طرف سے بغیر حکم کے حج کرے تو جائز ہے۔ (کذا فی عالمگیری)

۴... حج بدل کرنے والا احرام کے وقت آمر کے حج کی نیت کرے اور یوں کہے "لبیک عن فلان" زبان سے کہنا افضل ہے۔

۵... اور نائب حج کرانے والے کے مال سے حج کرے، اگر نائب نے اپنے مال سے حج کیا تو آمر کی طرف سے حج فرض ادا نہ ہوگا۔ اگر نائب نے بھی کچھ مال خرچ کیا، اگر حج کرنے والے کا مال کافی تھا تو اس کا احسان سمجھا جائے گا۔

۶... حج بدل کرنے والا سوار ہو کر حج کرے، اگر اس نے پیادہ حج کیا تو اس خرچ کا ضامن ہوگا، پھر اس کی طرف سے سوار ہو کر حج کرے۔ (کذا فی عالمگیری)

افضل یہ ہے کہ ایسے شخص سے حج بدل کرایا جائے جو اپنی طرف سے حج کر چکا ہو، ہاں اگر ایسے کو حکم کیا جس نے اپنی طرف سے حج نہیں کیا تو احناف کے نزدیک جائز ہے، اور آمر سے حج ساقط ہو جائے گا۔ (کذا فی الشمنی و فتاویٰ المحیط)

فائدہ... اگر حج بدل کی وصیت کرنے والے نے کوئی مقام مقرر نہیں کیا تو اس کے وطن سے حج کرایا جائے، بشرطیکہ اس کا تہائی مال وطن سے حج کرانے کے لئے کافی ہو۔ ورنہ جہاں سے کافی ہو وہاں سے کرایا جائے۔ (کذا فی الکبیر)

تو میت کے مال میں سے حج کی آمد و رفت کے خرچ سے کچھ بچ جائے تو حج بدل کرنے والا ورثہ کو واپس کر دے، اور اگر مرنے والے نے حج کی وصیت کی تھی اور نائب نے حج بدل کرنے والے نے حج قران کر لیا تو قربانی نائب پر ہے، اور اگر نائب محصور ہوا تو قربانی میت کے مال سے ہوگی۔ (ہدایہ)

اگر حج بدل کرنے والے نے جماع سے حج کو فاسد کیا تو قربانی حج کرنے والے پر لازم ہوگی، میت کے مال سے نہ ہوگی، اور خرچ کا ضامن ہوگا۔

فائدہ:... بلا اختلاف جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے واسطے کر دے، خواہ نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا قرآن کی تلاوت یا ذکر وغیرہ، (فتح، عند اہل السنۃ والجماعت) اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنبے ذبح کئے تھے، ایک اپنے لئے اور ایک امت کے لئے، جس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کے لئے ایصال ثواب جائز ہے۔ (کذا فی الہدایہ)

ہدی کا بیان:

ہدی وہ حلال جانور ہے جس کو حرم کی طرف بھیج لے جاتے ہیں، ہدی اس وقت ہوگا جب بطور صراحت یا بطور دلالت ہدی کے لئے مقرر کرے، مثلاً: قربانی کے جانور کو مکہ مکرمہ کی طرف ہانک کر لے چلے، ہدی تین قسم ہے: اونٹ، گائے یا بکری، بھیڑ۔ (کذا فی ہدایہ)

ہمارے نزدیک اونٹ سب سے افضل ہے، پھر گائے، بیل اور پھر بھیڑ، بکری۔ (کذا فی فتح القدیر) اور بدنہ خاص اونٹ و گائے کو کہتے ہیں (کما مر)۔ ہدی وہی جائز ہے جو قربانی میں جائز ہے، اور بکری ہر چیز میں جائز ہے، مگر چار مقام میں بدنہ دینا پڑتا ہے:

۱... طواف زیارت حالت جنابت میں کیا۔

۲... وقوف عرفات کے بعد جماع کیا، اس میں بکری جائز نہیں ہے۔

۳،۴... طواف زیارت حیض یا نفاس کی حالت میں کیا (کذا فی حاشیۃ الهدایۃ کما مر) اس میں بھی بکری جائز نہیں۔

اونٹ اور گائے کی ہدی میں پٹا ڈالنا سنت ہے، بشرطیکہ ہدی نفل، تمتع یا قران کی ہو، اور بکری والی ہدی کے گلے میں پٹہ ڈالنا سنت نہیں۔

ہدی پر سواری کرنا درست نہیں اور بلا ضرورت باربرداری بھی درست نہیں، اگر کسی نے ہدی پر سواری کی یا باربرداری کی تو سواری کرنے اور باربرداری کرنے سے اس کی قیمت میں جو نقصان ہوگا، وہ اس کے ذمہ واجب ہوگا۔ ہدی کا دودھ بھی نہ دوہے وغیرہ ذالک۔

تطوع، تمتع اور قران کی قربانی سے کھانا جائز ہے، اور باقی ہدایا سے کھانا جائز نہیں۔ اور نفل، تمتع اور قران کی قربانی دسویں ذوالحجہ یعنی یوم النحر کو ضروری ہے۔ اور مبسوط میں ہے کہ تطوع کی قربانی دسویں سے پہلے بھی جائز ہے اور دسویں کا دن افضل ہے اور بقیہ ہدایا (قربانیاں) جیسے کفارہ، نذر اور احصار کی، جس وقت میں چاہے ذبح کرے، مگر سب کو حرم میں ذبح کرنا ہوگا، اور مساکین حرم اور غیر حرم پر گوشت کا تصدق جائز ہے۔ (کذا فی الہدایہ)

جاننا چاہئے کہ جس قربانی کا کھانا مالک کو جائز ہے، اس کو ذبح کے بعد خیرات کر دینا واجب نہیں، بلکہ تہائی گوشت کا خیرات کرنا مستحب ہے، اور جس کا کھانا جائز نہیں، اس کے تمام کا خیرات کرنا اور بانٹنا واجب ہے۔

حج کی نذر کا بیان:

وجوب حج دو قسم ہے۔

ایک:... یہ کہ حج کے وجوب کی سب شرطیں جمع ہوں، ایسے حج کو حجۃ الاسلام کہتے ہیں۔

دوم:... یہ کہ اس کا وجوب بندہ کی طرف سے ہو، وہ یہ کہ مثلاً: یوں کہے: اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ حج ہے یا حج واجب ہے، خواہ اس کو کسی شرط سے مشروط رکھے، جیسے یوں کہے کہ اگر میرا یہ کام ہوگیا تو مجھ پر حج واجب ہے، اگر شرط پائی گئی تو حج کرنا واجب ہوگا۔ اگر یوں کہے کہ میرے ذمے احرام ہے تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی ایسا لفظ کہے جو احرام کے لازم ہونے پر دلالت کرتا ہے، مثلاً: یوں کہے کہ: اللہ تعالیٰ کے واسطے بیت اللہ کعبہ یا مکہ تک پیدل چلنا مجھ پر واجب ہے، تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہوگا۔ پھر اس میں بحث ہے کہ جب وہ پیدل حج یا عمرہ کرے تو کہاں سے پیدل چلے؟ اور کب پیدل چلنا چھوڑ دے؟ بعض نے کہا ہے کہ پیدل چلنے کی ابتدا احرام سے ہے، اور بعض نے کہا کہ گھر سے ہے، چنانچہ اگر کل راستہ یا اکثر راستہ سوار ہوکر چلا تو قربانی دے، اور بعض فقہاء نے کہا کہ اس کو اختیار ہے کہ پیدل چلے یا سوار ہوکر چلے، یعنی ایسی نذر سے اس پر پیدل چلنا واجب نہیں، اور "تبیین" میں لکھا ہے کہ صحیح پہلا قول ہے۔

فائدہ:... حرم کی مٹی یا پتھر کو حرم سے باہر لے جانے کی صورت میں ہمارے نزدیک کچھ واجب نہیں، فقہاء کا اجماع ہے کہ زمزم کا پانی حرم سے باہر لے جانا مباح ہے، کعبہ کے پردوں سے بکھرتے ہیں اور جو اس پر سے گر جائے وہ فقیر اس پر

اور ماثور دعائیں اختیار کرے، بار بار عرض کرے، اولیٰ درجہ تین بار ہے، آہ وزاری کرے، گناہ کی اور حد سے تجاوز ہونے کی دعا نہ کرے، جیسے کہ مجھے نبی بنا، اور معراج کرا، اور فراغ کے بعد اپنا ہاتھ منہ پر پھیرے، اور قبول ہونے میں جلدی نہ کرے، مثلاً یوں نہ کہے: دعا کی مگر قبول نہ ہوئی، وغیرذالک۔

قبولیتِ دُعا کے اوقات:

ان اوقات میں دُعا اکثر قبول ہوتی ہے:

لیلۃ القدر، حج کے دن، ماہ رمضان، یوم جمعہ، رات جمعہ، "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوۃِ" اور "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے بعد، تلاوتِ قرآن مجید کے بعد، آبِ زمزم پیتے وقت، آوازِ مرغ کے وقت، اقامتِ الصلوٰۃ کے وقت، بارش کے وقت، رؤیتِ کعبہ کے وقت، سورۂ انعام آیت:(۱۲۴) پارہ ہشتم میں اللہ تعالیٰ کے دو نام آتے ہیں، ان کے درمیان دعا کرنا مجرب ہے، وغیرذالک۔

قبولیتِ دُعا کی جگہیں:

طواف میں، ملتزم کے پاس، پرنالے کے نیچے، کعبہ کے اندر، زمزم کے نزدیک، صفا مروہ پر، صفا مروہ کے درمیان سعی میں، مقامِ ابراہیم کے پیچھے، عرفات میں، منیٰ میں، رمیٔ جمرات کے وقت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے قریب، اگر وہاں قبول نہ ہو تو کہاں قبول ہوگی؟ رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان میں تین مصلے بنے ہوئے ہیں، ان میں سے درمیانی مصلے پر، حجرِ اسود کے چومنے کے وقت، اور حطیم میں، وغیرذالک۔ (کذا فی حصن الحصین)

حضور نبی اکرمؐ کے روضۂ مبارک کی زیارت کے آداب:

ہمارے مشائخؒ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی

زیارت افضل مندوبات میں سے ہے، اور شرح مختار میں ہے کہ جس شخص کو استطاعت ہو اس کے لئے قبر شریف کی زیارت قریب قریب واجب ہے، حج فرض ہے تو احسن یہ ہے کہ پہلے حج کرے پھر زیارت کو جائے۔ اور اگر حج نفل ہے تو پہلے حج کرے یا زیارت کرے دونوں میں اختیار ہے۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام "آب حیات" ہے، اس میں ناقصین کے خلاف بہ دلائل تحقیق موجود ہیں، ضرور پڑھیں۔ اور چاہئے کہ اس کے ساتھ زیارت مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام وانا کی بھی نیت کرے، اس لئے کہ وہ ان تین مسجدوں میں سے ایک ہے جن کے سوا اور کسی مسجد کے لئے سفر نہیں کیا جاتا اور حدیث میں ہے:

"لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد: مسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ھذا۔"

(بخاری شریف، مشکوٰۃ ص ۶۸)

یعنی کسی مسجد کی طرف نماز پڑھنے کے لئے سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام مکہ مکرمہ، مسجد نبوی مدینہ منورہ، اور مسجد اقصیٰ بیت المقدس۔

جب روضۃ المطہر کی زیارت کے واسطے متوجہ ہو تو جب تک راستہ میں ہے، کثرت سے درود اور سلام پڑھے، مثلاً یوں کہے: "اللّٰھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ"۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان راستے میں جو مسجدیں ہیں ان میں نماز پڑھے، اور وہ بیس مسجدیں ہیں۔ (کذا فی الکرمانی او منسک)

جب مدینہ منورہ کے درخت نظر آنے لگیں تو درود و سلام میں مزید زیادتی کرے اور کہے: "اللّٰھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد وآلہ افضل

صلواتک عدد معلوماتک وبارک وسلم علیہ "

(یہ مسند مناسک السروجی شرح ہدایہ میں ہے)

جب مدینہ منورہ شرفہا اللہ تعالیٰ کی دیواروں پر نظر پڑے تو درود پڑھے اور یہ دعا پڑھے۔

"اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ نَبِیِّکَ فَاجْعَلْہُ وِقَایَةً لِّیْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ۔"

اگر ہو سکے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل بھی کرے اور مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد بھی غسل کرے، اچھے کپڑے پہنے، خوشبو لگائے، عاجزی کرتا ہوا سکون اور وقار کے ساتھ داخل ہو۔ (یہ اختیار شرح مختار میں ہے)

مناسب ہے کہ مدینہ منورہ کے قریب اترے اور پیدل چل کر مدینہ منورہ میں داخل ہو، اس میں ادب اور تعظیم زیادہ ہے۔ (کذا فی فتح القدیر)

جب مدینہ منورہ میں داخل ہونے لگے تو یہ دعا پڑھے۔

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْبَلْدَةِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَمِنْ شَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِکَ فَاجْعَلْ دُخُوْلِیْ فِیْہِ وِقَایَةً لِّیْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ۔" (کذا فی فتاویٰ قاضی خان)

جب مسجد میں داخل ہو تو وہی افعال کرے جو دوسری مسجدوں میں داخل ہونے کے وقت کیے جاتے ہیں، یعنی اول دہنا پاؤں رکھے، (کذا فی فتح القدیر) اور یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ،
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ."

چاہئے کہ باب جبرئیل سے یا کسی دوسرے دروازے سے داخل ہو، اور منبر کے پاس دو رکعت پڑھے، اور اس طرح کھڑا ہو کہ منبر کی لکڑی داہنے مونڈھے کے سامنے ہو، یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کا مقام ہے، اور یہ مقام قبر مبارک اور منبر کے درمیان ہے۔ اور شکریہ میں اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کرے اور جس دعا کو بہتر سمجھے، مانگے (فقہاء نے فرمایا ہے کہ ان مقامات میں کوئی دعا معین نہیں ہے، جو چاہے وہ مانگے۔ کذا فی عالمگیری ناقلاً عن فتاویٰ قاضی خان)۔

پھر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف متوجہ ہو اور سر مبارک کے قریب تین، چار گز کے فاصلے پر قبلہ رو کھڑا ہو اور درود و سلام پڑھے

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ
مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ
وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ."

اور وہاں کی دیواروں پر ہاتھ نہ رکھے، اس واسطے کہ بہت ہیبت کی جگہ ہے، اور اس کی عظمت بہت بڑی ہے، اور سکون و وقار سے کھڑا ہو، ایسا کھڑا ہو اور تصور کرے کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم لحد مبارک میں سوتے ہیں اور میرا حال دیکھ رہے ہیں، یعنی انکی عظمت و ہیبت کا تصور کرے اور درود و سلام پڑھے، درود و سلام میں آواز بلند نہ کرے اور نہ انتہائی پست، اور جس شخص نے سلام پہنچانے کی وصیت کی ہو، اس کا سلام بھی پہنچائے اور کہے:

مستحب ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت کے بعد بقیع میں جاکر وہاں کے مزارات کی زیارت کرے، اور سبق لے کہ احیائے دین وسنت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام، اشاعت توحید اور تبلیغ قرآن مجید کے لئے، جان، مال، وطن اور آبرو کی کیا کیا قربانیاں دی گئیں؟ اور ان بزرگان دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اپنی تمام عمر اور پیاری زندگی کس کام میں صرف کی؟ اور ہمارا کیا حال ہے؟ ان مشاہد متبرکہ سے ان کے کمالات، حالات، واقعات، مصائب، ان کی عبادات، معاملات، معاشرت اور سیاست سے نظامِ زندگی کا سبق حاصل کریں، زیارات کے مقصد اعلیٰ وارفع میں سے قرب خداوندی کی مسارعت و مسابقت اور مقاماتِ عالیہ کی تحصیل ہونا چاہئے۔ چنانچہ ان اسلاف کی سوانح عمری سے عقل مند بھی حاصل کیا کرتے ہیں، جس سے ان کی ہمتیں عالی ہوتی ہیں:

بلندی بخش ہر ہمت بلند ے
بہ پستی افگن ہر خود پسند ے

ترجمہ:... "ہر بلند ہمت والے کو بلندی بخشتا ہے، اور
ہر خود پسند کو پستی میں ڈالتا ہے۔"

بلند ہمت، نیکیوں میں مسارعت و مسابقت کرنے والے اور رحمت الٰہی کے مورد، اسلاف و اکابر کے مزارات سے اسباق کمالاتِ آخرت اور "احیاء عند ربہم" کا حصہ حاصل کرتے ہیں، وہ مقبرہ شہداء و صالحین کی پوجا کرنے، ان سے حاجات مانگنے، مشکلات کی کشائی کرنے اور سجدہ کرنے کے لئے نہیں جاتے، یہ سب وہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں اور اسی کے آگے گڑگڑاتے ہیں بس۔

مستحب یہ ہے کہ پنجشنبہ یا جمعہ کے روز شہدائے اُحد کی زیارت کرے، اور یوں کہے:

"سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ.
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ
لَاحِقُوْنَ."

اور سورۂ اخلاص اور آیت الکرسی پڑھے۔ مستحب ہے کہ ہفتہ کے روز مسجد قبا میں آئے، اسی طرح حدیث میں بھی آیا ہے۔ اور اس طرح دعا مانگے:

"يَا صَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ وَيَا غِيَاثَ
الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا مُفَرِّجَ كُرَبِ الْمَكْرُوْبِيْنَ يَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ
الْمُضْطَرِّيْنَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاكْشِفْ كَرْبِيْ
وَحُزْنِيْ كَمَا كَشَفْتَ عَنْ رَسُوْلِكَ كَرْبَهٗ وَحُزْنَهٗ فِيْ هٰذَا
الْمَقَامِ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا كَثِيْرَ الْمَعْرُوْفِ وَدَائِمَ الْاِحْسَانِ
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ."

مستحب ہے کہ جب تک مدینہ منورہ میں رہے، سب نمازیں مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پڑھے۔ اور جب اپنے شہر کو لوٹنے کا ارادہ کرے تو مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے۔ (کذا فی عالمگیری جلد اول سراج الوہاج)

شامی رد المحتار جلد ثانی صفحہ ۲۸۰ میں ہے کہ مسجد نبوی سے رخصت ہوتے ہوئے نماز پڑھے، اور دعا کرنے میں سے جو چاہے اختیار کرے، اس کے بعد قبر مبارک پر آئے، سلام کہے، دعا مانگے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ مجھے اپنے گھر اہل و عیال میں سلامتی سے پہنچا دے، کوشش کرے کہ اس کے آنسو نکلیں کیونکہ یہ قبول ہونے کی نشانیوں میں سے ہے، اور مناسب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایوں پر خیرات کرے، پھر بارگاہ نبویہ سے روتے اور حسرت کرتے ہوئے نکلے، اور خروج کی سنتوں میں سے ہے کہ ہر اونچی زمین پر "اللہ اکبر" کہے اور یہ پڑھے:

"آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا

حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ

وَحْدَهٗ"

پھر اپنے اہل و عیال کی طرف اپنے آنے کی اطلاع بھیجے، اچانک اپنے گھر میں نہ آئے، اور جب وطن میں آجائے تو پہلے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھے، اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور اس نعمت پر زندگی بھر شکر کرتا رہے اور کوشش کرے کہ اس نعمت حبط اور ضائع نہ ہوجائے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

قبولیت حج کی علامت:

دینی لحاظ سے پہلی حالت سے اس کی حالت اچھی ہوجائے۔

(کذا فی الشامی ص: ۱۸۰)

نیز یہ کہ احرام، طواف، قربانی، عرفات اور کنکریاں مارنے سے اس کو یہ سبق حاصل ہوجائے کہ مال، جان، وطن اور آبرو کی قربانی اور اقارب و اموال کی جدائی اس کے لئے آسان ہوجائے۔ اور اشاعت توحید، نشر جلال، جمال، کبریائی، عظمت اور ہیبت ذوالجلال والاکرام، اس کا نظام زندگی، فرض منصبی اور خلاصۂ حیات ہوجائے، اور "لا یخافون لومۃ لائم" کسی ملامت گر کی ملامت کا اثر نہ کرنا اس کا شعار ہوجائے۔

زیارت فیض بشارت مدینہ منورہ کی قبولیت کی علامت:

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اشاعت، ترک بدعت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کی تعلیم و تعلم کی محبت جاگ جائے، اور اپنے ہر فعل، قول اور اخلاق کو سنت و طریقہ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق کرنا شروع کردے اور اسی دھن میں لگ جائے، اور شہداء کے حالات، ان کی جان و

مال کی قربانی، اس کو اشاعت و نشر قرآن مجید، حدیث شریف اور جان و مال کی قربانی پر ابھارا ہے۔ وما علینا الا البلاغ!

مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ؟

اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ تمام بلاد سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ افضل ہیں، زادھما اللہ تعالی شرفا وتعظیما!

پھر ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سے افضل ہے، جبکہ بعض مالکیہ اور بعض شوافع فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔ شاید یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک مخصوص ہوگا۔

(کذا فی رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۸)

اس پر بھی اتفاق ہے کہ کعبہ پاک، مدینہ منورہ سے افضل ہے، مگر حضور پرنور افضل البشر و افضل الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرقد منورہ میں جس جگہ رونق افروز ہیں، وہ مقام مسجد حرام اور کعبہ پاک سے بھی افضل ہے، اختلاف اس کے ماسوی میں ہے۔ (کذا فی التوضیح عن اوجز علیہ)

ابن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ مقدس جگہ عرش سے بھی افضل ہے، اور تاج السبکی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ زمین، آسمانوں سے بھی افضل ہے، اس لئے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما ہیں، اور اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اسی مٹی سے پیدا ہوئے، اور اسی میں مدفون ہیں۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحقیق میں فرمایا ہے کہ آسمان افضل ہے زمین سے، مگر زمین کا وہ حصہ جس میں انبیاء علیہم السلام موجود ہیں (یہ حصہ آسمان

سے بھی افضل ہے)۔ (کذا فی الشامی ج:۲ ص:۲۷۸)

فائدہ:... اہل تحقیق حضرات زیارت مدینہ منورہ کے لئے علیحدہ سفر کرنے کی تلقین فرماتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ وطن سے خالص روضۂ مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کرکے آنا اس سے افضل ہے کہ حج کرنے کے ساتھ زیارت کی بھی نیت کی جائے۔ اسی طرح عارف جامی مولانا عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ زیارت مدینہ منورہ کے لئے مستقل سفر فرماتے تھے۔

(ھکذا فی الشامی ج:۲ ص:۲۷۹)

اخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ

واتباعہ اجمعین

اللّٰھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

قصیدہ مدحیہ بجناب حضرت مرشد ارشد مولانا محمد عبداللہ صاحب شجاع آبادی مدظلہم العالی علینا

درِ فیض

فیض کا در ہے جو چاہے دلواتے ہیں یہ اللہ سے
دوڑ کے آ، مسلم بھائی گر چاہو کچھ اللہ سے

ہاتھ ملاؤ درجے پاؤ رہبر کامل حضرت ہیں
رابطہ بنا کے تار بناؤ گر چاہو تم اللہ سے

پیر شریعت پیر طریقت پیر حقیقت قاطع بدعت
مرشد کامل مصطفیٰ عارف عشق چاہو گر اللہ سے

ایک نہیں اور دو بھی نہیں سو بھی نہیں دو سو بھی نہیں
مرشد ہیں یہ ہزاروں کے جو چاہتے ہیں رنگ اللہ سے

نیک ہیں خود بھی، نیک ہیں بیٹے، نیک ہیں ان کے گھر کے سارے
شغل قرآں کا، عشق قرآں کا چاہتے ہیں سب اللہ سے

رات جب ان کی دن جب ان کا محو تلاوت ہوتا ہے
پھر نہ ہو کیوں رتبہ اعلیٰ فضل نہ ہو کیوں اللہ سے

آپ یقیں میں کہتا ہوں اور شک نہیں اس ذرہ کا
شیخ یہ کامل ہیں حضرت بھائی ملتا ہو گر اللہ سے

شک ہے جس کو اب آزمائے دور نہیں مشکل بھی نہیں
اک ہفتہ کل ذکر کرے اور دیکھے فضل پھر اللہ سے

ابراہیمی پہ فضل خدا کا انہیں کے جوتوں کا صدقہ ہے
کیا کہوں میں کیا کیا عنایت رحمت سب کیا اللہ سے

(عبدالوہاب ابراہیمی)

آدابُ الدُّعاء

یعنی

دُعا کے آداب

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ!

دُعا، اس کے آداب، اوقات اور مقامات کے متعلق چند احادیث پیش خدمت ہیں، گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مقبول بنائے، آمین!

پہلی فصل:

دُعا کے متعلق فوائد و منافع:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دُعا ہی عبادت ہے!" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ..." (مشکوٰۃ ص:۱۹۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص کے لئے دُعا کا دروازہ کھل گیا، اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے، اور خدا تعالیٰ کو اس سے زیادہ

بیماری کوئی ہو، دعا کرنے سے اس سے عافیت کی دعا کی جائے۔ اور
دعا اس بلا کے لئے بھی مفید (نافع) ہے جو ابھی تک نازل نہیں
ہوئی اور نازل ہونے والی ہو، اور دعا ہی ایسی چیز ہے کہ قضا کو
پھیر سکتی ہے، پس تم پر لازم ہے کہ خدا سے دعا کیا کرو۔"

(مشکوٰۃ ص ۱۹۵ بحوالہ ترمذی)

ترمذی ہی میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس کو یہ بات اچھی لگے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور
تنگیوں کے وقت اس کی دعا قبول کرے، تو اس کو چاہئے کہ وہ خوشحالی
کی حالت میں بہت دعا کیا کرے۔" (مشکوٰۃ ترمذی ج ۲ ص ۱۷۵)

حصن حصین میں بحوالہ مستدرک حاکم سے روایت کی ہے کہ:

"دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے، اور
زمین و آسمان کی روشنی ہے۔" (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۹۲)

حصن حصین میں بحوالہ ابن حبان و مستدرک حاکم سے روایت کی گئی ہے کہ:

"دعا کرنے سے عاجز نہ ہو، اس لئے کہ دعا کرنے
کے ساتھ کوئی ہرگز ہلاک نہیں ہوتا۔" (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۹۴)

دوسری فصل:

ہر دعا قبول ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا:

"تم میں سے ہر شخص کی دعا قبول ہوتی ہے، جب

تک کہ وہ جلدی نہ کرے اور یہ کہنے لگے کہ میں نے خدا تعالیٰ
سے دُعا کی، لیکن خدا تعالیٰ نے میری دُعا قبول نہ کی (یعنی ایسے
شخص کی دُعا قبول نہیں ہوتی)۔" (مشکوٰۃ ص ۱۹۳)

نسائی کے علاوہ صحاح خمسہ نے یہ روایت کی ہے، اور صحیح مسلم کی ایک
روایت میں ہے کہ:

"بندہ (مومن) کی دُعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے، جب
تک کہ کسی گناہ یا رشتہ ناتا توڑنے کی دُعا نہ کرے (مثلاً: دُعا
کرے کہ فلاں عورت مطلقہ ہوجائے)۔"

(مشکوٰۃ ص ۱۹۳ بحوالہ صحیح مسلم)

اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ:

"جو شخص خدا تعالیٰ سے دُعا مانگتا ہے، اس کی دُعا
قبول ہوتی ہے، یا تو جو چیز مانگتا ہے وہی اس کو مل جاتی ہے، یا
اس کی مثل بُرائی دور کردی جاتی ہے، جب تک کہ کسی گناہ یا قطع
رحمی کی دُعا نہ کرے۔" (ترمذی ج۲ ص ۱۷۵)

لیکن بات یہ ہے کہ کسی کی دُعا کا نتیجہ خدا تعالیٰ دُنیا ہی میں جلد اس کو دِکھا
دیتا ہے، اور کسی کے لئے آخرت میں جمع کرکے رکھتا ہے، یعنی اس دُعا کا فائدہ
آخرت میں اس کو ملے گا، اور کسی کے دُعا کے اجر کی مقدار گناہ معاف کردیتا ہے،
البتہ وہ دُعا قبول نہیں ہوتی جو کسی گناہ کے لئے (مثلاً فلاں عورت سے کام غلط بن
جائے) یا رشتہ توڑنے کی غرض سے کی جائے یا جس دُعا میں جلدی کی جائے (کہ
اب تک قبول نہ ہوئی)۔

تیسری فصل:

اپنے اور اپنے متعلقین کے خلاف بددُعا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم لوگ اپنے آپ، اپنی اولاد اور اپنے مال پر بددعا نہ کیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گھڑی ایسی ہو جس میں دعا قبول ہوتی ہے، ورنہ تمہاری یہ بددعا قبول ہو جائے۔"

(مشکوٰۃ ص:۱۹۴ بحوالہ مسلم)

چوتھی فصل:

ہر چھوٹی بڑی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"ہر شخص کو اپنی تمام حاجت اپنے رب تعالیٰ سے مانگنا چاہئے، اگر اپنی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو بھی خدا تعالیٰ سے مانگے۔"

(مشکوٰۃ ص:۱۹۹ بحوالہ ترمذی)

پانچویں فصل:

اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:

"خدا تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو! اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مانگنے کو بہت پسند فرماتا ہے، اور دُعا کی اجابت کا انتظار کرنا بہترین عبادت ہے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۱۹۷)

چھٹی فصل:

آدابِ دُعا:

دُعا کے آداب تین طرح کے ہیں، بعض وہ ہیں جو رُکن کی حیثیت رکھتے ہیں، بعض شرط کی، اور بعض استحباب کا درجہ رکھتے ہیں۔

آدابِ دُعا جو رُکن کا درجہ رکھتے ہیں:

۱:...کھانے، پینے، پہننے اور کسب میں حرام اور مکروہ تحریمی سے بچے۔

۲:...قصد و ارادہ کے ساتھ دُعا مانگے۔

۳:...رغبت، نیاز اور کوشش سے دُعا کرے۔

۴:...جلدی نہ کرے کہ اب تک دُعا قبول نہ ہوئی۔

۵:...یوں نہ کہے کہ دُعا مانگی اور قبول نہ ہوئی۔

۶:...خالص اللہ تعالیٰ کو پکارے، اس میں کسی کو شریک نہ کرے، اور دُور سے پکارنا اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

۷:...ریا اور دِکھلاوا نہ کرے۔

شرط کا درجہ رکھنے والے آداب:

اللہ تعالیٰ دُعا تو کافر کی بھی قبول فرمالیتے ہیں، چنانچہ شیطان کی قیامت تک

نہ مرنے کی درخواست بھی قبول فرمائی مگر مومن کے لئے یہ چیزیں ضروری ہیں

۱... اول اللہ تعالیٰ کی حمد، ثنا، مدح اور تعریف کرے اور آخر میں بھی ثنا کرے۔

۲... پھر مدح وثنا کے بعد دعا کے اول و آخر میں درود شریف پڑھے۔

۳... گناہ، قطع رحم اور رشتہ ناتا توڑنے کی دعا نہ کرے۔

۴... جو دعا عقلاً محال ہو اس سے بچے، جیسے کہ ''مجھے نبی بنادو'' یا ''معراج کرادو'' یا ''موت سے بچالو'' وغیرہ ایسی دعا نہ کرے۔

استحباب کا درجہ رکھنے والے آداب:

۱... دعا سے پہلے مسواک، عطر اور پانی حاصل کرے، یعنی غسل یا وضو کرے۔

۲... وضو کے بعد نماز پڑھے۔

۳... گھٹنوں کے بل بیٹھے۔

۴... دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر سینے یا مونڈھوں کے برابر تک اٹھائے اور ہاتھ کھلے رکھے۔

۵... اپنی عجز، نیاز، ذلت اور محتاجی ظاہر کرے۔

۶... قافیہ بندی اور تکلف کرنے سے بچے۔

۷... اللہ تعالیٰ کے نبی، پیغمبر، قرآن اور آخرت پر ایمان لانے کا وسیلہ بنائے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

''ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاہدین'' (آل عمران ۵۳)

ترجمہ: ''اے ہمارے رب! ہم تیری نازل شدہ (کتاب) پر ایمان لائے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

تابع ہوئے ہیں، پس ہم کو کامل اُمت میں لکھ لیجئے"۔

اس میں نزول قرآن پر ایمان لانے اور رسولوں کی اتباع کرنے کو بطور وسیلہ لاکر "فاکتبنا مع الشاہدین" کی دعا کی تعلیم دی گئی ہے، کہ ہم کو کامل اُمت میں لکھئے۔

۸:... نیک لوگوں کا وسیلہ لائے، اس طور پر کہ یہ لوگ میرے خیال میں تیرے نیک اور فرماں بردار ہیں، اس اعتقاد و خیال کے سبب میرا مطلب حل فرمادے۔

۹:... آواز کو پست کرے۔

۱۰:... اپنے گناہ کا اقرار کرے۔

۱۱:... وہ دعائیں اختیار کرے جو احادیث میں ہیں۔

۱۲:... اپنے لئے، اپنے ماں باپ کے لئے، اساتذہ، مشائخ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت مرحومہ، تمام مؤمنین اور مؤمنات کے لئے دعا کرے تو بہت بہتر ہے۔ بار بار دعا مانگے، کم سے کم تین بار تو ہونی چاہئے۔

دعا کہتے ہیں عرض کرنے اور درخواست دینے کو، اور اس کے لئے ہاتھ اُٹھانا نہ تو اس کا رکن ہے اور نہ شرط بلکہ مستحب ہے، کیونکہ التحیات کے بعد دعا کی جاتی ہے، اسی طرح "آمین" کہنا بھی دعا ہے، سجدہ و رکوع میں بھی دعا کی جاتی ہے، مگر ان تمام جگہوں میں ہاتھ نہیں اُٹھائے جاتے، وغیرذالک من الآداب۔

ساتویں فصل:

دُعا قبول ہونے کے مقامات:

طواف میں، ملتزم کے نزدیک، میزاب رحمت (کعبہ کے پرنالے) کے نیچے، کعبے کے اندر، مسعٰی (صفا و مروہ میں دوڑنے کی جگہ) میں، مقام ابراہیم کے پیچھے، عرفات میں، مزدلفہ میں، منیٰ میں، صفا و مروہ پر، جمرات (شیطان کو کنکریاں)

مارنے کے بعد، اور روضۂ مبارک کے نزدیک۔ (کذا فی الحصن الحصین)

آٹھویں فصل:

اجابتِ دُعا کے اوقات:

لیلۃ القدر میں، عرفہ یعنی حج کے دن، ماہِ رمضان میں، جمعہ کی رات اور دن میں، آدھی رات کے بعد، سحر کے وقت، اذانِ نماز کے وقت، اذان و اقامت کے درمیان اور بعد، اس کے لئے جس کو غم اور سختی واقع ہو، فرض نمازوں کے بعد، سجدہ میں، ختمِ قرآن کے بعد، زمزم کا پانی پینے کے وقت، مجالسِ ذکر میں، بارش کے وقت، اور مرغ کی اذان کے وقت، وغیر ذالک۔ (کذا فی الحصن الحصین)

نویں فصل:

کن لوگوں کی دُعا قبول ہوتی ہے؟

مضطر یعنی مجبور و بے چارے کی، مظلوم کی گو کافر ہو، ماں باپ کی، عادل بادشاہ کی، نیک بخت یعنی صالح کی، ماں باپ کے فرماں بردار کی، مسافر کی، روزہ دار کی جب وہ روزہ کھولتا ہے، اور مسلمان کی مسلمان بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے۔
(کذا فی حصن الحصین)

دسویں فصل:

دُعا کس طور کرے؟

"فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دُعا مانگتے ہوئے

سنا کہ وہ دعا مانگ رہا تھا اور اس نے درود نہیں پڑھا تھا، آپ نے فرمایا کہ اس نے جلدی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور اسے یا کسی اور کو فرمایا: جب کوئی نماز پڑھے اس کو پہلے حمد و ثنا کرنی چاہیے، پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہیے، اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔" [ترمذی ج ۲ ص ۸۲]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دعا آسمان اور زمین کے درمیان اس وقت تک معلق رہتی ہے اور اوپر نہیں چڑھتی، جب تک کہ مجھ پر درود نہ بھیجا جائے۔" (مشکوٰۃ ص ۸۷ بحوالہ ترمذی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"میں نماز پڑھ رہا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے، آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ جب میں (نماز سے فارغ ہوکر) بیٹھا تو پہلے میں نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، اس کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، پھر میں نے اپنے لئے دعا مانگنا شروع کی، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سَلْ تُعْطَهْ" مانگو دیے جاؤ گے! مانگو دیے جاؤ گے!" (مشکوٰۃ ص ۸۷ بحوالہ ترمذی)

ابو مصبح مقری ابی زہیر نمیری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"ہم ایک رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلے، تو ہمارا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو بہت ہی عاجزی اور الحاح سے دعا مانگ رہا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے

ہو کر اس کی دعا سننے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کی دعا ضرور قبول ہوگی، اگر اس نے ختم کیا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ: کس چیز پر ختم کرے گا تو دعا قبول ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آمین سے!" وہ شخص یہ سن کر اس شخص کے پاس آیا جو دعا کر رہا تھا اور کہا کہ: تم اپنی دعا کو آمین پر ختم کرو اور خوش ہو جاؤ۔" (ابوداؤد ج:۱ ص ۱۳۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو اس طرح دعا نہ کیا کرے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر، بلکہ قطعی طور سے دعا کرو، (یعنی یوں کہو کہ "رحم کر" اور "اگر چاہے" کا لفظ نہ کہو) کیونکہ خدا تعالیٰ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے۔"

(مشکوٰۃ ص:۱۹۴ بحوالہ بخاری)

گیارہویں فصل:

جن اسماء کے وسیلے سے دعا جلد قبول ہوتی ہے:

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا، وہ کہہ رہا تھا:

"یا ذا الجلال والاکرام! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم مانگو! تمہاری دعا قبول ہوگی۔"

(ترمذی ج:۲ ص:۱۹۱)

حصن حصین میں مستدرک حاکم سے روایت ہے:

"اللہ تعالیٰ کے فرشتے متعین ہیں اس شخص کے ساتھ
جو کہے "یا ارحم الراحمین" پس جس نے تین بار اس کلمہ کو
کہا، فرشتہ اس کو کہتا ہے کہ "مانگ! بے شک ارحم الراحمین تجھ
پر متوجہ ہوا۔"

مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۵۰۵) کی روایت ہے کہ وہ اسم اعظم جس کے
ساتھ دعا کی جائے تو قبول ہو اور مانگا جائے تو مل جائے، یہ آیت کریمہ ہے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ
الظّٰلِمِیْنَ" (الانبیاء: ۸۷)

ترجمہ... "(سوائے اللہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں،
پاک ہے تو، بے شک میں ہوں ظلم کرنے والوں میں سے (یعنی
اپنے آپ پر بسبب نافرمانی کرنے کے)۔"

ترمذی میں یہ روایت ہے کہ وہ اسم اعظم کہ جس سے جو مانگا جائے ملے،
اور دعا کی جائے قبول ہو، یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ
الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا
اَحَدٌ" (ترمذی ج ۲ ص ۱۸۵)

ترجمہ... "اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں آپ سے
اس وسیلے سے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ تو یکتا ہے، سب
تیرے محتاج ہیں، کہ نہیں جنا تو نے اور نہیں جنا گیا تو، اور تیرا
کوئی ہمسر نہیں۔"

اس کے بعد دُرود پڑھ کر اپنے مقصد کی دُعا مانگے۔

اصحاب سنن اربعہ نے اسمِ اعظم، جس کے وسیلے سے دُعا قبول ہوتی ہے:

"یا حیُّ یا قیّومُ" کو فرمایا ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی (ج ۲ ص ۱۸۶) میں ان دو آیتوں میں اسمِ اعظم فرمایا ہے

الف ... "وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ

الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ" (البقرۃ:۱۶۳)

اور آلِ عمران:

ب ... "الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۝"

(آلِ عمران:۱)

ان آیتوں کو دُعا کے قبول ہونے کا وسیلہ بنائے، یعنی ان کو دُعا کے اوّل و

آخر میں پڑھے تو دُعا قبول ہوگی۔

طبرانی کبیر و اوسط میں ان کلمات کو اسمِ اعظم فرمایا گیا ہے کہ جو کوئی ان

پانچ کلمات کے ساتھ دُعا کرے تو جو سوال کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو دے گا:

"لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَلَا

حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" وغیر ذالک من الادعیۃ۔

بارہویں فصل:

جب قبولیتِ دُعا دیکھے تو کیا پڑھے؟

مستدرک حاکم اور عمل الیوم واللیلۃ میں ہے کہ: "جب کسی نے اپنے لئے یا

کسی کے لئے دُعا مانگی، اور اس کی قبولیت معلوم ہوجائے، مثلاً: مریض کو شفا ہوجائے،

یا سفر سے واپس آ جائے، تو اس کو اس سے کیا چیز مانع ہے کہ وہ یہ کہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِعِزَّتِهٖ وَجَلَالِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ" (مستدرک حاکم ج:۱ ص:۵۰۹)

ترجمہ..."سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کہ اس کی عزت اور جلال کے سبب پورے ہوتے ہیں اچھے کام۔"

یعنی دُعا کے قبول ہونے پر یہ دُعا پڑھے، تاکہ شکریہ ادا ہو جائے۔

تیرھویں فصل:

وہ دُعائیں جو صبح و شام پڑھنی چاہئیں:

نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" اور سو مرتبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھے، اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگرچہ دریا کے جھاگ کے برابر ہوں۔"

(سنن نسائی ج:۱ حدیث نمبر:۱۳۵۵)

صحیح مسلم، ترمذی اور نسائی نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے:

"چند معقبات یعنی نماز کے بعد پڑھی جانے والی دُعائیں ہیں، جن کے پڑھنے والا کبھی محروم نہیں رہتا: "سُبْحَانَ اللّٰهِ" ۳۳ بار، "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" ۳۳ بار، اور "اَللّٰهُ اَکْبَرُ" ۳۴ بار یعنی ہر نماز کے بعد پڑھتا رہے۔" (مشکوٰۃ ص:۸۹ بحوالہ مسلم)

اگر صبح و شام تین بار یہ دُعا پڑھتا رہے تو ہر بلا سے محفوظ رہے گا:

"بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔"

(مشکوٰۃ ص:۲۰۹ بحوالہ ترمذی، ابوداوٴد، ابن ماجہ)

ترجمہ... "خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ، کہ اس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، (نہ زمین کی کوئی چیز نقصان پہنچاتی ہے، نہ آسمان سے کوئی بلا آتی ہے) اور وہی ہے سننے والا (ہر بات کا) اور جاننے والا (ہر چیز کا)۔"

چودھویں فصل:

گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے وقت کی دُعا:

ابوداوٴد (ج:۲ ص:۳۴۹) اور ترمذی (ج:۲ ص:۱۸۰) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دُعا پڑھے: "بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔" تو اس سے کہا جاتا ہے: هُدِیْتَ وَكُفِیْتَ وَوُقِیْتَ فَیَتَنَحّٰى لَهُ الشَّیْطَانُ۔"

(مشکوٰۃ ص:۲۱۵ بحوالہ ابوداوٴد و ترمذی)

ترجمہ... "کافی ہے تیرے لئے تو راہِ راست پر لایا گیا، تو کفایت کیا گیا، اور تو بچالیا گیا ہر فتنے سے، اور اس سے شیطان دُور ہوجاتا ہے۔"

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب گھر میں داخل ہو تو یہ کہے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا، ثُمَّ لِیُسَلِّمْ عَلٰی اَھْلِہٖ۔" (ابوداؤد ج:۲ ص:۳۳۹)

ترجمہ:... "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں گھر کے اندر جانے اور گھر سے نکلنے کی بھلائی کا، اللہ کے نام کے ساتھ اندر جاتا ہوں، اور اللہ کے نام کے ساتھ باہر نکلتا ہوں، اور اللہ پر جو ہمارا پروردگار ہے، بھروسہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد اپنے اہل و عیال پر السلام علیکم کہے۔"

پندرہویں فصل:

غم اور سختی سے نجات کی دُعائیں:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے ذی النون یعنی حضرت یونس علیہ السلام کی دُعا "لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ"، جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی، اللہ سے دُعا کی اس کی دُعا قبول ہوئی۔" (مشکوٰۃ ص:۲۰۰ بحوالہ ترمذی)

اس سے دُعا کرنا ہر شدت و غم کے دفع کرنے کے لئے کافی ہے۔ بعد عشاء یا صبح ۳۱۳ بار یہ آیت اور اوّل و آخر درود شریف سات سات بار پڑھ کر دُعا کرے تو

اللہ تعالیٰ غم غلط فرما دیتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ غم و بے کلی کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔"

(مشکوٰۃ ص ۲۱۴ بحوالہ بخاری ومسلم)

دو رکعت نماز پڑھ کر یا ہر نماز کے بعد دعا میں ان کلمات دعائیہ کو بار بار یا پانچ سو بار اول وآخر درود شریف پڑھ کر اپنے غم کے دفع اور مطلب کے پورے ہونے کا تصور کرے اور زبان سے ورد وقراءت کرے تو ان شاء اللہ مشکل آسانی یا مطلب براری ہو جائے گی بفضلہ تعالیٰ۔

سولھویں فصل:

نیک اولاد ملنے کی دعا:

ہر نماز کے بعد صبح وشام سو بار:

"رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔" (آل عمران ۳۸)

اول وآخر درود شریف تین تین بار، بہ نیت ورد قراءت دعا پڑھا کرے تو اللہ تعالیٰ نیک بچہ عطا فرمائیں گے۔

اسی طرح ذیل کی ترتیب سے پڑھتے رہا کرے

"رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ."

(الانبیاء، ۸۹)

تو بھی اللہ تعالیٰ نیک اولاد بخشیں گے، بفضلہٖ وکرمہٖ۔

سترھویں فصل:

گناہوں کی مغفرت کی دُعا:

ترمذی میں ہے کہ جس نے کہا:

"اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ. غُفِرَ لَهٗ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ."

(مشکوٰۃ ص: ۲۰۵ بحوالہ ترمذی)

ترجمہ:... "بخشش مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ اس کے

سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ سے زندہ ہے، اور قائم رہنے والا ہے،

اور توبہ کرتا ہوں اس کی طرف۔ تو اس کو بخش دیا جائے گا، گو کفار

کے مقابلے میں جنگ سے بھاگ گیا ہو۔"

اور دُوسری روایت میں ہے:

"اگرچہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں

نہ ہوں۔" (ترمذی ج ۲ ص ۱۹۴)

اس دُعا کو پانچ بار پڑھے، اور استغفار میں معنی کا تصور ضروری ہے، اگر معنی

کا تصور نہ کیا تو لغو ہوجاتا ہے۔ (کذا فی الحصن الحصین)

اٹھارھویں فصل:

وہ دُعا جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دو کلمے ایسے ہیں، جو زبان پر بہت آسان ہیں، اور (قیامت کے دن) میزانِ عمل میں بہت ہی بھاری ہیں، اور خدا تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں۔

"سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ"

(ترمذی ج ۲ ص ۱۸۴)

الحمد للہ الذی بعزتہ و جلالہ تتم الصالحات

اللّٰھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

کتاب الادعیۃ والتعویذات

یعنی

تعویذات و دعاؤں کی کتاب

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبید اللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الدُّعَاءَ لِرَدِّ الْقَضَاءِ
وَالْبَلَاءِ وَکَمَا اَنْزَلَ دَاءً بِمُقْتَضٰی جَعَلَ لَهَا دَوَاءً وَدُعَاءً
بِرَحْمَتِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَتْقِیَاءِ وَالْاَنْبِیَاءِ
مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی وَاٰلِهِ الْمُرْتَضٰی وَاَصْحَابِهِ الْمُجْتَبٰی
ذَوِیْهَا اَبَدًا، اَمَّا بَعْدُ!

عارض ہوں کہ ہمارے وقت میں تعویذات و دوسرے عملیات کا ایسا غلبہ اور زور ہو گیا ہے کہ عالم و جاہل، دیہاتی و شہری، غریب، امیر ان حالات میں اتنے گرفتار و سرگرداں اور حیران و پریشان ہے کہ نہ ترک کر سکتا ہے اور نہ برداشت کر سکتا ہے۔ کرے تو کیا کرے؟ عورتوں کے جن بغیر مجاوروں کے نہیں نکل سکتے، وہاں کی بیہودگی، بے حیائی اور بے شرمی سے کون واقف نہیں؟ اور جن عورتوں کے بچے جیتے، دو مہینے، دو سال، چھ مہینے میں مر جاتے ہیں، ان کے زندہ رہنے اور بڑے ہونے کے بعد بھی وہی پیر و مجاور ان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، جن کی بیوی مجھوں نہیں مانتی، ان کی تنخواہ، اور جس کو بچہ نہیں ہوتا، اس کو بچہ دینے کی باگ ڈور بھی انہی حضرات کے قبضے میں سمجھتے ہیں، اور جس کا نکاح نہیں ہوتا، مقدمہ فتح نہیں ہوتا، معاش فراخ نہیں، اور

دشمنوں کی زد میں ہے اور غیر کی دوسری طرف میں ہیں، ان سب کے زد کا زمانہ بھی وہی مرشد ہیں، خدا تعالیٰ کو تو کوئی کم پوچھتا ہے، طبیب نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف رجوع کرنا کوسوں دور ہے، اور تعویذ گنڈے کرنے والے قرآن مجید اور سورتوں کو نقش لکھنے میں استعمال کرنے کو دلیل ولایت، کرامت اور رب تعالیٰ کی مقبولیت سمجھتے ہیں، اور لوگ بھی ان کو ایسی قسم و بشیر، ولی، قطب اور غوث مانتے ہیں، سبحان اللہ! سورتوں کو موکلات سے پڑھنا، اول سورت، درمیان سورت اور آخر سورت میں ان کا نام بیٹھا اور فرشتوں کے نام اور بزرگوں کے نام ملا دیا۔ ان کے نزدیک کوئی گناہ، کفر اور شرک نہیں، بلکہ طلب وسیلہ، محمود اور قرب کا موجب ہے، سبحان اللہ! پس جب عام و خاص ایسی حالت و مصیبت میں دل گرفتہ ہو کر بھی خوش و خرم اور نازاں ہیں، تو مناسب سمجھا کہ اپنی اولاد و احباب کے لئے بعض صحیح چیزیں جو احادیث، اخبار اور بزرگوں سے منقول ہیں، جمع کی جائیں، تاکہ وہ سند سے نقل کر صحیح پر عمل کر کے گناہ سے محفوظ رہیں، وما توفیقی إلا باللہ لا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔

اس میں چند فصول ہیں۔

امن وامان میں رہے گا:

"اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ."

ترجمہ..... "پناہ مانگتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے کلموں اور نازل شدہ کتابوں کے ساتھ، جو پوری اور کامل ہیں، نقصان اور برائی اس چیز سے جو پیدا کی ہے۔"

تین بار صبح کو اور تین بار عصر کی نماز کے بعد اول آخر تین تین بار درود شریف پڑھے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

اسی طرح آیۃ الکرسی، معوذتین، سورۂ مومن کی پہلی آیت "الیہ المصیر" تک، سورۂ انعام کی پہلی تین آیتیں اور سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھنے سے جیسے آفات سے حفاظت کا فائدہ ہے، ویسے ہی فرشتوں کی دعا اور ثوابِ آخرت کا بھی فائدہ ہے۔

ہر ملاقاتی سے خیر حاصل ہونے کا وظیفہ:

جو شخص صبح کو یہ دعا پڑھے، اس دن اس کے ساتھ جو بھی ملاقات کرے گا، اس کے حق میں خیر ہوگا:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّ مَنْ یَّدْخُلُ عَلَیْنَا فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ اِنْ کَانَ خَیْرًا فِیْ حَقِّنَا فَادْخِلْہُ وَاِنْ کَانَ فِیْ حَقِّنَا شَرًّا فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ"

ترجمہ..... "اے اللہ! جو اس دن بھی ہم پر آئے، اگر اس کا آنا ہمارے حق میں بہتر ہے، تو آنے اور اگر اس کا آنا ہمارے لئے برا ہے، تو اس کو ہم سے پھیر دے۔"

مجلس سے ناگوار آدمی کے اُٹھانے کا طریقہ:

اگر مجلس میں کوئی ناگوار آدمی آ جائے اور اس کا اُٹھانا مطلوب ہو، تو دل میں چند مرتبہ یہ آیت پڑھے:

"تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا."

غیبت سے حفاظت کا نسخہ:

حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر شروع مجلس میں:

"بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

تین بار پڑھے تو غیبت سے محفوظ رہے گا۔

خط یا قاصد آنے سے پہلے یہ دُعا پڑھے:

جب کوئی خط یا قاصد آئے تو پہلے یہ دعا پڑھ لے، عافیت سے رہے گا:

"اَعُوْذُ بِكَ اللّٰهُمَّ مِنْ طَارِقٍ لَا يَطْرُقُنَا اِلَّا بِخَيْرٍ."

ترجمہ: "اے اللہ! ہر آنے والے کے شر سے، تیری پناہ لیتا ہوں، جب آئے، اگر آئے تو خیر کو لائے۔"

صبح کو یہ دُعا پڑھے:

اگر کوئی فجر کی نماز سے پہلے یا بعد یہ دعا پڑھ لے، تو گویا اس نے تمام دن

کا شکریہ ادا کرلیا، اور اچھے کاموں سے موافق رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

"اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ، فَلَکَ الْمُلْکُ وَلَکَ الْحَمْدُ۔"

اسی طرح اگر شام کو یہ دُعا پڑھ لے تو تمام رات کا شکریہ کرلیا، مگر شام کے وقت "اَصْبَحَ" کے بجائے "اَمْسٰی" پڑھے۔

صبح و شام کی بڑے فائدے والی مختصر دُعا:

اگر نمازِ فرضِ فجر اور فرضِ مغرب کے سلام کے بعد سات بار "اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ" پڑھ لے تو اس دن یا اس رات میں اگر اس پر موت آگئی تو عذابِ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔

فالج، جذام، نابینا پن سے نجات کی دُعا:

کتاب ترغیب و ترہیب میں ہے: جب صبح کی نماز پڑھ لے تو تین بار یہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ" بفضلہ تعالیٰ مرضِ فالج، کی، یعنی اندھے ہونے اور جذام سے محفوظ رہے گا۔

قیدی کی رہائی اور دفعِ غم کے لئے:

اگر کوئی شخص دفعِ غم، رہائی اور قید سے نجات پانے کے لئے: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" ۵۲۵ بار اور اول آخر سات، سات بار درود شریف پڑھتا رہے، تو ان شاء اللہ تعالیٰ غم کافور ہو جائے گا اور قید سے نجات ملے گی، بشرطیکہ بلا جرم قید ہو، اور اگر اتنا پڑھنے کی فرصت نہ ہو تو ۳۱۳ بار پڑھے، کذا فی الترغیب والترہیب۔

بہاں اعدہ بزرگوں سے مروی ہے۔

غم وتنگی دور کرنے کا نسخۂ مجرب:

ہر غم وفکر میں پریشان اور حیرت وتنگی میں ہو تو یہ دعا پڑھے

"لا اِلٰہ اِلا اللہ العظیم الحلیم لا اِلٰہ الا اللہ رب العرش العظیم لا اِلٰہ الا اللہ رب السمٰوٰت ورب الارض ورب العرش الکریم۔"

طریقہ: ہر رات ذل آخر سات سات بار درود شریف اور ایک سو چار دو بار یہ دعا پڑھے۔ تو نجات ہوگی، اگر یہ دعائے معظم قیدی کی رہائی کے لئے پڑھے تو اسم اعظم کا حکم رکھتی ہے۔ (کذا فی العینی شرح البخاری)

ہر بلا اور مصیبت کے لئے امن وامان کی چیز:

جو شخص یہ دعا پڑھتا رہے، ہر بلا ودکھ اور غم سے امن وامان میں رہے گا:

"اللّٰھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الاٰخرۃ۔"

طریقہ: ہر نماز کے بعد سات بار یہ دعا اور اول آخر ایک، ایک بار درود شریف پڑھے۔

ایمان کی سلامتی کی دعا:

اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد تین بار یہ دعا اور اول آخر ایک، ایک بار درود شریف پڑھتا رہے، تو مرتے دم اور قبر تک ایمان سلامت رہے گا۔

"یا ولی الاسلام واھلہ ثبتنی بہ حتی القاک۔"

گناہوں کی مغفرت کی دعا:

ہر نماز کے بعد سات بار یہ دعا اور اول آخر ایک ایک بار درود شریف پڑھتا رہے تو گناہ معاف ہوجائیں گے۔

"اللّٰھم اغفر لی ذنوبی وخطئی وعمدی۔"

ثواب عظیم حاصل کرنے کا طریقہ:

اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کو ہر مومن مرد وعورت کی گنتی کے مقدار ثواب ملے تو یہ دعا پڑھے۔

"اللّٰھم اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین والمؤمنات"

طریقہ: سو بار یہ دعا اور اول آخر تین تین بار درود شریف پڑھتا رہے تو تمام مومنین کے برابر اس کو ثواب ملتا رہے گا۔ اور اس کی ہر مشکل آسان ہوگی۔

مغفرت کے لئے اعلیٰ نسخہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کوئی مختصر کلمات عطا فرمائیں تو آپ نے فرمایا: "اللہ اکبر" دس بار، اور "سبحان اللہ" دس بار پڑھو کیونکہ ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہیں۔ اسی طرح جو شخص "اللّٰھم اغفرلی" دس بار پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ میرے لئے ہیں اور میں نے بخش دیا۔ مگر اس کے اول آخر ایک ایک بار درود شریف ضروری ہے۔

عافیت کے لئے دعا:

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ لَا أَتَحَمَّلُ عَلٰى نِعْمَةِ الْمَرَضِ فَأَبْدِلْهُ بِنِعْمَةِ الْعَافِيَةِ"

ترجمہ: "اے اللہ! میں نعمتِ مرض برداشت نہیں کر سکتا، اس کے بدلے نعمتِ عافیت عطا فرما۔"

اگر بیمار یہ دعا پڑھتا رہے تو عافیت ہو جائے گی، اور عافیت والا پڑھے تو امراض سے محفوظ رہے گا۔ نیز عافیت کے لئے یہ دعا بھی پڑھ سکتا ہے:

"اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

طریقہ: ہر نماز کے بعد تین بار یہ دعا پڑھے اور اول آخر ایک ایک بار درود شریف پڑھے۔

وہ متبرک دعائیں جو صالحین سے منقول ہیں:

حضرت علیؓ کی دعا:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ دعا منقول ہے

"اَللّٰهُمَّ احْمِلْنِيْ عَلٰى عَفْوِكَ وَلَا تَحْمِلْنِيْ عَلٰى عَدْلِكَ"

ترجمہ: "اے اللہ! میرے ساتھ عفو کا معاملہ فرما، اور عدل و انصاف کا معاملہ نہ فرما۔"

ترجمہ:... ''اے اللہ! میرے لئے ایسا (مہربان) ہو جا جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مہربان) تھا۔''

امام الحرمینؒ کی دعا:

''اَللّٰهُمَّ لَا تَمْنَعْنِیْ عَنْ قُرْبِکَ بِمَانِعٍ.''

ترجمہ:... ''اے اللہ! مجھے اپنے قرب سے کسی روکنے والی چیز کے سبب نہ روک۔''

حضرت مجد الدین بغدادیؒ کی دعا:

''اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَیَّ حَتّٰی اَتُوْبَ وَاعْصِمْنِیْ حَتّٰی لَا اَعُوْدَ وَحَبِّبْ اِلَیَّ الطَّاعَاتِ وَکَرِّهْ اِلَیَّ الْخَطِیْئَاتِ.''

ترجمہ:... ''اے اللہ! مجھ پر رحمت سے رجوع کر، تاکہ میں تائب ہو جاؤں، اور مجھ کو بچا تاکہ گناہ کی طرف نہ پھر جاؤں، اور اپنی بندگی کو میری طرف محبوب اور گناہوں کو مکروہ کر دے۔''

دوسری دعا:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَا اَقْوٰی عَلٰی شَرَائِطِ التَّوْبَةِ فَاغْفِرْ لِیْ بِلَا شَرَائِطِ التَّوْبَةِ.''

ترجمہ:... ''اے اللہ! میں شرائطِ توبہ پر قوی نہیں ہوں، مجھے بلا شرائطِ توبہ کے بخش دے۔''

تیسری دعا:

''اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ اَنَّ مَطْعَمِیْ حَرَامٌ وَمَلْبَسِیْ

حرامٌ وَمَشرَبی حرامٌ فاستجب دُعائی بلا شرائط الاستجابۃ۔"

ترجمہ... "اے اللہ! تو بے شک جانتا ہے کہ میری خوراک حرام ہے، میری پوشاک حرام کی ہے، اور میرا پینا ناجائز چیزوں سے ہے، پس شرائطِ قبولیت کے نہ ہوتے ہوئے بھی میری دعا قبول فرما۔"

ایک کامل بزرگ کی حکایت اور تعویذ:

ایک بزرگ تھے، جب ان سے کوئی دعا کی درخواست کرتا یا تعویذ لکھواتا، تو یہ کہتے اور لکھتے:

"اللّٰھُمَّ لا تُعذّب اُمّۃَ محمّدٍ صلّی اللہ علیہ وسلّم بذنوبی۔"

ترجمہ... "اے خدا (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو میرے گناہوں کے باعث عذاب نہ دے۔"

ایک اور کامل بزرگ کا تعویذ:

جب وہ بزرگ (غالباً معروف کرخی) کوئی تعویذ لکھتے تو یہ لکھا کرتے: "ہر چہ کند خدا کند، بندۂ عاجز چہ کند وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔" ہر چیز کے لئے یہی لکھ دیتے (اور کام ہو جاتا)۔

ایک بزرگ جب سو کر اٹھتے تو یہ پڑھتے:

"الحمد للہ الذی لم یمسخنی فی الارض ولم یغیّر وجھی فی صورۃ الخنزیر والکلب۔"

ترجمہ...''اے اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے جس نے (میرے گناہوں کے سبب) مجھے زمین میں نہیں دھنسایا اور میرے منہ کو خنزیر اور کتے کی صورت میں نہیں بدلا۔''

حضرت علی خواصؒ سے منقول دعا:

جب آپ کو کوئی نعمت ملتی یا کوئی نیکی کرتے تو یہ دعا کرتے۔

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَا اَسْتَحِقُّ ذَرَّۃً وَّاحِدَۃً مِّمَّا اَنْعَمْتَ بِہٖ عَلَیَّ۔''

ترجمہ...''اے اللہ! میں کسی ایک ذرہ کا بھی مستحق نہیں ہوں جو کچھ کہ تو نے میرے پر نعمت کی ہے۔''

اس کے پڑھنے سے بڑے درجات حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول دعا:

''کَفٰی بِیْ عِزًّا اَنْ تَکُوْنَ لِیْ رَبًّا، وَّکَفٰی بِیْ فَخْرًا اَنْ اَکُوْنَ لَکَ عَبْدًا، اَنْتَ لِیْ کَمَا اُحِبُّ، فَوَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ۔''

ترجمہ...''(اے اللہ) مجھے یہ عزت کافی ہے کہ تو میرا رب ہے، اور مجھے یہ فخر کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں۔ تو میرا ہے جیسا کہ میں چاہتا ہوں، پس مجھے ان کاموں کی توفیق دے جن کو تو پسند فرماتا ہے۔''

نیند کم کرنے کی دعا:

نیند کم ہونے کے لئے یہ دعا پڑھے۔

"اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَيْنٍ لَا تَشْبَعُ مِنَ النَّوْمِ"

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں، ایسی آنکھ سے جو نیند سے سیر نہ ہو"

برے خیال اور وسوسے کا نسخہ:

حضرت ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی وسوسہ یا برا خیال دل سے نہ نکلے، تو اپنے بائیں پستان کے نیچے ہاتھ رکھ کر یہ آیت اکتالیس مرتبہ روزانہ پڑھتے رہیں، وہ خیال اور وسوسہ دور ہو جائے گا۔ یہ بڑی اہم چیز ہے:

"فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ"

ترجمہ:... "پس دور کرتا ہے اللہ جو کچھ ڈالا ہے شیطان نے، پھر محکم و مضبوط کرتا ہے اپنی نشانیوں کو، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے"

عقیدہ پختہ کرنے کی بہترین دعا:

حضرت ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ: جو شخص یہ دعا نماز کے بعد پڑھتا رہے گا، اس کا عقیدہ پختہ رہے گا۔

"اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ تَوْحِيْدًا لَا يَضْطَرِبُهُ شُبْهَةٌ وَيَقِيْنًا لَا يُخَالِطُهُ شَكٌّ"

ترجمہ: "اے اللہ! آپ سے سوال کرتا ہوں ایسی توحید کا جس کے طرف کی عادت نہ ہو، اور ایسے یقین کا جس

درود شریف پڑھ کرے۔

مقدمہ میں کامیابی کا نسخہ:

یہ شعر صبح، شام ایک سو ایک بار پڑھے اور اوّل آخر تین، تین بار درود شریف پڑھ کرے:

تعالیٰ اللہ زہے قیوم و دانا
توانائی دہ ہر ناتواں

اس سے مقدمہ بھی فتح ہوگا، دشمن بھی زیر ہوں گے، اور پڑھنے والے کو غلبہ الٰہی رہے گا۔

محبت الٰہی اور دفع شرمساری کے لئے:

تو مجھے پڑھنے کی توفیق دے
دل مرتضیٰ سوز صدیق دے
مرا شرمساری ز روئے تو بس
دگر شرمسارم مکن پیش کس

طریقہ: بعد نماز عشاء اکیس بار یہ اشعار پڑھے اور اوّل آخر تین، تین بار درود شریف پڑھتا رہے۔

محبت الٰہی کا دوسرا نسخہ:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حَرَکَاتِیْ وَسَکَنَاتِیْ کُلَّھَا فِیْ مَحَبَّتِکَ وَتَقْوَاکَ۔"

ترجمہ: "اے اللہ! میرے ہر چلنے پھرنے اور آرام کو اپنی محبت کے لئے اور اپنے قانون پر عمل کرنے کے لئے بنا۔"

طریقہ: صبح و شام سات بار یہ دعا اور اوّل آخر ایک ایک بار درود شریف پڑھا کرے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے:

صبح کی سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس بار درج ذیل دعا اور اوّل آخر تین، تین بار درود شریف پڑھا کرے، اللہ تعالیٰ اہل محبت کے طریق کو اس کے لئے آسان فرمائے گا:

"یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَحَبَّتِکَ وَمَعْرِفَتِکَ اَبَدًا یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ"

ترجمہ: "اے ہمیشہ سے زندہ رہنے والے! اے تمام دنیا کے حافظ و رزاق! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، آپ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے دل کو اپنی محبت و معرفت کے نور سے زندہ فرما دے، ہمیشہ کے لئے، اے اللہ! اے اللہ!"

نیز ذکر کی کثرت محبت کے غلبہ کا سبب ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار بھی زیادتی محبت کا موجب ہے، قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے معنیٰ کا تدبر و تفکر، زیادتی محبت کا موجب ہے، اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اپنے وجود کے حالات میں تفکر بھی غلبہ محبت کا موجب ہے۔

فصل دوم

نظر لگ جانے کا علاج:

معوذتین کی خاصیت:... قرآن مجید کی آخری تین سورتیں تین بار اور

اول آخر ایک ایک بار درود شریف پڑھ کر جس کو نظر بد لگی ہے یا نظر بد لگنے کا خوف ہے تین دن تک دم کرتا رہے، اگر جانور ہو تو اس پر بھی دم کرے، اور گھی وغیرہ پر دم کر کے کھلائے بھی، اگر نمک پر دم کر کے تین دن کھلاتا رہے تو بہتر ہے۔ اور سحر و جادو کے دفع کے لئے پانی پر دم کر کے پلاتے رہیں۔

اگر کوئی شخص یہ سورتیں رات کو پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے تو ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔

جس مکان میں سوئے، اگر سوتے وقت ان سورتوں کو پڑھے گا تو اس کے حوادثات سے محفوظ رہے گا۔

اگر جنگل میں جاتے ہوئے ان کو پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے اپنے تمام بدن پر پھیر کر پھونک دے اور تین بار ایسا کرے تو ہر بلا سے امن میں رہے گا۔

اگر حاکم کے پاس جانے کو گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر حاکم کی طرف اور اپنے پر بھی پھونک دے تو اس کے رعب، دہشت اور خطرہ سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ فاتحہ کے خواص:

سر کے درد کے لئے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اگر سورۂ فاتحہ پڑھے اور اول آخر ایک ایک بار درود شریف پڑھ کر دم کرے۔ اور تین بار ایسا کرے تو ہر قسم کے درد سر اور درد شقیقہ کے لئے مفید ہے، تین دن ایسا کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ صحت ہوگی۔

اسی طرح پیٹ کے درد کے لئے نمک پر دم کر دے، اور مریض تھوڑا تھوڑا چکھا کرے تو شفا ہوگی۔ بخار اور حرارت کے لئے اس کو سات بار پانی پر دم کر کے پلاتا رہے۔

مخزات (رزق کی فراخی، لوگوں کے مطیع اور محبت ہو جانے کا نام

"قرات" ہے ا کے نئے ہفتہ فجر کے بعد اور فرضوں سے پہلے اکتالیس بار سورۂ فاتحہ اور اوّل آخر سات سات بار درود شریف پڑھ کر عجز و زاری سے دعا کیا کرے، پھر کامیابی کے لئے گیارہ بار فاتحہ پڑھ کر اپنے کام کو جاری کرے، اور مشکل کشائی کے لئے اکیس بار پڑھتا رہے۔

اگر زوجین کے درمیان محبت نہیں، تو اکیس بار کسی شیرینی پر دم کر کے پڑھ کر چند ایام زوجین کو کھلائے۔

زوجین میں سے جس کو محبت نہیں، اس پر "بسم اللہ" کے ساتھ تین بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرتا رہے، اس کو محبت ہو جائے گی، مگر اوّل آخر درود شریف ہر کام کے ساتھ ہے، سورۂ فاتحہ ہر ایک کی دوا ہے، بفضلِ تعالیٰ۔

سورۂ لہب کے خواص:

دشمن کے شر کو دفع کرنے کے لئے روزانہ اوّل آخر درود شریف اور اکتالیس بار سورۂ لہب پڑھے اور لفظ "ابی لہب" پر اپنے دشمن کا تصور کرے۔ ہاں! اگر معصیت میں پڑھے گا تو قیامت میں گرفتار ہوگا۔

سورۂ کوثر کے خواص:

اگر ہزار بار سورۂ کوثر اور اوّل آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف اس نیت سے پڑھا کرے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کی زیارت نصیب ہو، تو ان شاء اللہ تعالیٰ زیارت یعنی بشارت سے سرفراز ہوگا۔ اور اگر دفع دشمن کے لئے پڑھے تو تین سو تیرہ (۳۱۳) بار اور اوّل آخر درود شریف پڑھے اور آیت: "ان شانئک ھو الابتر" پر دشمن کے دفع کا تصور کرتا رہے، تو ان شاء اللہ دشمن دفع ہو جائے گا۔

سورۂ فیل کے بعض خواص:

اگر دفع دشمن کے لئے تین سو تیرہ بار سورۂ فیل اور اوّل آخر سات، سات بار درود شریف پڑھے، اور "بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ" کے کلمہ پر اپنے دشمن کا تصور کرتا رہے تو دشمن دفع ہوگا۔

سورۂ قریش کے بعض خواص:

اگر قافلے والوں کو رہزنوں سے خطرہ ہو، یا کسی کو سخت دشمن سے ڈر ہو، یا دشمن اچانک سامنے آگیا ہو، تو اچانک خطرہ کے وقت جتنا ہو سکے سورۂ قریش پڑھے، اور دوسرے معاملے میں اوّل آخر تین، تین بار درود شریف اور ایک سو ایک بار یہ سورۃ پڑھ کر عاجزی سے دشمن کے دفع ہونے کی دعا کرے، ان شاء اللہ دفع ہو جائے گا، مگر لفظ "مِّنْ خَوْفٍ" پر اس کا تصور کرے۔

اور اگر غریب و بے روزگار ہے تو اوّل آخر تین، تین بار درود شریف اور اکتالیس بار یہ سورۃ پڑھے، اور کلمہ "اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ" پر اپنا بھوک، غربت اور افلاس کے رفع کا تصور کرتا رہے، اگر ساتوں میں پڑھتا رہے، تو ہر بلا سے امن و امان میں رہے، ان شاء اللہ!

سورۂ نصر اور فتح کے بعض خواص:

اگر فتح یابی کے لئے اوّل آخر تین، تین بار درود شریف اور اکہتر بار اس کو پڑھا کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ فتح یاب ہوگا، اگر کوئی بے یار و مددگار ہے تو اوّل آخر تین، تین بار درود شریف اور اکیس بار اس کو پڑھتا رہے، اور "یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا" پر تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے مددگار بنا دے۔

سورۂ واقعہ کے خواص:

اگر اس کو مغرب کی سنتوں میں پڑھتا رہے تو فاقہ سے نجات پائے گا، اور عیش سے معیشت پائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ، مجرب ہے۔

سورۂ مزمل کے خواص:

اگر اوّل آخر تین، تین بار درود شریف اور اکتالیس بار اس کو پڑھا کرے تو دولت سے مالا مال ہوگا، اور جن، انس پر اس کی دہشت بیٹھ جائے گی، اور اگر گیارہ بار ہر روز پڑھتا رہے تو مصیبت سے امن و امان میں رہے گا، اور کسی بیمار پر دم کرتا رہے، تو اس کو شفا ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

سورۂ یٰسٓ کے بعض خواص:

اگر صبح و شام ایک، ایک بار اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھے گا، تو رضا اور محبت الٰہی نصیب ہوگی، اگر شفا کے لئے پڑھے گا، تو شفا ہوگی، اگر ایمان کی سلامتی کے لئے پڑھے گا، تو ایمان سلامت رہے گا، اگر رفع سکرات موت کے لئے پڑھے گا، تو آسانی ہوگی، دولت کے حاصل کرنے کے لئے تین بار پڑھتا رہے، تو دولت مند ہوجائے گا، اور دفع دشمن کے لئے پڑھے گا، تو دشمن دفع ہوں گے، غرض جس کام کے لئے پڑھے گا، وہی کام آسانی سے ہوگا، ان شاء اللہ!

سورۂ یوسف کے خواص:

اگر دولت کے حصول، ترقی درجات، دفع دشمن، عورتوں کے مکر کے دفع کرنے، یا دشمن کے دوست بن جانے کے لئے اوّل آخر سات بار درود شریف اور تین بار یہ سورۃ پڑھتا رہے تو اللہ کی رحمت سے تمام مقاصد حاصل ہوں گے۔

فائدہ عجیبہ:... جس کام میں جو نیت کرے گا، اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو وہی مطلب عطا فرمائے گا، اگر ادعائے الٰہی تعالیٰ، قرآن مجید، کلمات احادیث اور اولیاء اللہ سے منقول دعاؤں میں آخرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت ہوگی تو آخرت اور دنیا کے مطالب بھی ملیں گے، اگر رضائے الٰہی یا آخرت کے ثواب کی نیت نہیں، بلکہ دنیا کی نیت ہے، تو اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو دنیا کا مطلب حاصل ہو جائے گا، اور آخرت میں اس کو کوئی ثواب، جزا اور بدلہ نہ ملے گا، بلکہ آخرت کے اعتبار سے اکارت و بے فائدہ ہو جائے گا، کیونکہ:

"مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ، وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ" (الشوریٰ)

ترجمہ... "جو کوئی چاہتا ہے کھیتی آخرت کی، زیادہ دیتے ہیں ہم اس کو کھیتی اس کی، اور جو کوئی چاہتا ہے کھیتی دنیا کی، دیتے ہیں ہم اس کو کچھ اس میں سے اور آخرت میں اس کے واسطے کچھ حصہ نہیں۔" (موضح القرآن)

پس چاہیے کہ مومن مسلمان جو چیز بھی پڑھے، لکھے یا چھپائے، اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی خیر مانگے، اس سے دنیا و آخرت کے دونوں مطلب پورے ہوں گے، اور اگر محض دنیا کے مطلب کو چاہا تو آخرت میں ناکام رہے گا، یہ دونوں باتیں یاد رہیں۔

فوائد سورۂ بقرہ و آلِ عمران:

جس گھر میں تین دن رات یہ دونوں سورتیں پڑھی جائیں، جن و شیطان

اس گھر میں داخل نہیں ہو سکے، اور یہ پڑھنے والے پر قیامت کے دن سایہ کریں گی۔

اور جس پر سحر ہو چکا ہے، ان سورتوں کی کثرت سے تلاوت پر سحر ختم ہو جائے گا اور پڑھنے والے پر کوئی جادو نہیں چل سکتا۔

آیۃ الکرسی کے فوائد:

یہ کتاب اللہ میں بلحاظ فضیلت سب سے بڑی آیت اور تمام آیات کی سردار ہے، جس مال و اولاد میں یہ آیت لکھ کر رکھی جائے، اس کے پاس جن نہیں آسکتے، اگر راستہ بھول جائے تو آیۃ الکرسی اور کثرت سے اذان و اقامت پڑھ کر دعا کرے، تو ان شاء اللہ تعالیٰ راستہ پا سکے گا۔

"آمن الرسول" کے فائدے

جس مکان میں سورۂ بقرہ کی آخری یہ دو آیتیں تین رات تک پڑھی جائیں، اس میں شیطان اور جن قریب نہیں آتے، اگر رات کو پڑھ لیں اور اسی رات اس کو موت آ گئی تو اس کی مغفرت ہوگی، اور چور وغیرہ کی بلا سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ کہف کے فائدے:

سورۂ کہف کے پڑھنے والے کو قیامت کے دن نور ملے گا، اور وہ دجال کے مکر و فریب سے بچا رہے گا، اور اس کی اول و آخر کی دس آیتیں پڑھنے سے ہر مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ ملک کے فائدے:

اس کا ہر روز پڑھنا عذاب قبر سے نجات کا سبب ہے، اور مریض پر صبح و شام تین مرتبہ پڑھنے اور دم کرنے سے شفا نصیب ہوگی۔

بہت سے لکھ دیں، تاکہ ہر روز پیتے رہیں، اگر سات کنوؤں کے پانی میں پلائیں تو بہتر ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ رحمت ہو جائے گی۔

بخار کے لئے تعویذ:

اگر بخار اور حرارت بڑھ جائے تو یہ تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالیں:

"بِسْمِ اللّٰہِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ کُلِّ

عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ

خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ."

اور "یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ" کے تعویذ سات یا کم سے زیادہ لکھ دیں، ان میں سے ایک، ایک ہر روز پیتا رہے، اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں گے، اگر یہ آیت لکھ کر پلائیں تو بہتر ہے: "وَقُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ." اس سے شفا ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

جانوروں کی بیماری کے لئے:

یہ تعویذ تین بار لکھ کر جانور کے گلے میں ڈالیں: "اَلْاِنْسَانُ لِلّٰہِ حَقٌّ وَالْکُفْرُ بَاطِلٌ" نیز "اَلْاِنْسَانُ دَمٌ حَقٌّ" کے کلمے کو چند بار لکھ دیں، تاکہ ایک، ایک ہر روز پلاتے رہیں، اگر جانوروں میں عام بیماری پڑ جائے تو یہ تعویذ لکھے "ہرچہ کند خدا کند بندہ عاجز چہ کند" اس کو تین بار لکھ کر تعویذ بنائے، کسی جانور کے گلے میں لٹکا دے یا ایسی جگہ باندھ دیں کہ نیچے سے جانور گزرتے رہیں، رحمت ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

زچگی کی آسانی کے لئے:

جب تھوڑا تھوڑا درد شروع ہو تو "یَا وَاسِعُ" سات مرتبہ لکھ دیں، ایک ایک، دو دو گھنٹے کے بعد خاتون پیتی رہے، اور سخت درد کے وقت یہ تعویذ لکھ دے،

جلدی آسانی ہوگی:

مرا جا شد و خر مرا نیز جا شد
زن ز بچہ ان بزاید یا نہ زاید

اس شعر کو تعویذ بنا کر دے، جو ران کی جڑ میں باندھ دیں، آسانی سے اور جلد ولادت ہو جائے گی۔

حفاظتِ حمل کے لئے:

"فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ" کو تین بار لکھ کر آخر میں "وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ" لکھ کر تعویذ بنا دے، عورت کمر میں باندھ لے اور "يَا اَللّٰهُ يَا حَفِيْظُ" کے چند تعویذ بھی لکھ دے، حاملہ خاتون ایک تعویذ صبح اور ایک شام چند دن پیتی رہے، رحمت ہو جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

بچہ زندہ رہنا:

اجوائن اور کالی مرچ ڈیڑھ، ڈیڑھ پاؤ لے لیں، اس پر پیر کے دن دوپہر کے وقت چالیس بار سورہ والشمس اس طرح پڑھیں کہ ہر دفعہ کے ساتھ اول آخر درود شریف پڑھیں، جب چالیس بار ہو جائے، پھر ایک دفعہ درود شریف پڑھے، اور جس خاتون کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو، وہ دودھ چھڑانے تک روزانہ ان دونوں چیزوں میں سے تھوڑا تھوڑا کھالیا کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ اولاد زندہ رہے گی۔

ہمیشہ لڑکی ہونا:

جس عورت کا لڑکا نہ ہو، اس کا خاوند یا کوئی دوسری عورت اس کے پیٹ پر انگلی سے ۷۰ بار دائرہ بنائے، اور ہر دفعہ میں "یا متین" کہے، ان شاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا۔

بچے کو نظر لگ جانا یا سوتے میں ڈرنا:

قرآن مجید کی آخری دو سورتیں تین تین بار پڑھ کر اس پر دم کرے اور یہ دعا لکھ کر اس کے گلے میں ڈالے:

"نُعَوِّذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ
شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَعَيْنٍ لَامَّةٍ."

ان شاء اللہ تعالیٰ سب آفتوں سے حفاظت رہے گی۔

چیچک کے لئے:

ایک نیلا دھاگہ جس کے سات تار ہوں، لے کر اس پر سورۂ رحمٰن پڑھے اور آیت: "فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" پر آ کر دھاگے پر پھونک مار کر ایک گرہ لگائے، سورت کے ختم ہونے تک ۳۱ گرہیں ہو جائیں گی، پھر وہ دھاگہ بچے کے گلے میں ڈال دے، اگر چیچک سے پہلے ڈال دیں تو ان شاء اللہ چیچک سے حفاظت رہے گی، اور چیچک نکلنے کے بعد ڈالیں گے تو زیادہ تکلیف نہ ہوگی، موٹھ کے دانے پر گیارہ بار سورۂ اخلاص اور اول آخر درود شریف ایک ایک بار دم کر کے مریض چیچک والے کو طاق عدد کھلاتا رہے، مثلاً: ایک، تین، پانچ، اگر مریض بالکل چھوٹا ہے کہ خود نہیں کھا سکتا تو پیس کر کھلاتا رہے، صحت ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

ہر طرح کی بیماری کے لئے:

چینی کی طشتری پر سورۂ الحمد اور یہ آیتیں لکھ کر روزمرہ بیمار کو پلایا کریں، بہت ہی تاثیر کی چیز ہے، وہ آیتیں یہ ہیں:

"وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ
يَشْفِينِ، وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ، وَهُدًى وَرَحْمَةٌ

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا، قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ۔"
اگر اس کے ساتھ دُرود شریف بھی لکھے تو بہتر ہے، شفا ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

برکت اور دفع قرض کے لئے:

بعد نمازِ عشاء سو بار "یَا مُعِزُّ" اور اوّل آخر گیارہ، گیارہ بار دُرود شریف پڑھے، نیز "یَا وَهَّابُ" چودہ سو چودہ مرتبہ (۱۴۱۴) اور اوّل آخر دُرود شریف سات، سات بار پڑھتا رہے۔ یہ بعد نمازِ عشاء یہ عمل کرکے سو بار یہ دُعا پڑھے:
"يَا وَهَّابُ هَبْ لِيْ مِنْ نِّعْمَةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔"
اس کو بزرگ کیمیائے درویشاں فرماتے ہیں۔
نیز سنت فجر کے بعد اور فرض سے پہلے "یَا مُغْنِیُّ" گیارہ سو بار اور اوّل آخر دُرود شریف سات، سات بار پڑھتا رہے۔ اور ہر نماز کے بعد اکتالیس، اکتالیس بار اور اوّل آخر دُرود شریف ایک، ایک بار پڑھا کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ فراغت اور برکت ہوگی اور قرض دفع ہوگا۔

آسیب کا لپٹ جانا:

سورۂ مؤمنون کی آخری آیات "اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا" سے آخر تک پڑھ کر کان میں دم کرنا، سورۂ "وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ" کو سات بار کان میں دم کرنا، اور داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہنا بھی آسیب کو دفع کرتا اور بھگا دیتا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ!

اگر گھر میں آسیب کا اثر معلوم ہو:

اگر گھر میں آسیب کا شبہ ہو تو یہ آیت:

"اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا. فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا."

پچیس پر چار کیلوں پر پڑھ کر گھر کے چاروں کونوں میں گاڑ دیں، اور زیادہ گھر ہوں تو ہر گھر کے لئے چار کیلیں پڑھ کر گاڑ دیں، آسیب دفع ہو جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ!

دفع مرگی:

آیت ذیل لکھ کر گلے میں ڈال دینا چاہئے:

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، رَبِّ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ، رَبِّ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ، رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ."

نیز مذکورہ بالا کو کاغذ پر یا پانی پر دم کرے اور اس پانی میں مساوی مقدار میں تیل ملا کر نہایت ہی ہلکی آگ پر اس پانی کو خشک کرے، جب پانی خشک ہو جائے اور صرف تیل رہ جائے تو اس تیل کو ہر روز سر میں بھی ڈالے اور بدن کی مالش بھی کرتا رہے، دو چار مہینے میں رحمت ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

دفع تپ لرزہ و ہر قسم کے بخار کے لئے:

نقش ذیل لکھ کر مریض کے گلے میں ڈالیں، افضل یہ ہے کہ "بِسْمِ اللهِ"

ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ
الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ"

بانجھ ہونا:

چالیس لونگ لے لیں، اور ہر ایک پر سات سات مرتبہ یہ آیت پڑھیں، اور جس دن عورت حیض کا غسل کرے، اس دن سے روزانہ رات کو سوتے وقت ان میں سے ایک لونگ کھاتی رہے، مگر اس پر پانی نہ پیئے اور کبھی کبھی میاں کے پاس اٹھے بیٹھے، وہ آیت یہ ہے:

"اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَا
اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا
لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ"

ان شاء اللہ تعالیٰ اولاد ہوگی۔

دماغ کا کمزور ہونا:

پانچوں نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر گیارہ بار "یا قوی" پڑھتے رہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ صحت ہوگی۔

نگاہ کی کمزوری:

پانچوں نمازوں کے بعد "یا نور" گیارہ بار پڑھ کر دونوں ہاتھوں کے

پوروں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیرتے رہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ راحت ہوگی۔

عقل کے بڑھنے کے لئے:

روزمرہ ایک بسکٹ پر سورۃ فاتحہ یعنی "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" لکھ کر چالیس روز تک کھانے سے ذہن بڑھ جاتا ہے، بفضلِ تعالیٰ۔

دل کے ہول کے لئے:

یہ آیت "بسم اللہ" سمیت لکھ کر گلے میں اس طرح باندھیں کہ تعویذ دل پر پڑا رہے، یاد رہے کہ دل بائیں پستان کے نیچے ہے:

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ، اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ"

رد غائب:

اگر کسی کا لڑکا لاپتا ہو کر کہیں چلا گیا، تو اس کو واپس لانے کے لئے آیات ذیل لکھ کر چرخے کے ساتھ باندھیں اور تین دن تک صبح و شام چندرہ چندرہ منٹ چرخا اتنا گھمائیں، پھر کسی پھل دار درخت پر لٹکا دیں، ان شاء اللہ تعالیٰ گھر سے غائب واپس آجائے گا یا اس کا پتا چل جائے گا، وہ آیات یہ ہیں:

"اِنَّا رَادُّوْہُ اِلَیْکِ، فَرَدَدْنٰہُ اِلٰٓی اُمِّہٖ کَیْ تَقَرَّ عَیْنُھَا، اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ."

پھر اس غائب کا نام اور اس کے والد کا نام لکھ دے۔

محبتِ زوجین کے لئے:

آیات ذیل اپنے پاس تعویذ بنا کر رکھے:

"وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي، يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ وَيَا مُسَخِّرَ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَالْأَرَضِينَ السَّبْعِ قَلِّبْ (لِفُلَانَةَ قَلْبَ فُلَانٍ) بِالْخَيْرِ لِأَدَاءِ الْحُقُوقِ يَا وَدُودُ حَبِّبْ حَبِّبْ يَا وَدُودُ."

"فلان" کی جگہ اس کا نام لکھے جس کو محبت نہیں اور "لِفُلَانَةَ" کی جگہ اس کا نام لکھے جس کے لئے محبت کرانی ہو، اور "یا لطیف یا ودود" گیارہ سو بار، گیارہ عدد کالی مرچ پر پڑھ کر اکتالیس روز تک بلاناغہ جلتی آگ میں ڈالتا رہے، اگر دوسرا چلہ بھی پڑھے تو عمدہ ہے، بے محبت کو محبت ہو جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ:

سانپ یا بچھو کاٹ لے:

سانپ یا بچھو کاٹ لے تو آیات ذیل:

"سَلٰمٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ، سَلٰمٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعٰلَمِينَ"

اکتالیس بار نمک پر دم کریں اور نمک کو پانی میں گھول کر ڈنک کی جگہ ملتے رہیں، اور ملتے وقت سورہ فاتحہ، معوذتین بھی پڑھتے رہیں۔

سانپ کے لئے:

حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے معمولات میں سے یہ اکسیر چیز ہے، چنانچہ جس کو خلافت دیتے ہیں، اسی کو اس کی اجازت دیتے ہیں، ہر کسی کو اجازت نہیں دیتے، اول آخر سات بار درود شریف، سات بار فاتحہ شریف، سات بار آیۃ

پھوڑا پھنسی:

قرآن کریم کی آیت: "سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ" کو اکتالیس بار ملتانی مٹی اور صابن پر دم کرے، متاثرہ جگہ پر پہلے دم شدہ صابن لگائے، پھر ملتانی مٹی کو پانی سے گیلا کر کے اس جگہ پر لگائے، اوپر سے نیم کے پتے باندھے، چند دن اس طرح کریں، شفا ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

اسی طرح آیت ذیل

"لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا
مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ."

اکتالیس بار اور اول آخر درود شریف تین، تین بار پڑھ کر یہ کہے: "ای بلا بیرونی و درونی خشک شو، خدائے ما بزرگ است تو بزرگ مشو و رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازیں جا ہجرت کردہ است تو نیز ہم برو" "اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ"، "امر حق بشنو" تین بار پڑھے، ان شاء اللہ تعالیٰ تکلیف رفع ہو جائے گی اور شفا نصیب ہوگی۔

ہیضہ، ہر قسم کی وبا اور طاعون وغیرہ:

وبا اور طاعون کے دنوں میں جو چیز کھائیں پئیں، اس پر تین بار سورۃ "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ" پڑھ کر دم کر لیا کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ حفاظت رہے گی، اور جس کو ایسا مرض لاحق ہو جائے، اس کو بھی کسی چیز پر دم کر کے کھلائیں یا پلائیں، ان شاء اللہ شفا ہوگی۔

تلی بڑھ جانا:

یہ آیت: "ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ" بسم اللہ سمیت لکھ کر تلی کی جگہ باندھیں، شفا ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

فائدۂ عجیبہ... جو تنا چاہیے کہ تعویذ لینے دینے، لکھنے پڑھنے کے لئے مشقت، محنت، اس کے رواج، جو ہے، عام، خاص کی جو بہت، شوق اور محبت سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کی تحصیل گویا فرض کی تعمیل و تکمیل ہے، اور خدا تعالیٰ کے حکم کے لئے کمربستگی ہے، حالانکہ تعویذ کا عمل مربع، مخمس، مثلث وغیرہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا معمول رہا ہے، صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اتنا منقول ہے کہ: "اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ .... الخ" کو لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیا، اس کے سوا بھی کچھ روایت میں آتا ہے، مگر یہ نہیں کہ اس کو سنت صحابہ کہا جائے، کیونکہ سنت طریقہ مروجہ کا نام ہے، نہ یہ کہ ایک دو سے کچھ نقل کر دیا جائے کہ یوں کیا گیا تھا، لہٰذا زیادہ سے زیادہ اس سے اتنا استدلال ہو سکتا ہے کہ یہ چیز مباح ہے، حرام نہیں، وہ بھی اسی مقدار تک کہ معوذات میں سے کوئی چیز کسی بچے کی گردن میں لٹکانا درست ہے، حرام نہیں، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ لٹکانا ضروری یا مستحب ہو، پھر مربع، مخمس، مثلث کا عمل تو دور کی بات ہے، لہٰذا اگر وہ عدد جائز میں کیا جائے تو جائز، مگر اس کو قرآن مجید پڑھنے یا ذکر کرنے سے زیادہ سمجھنا اور اس پر زیادہ اہتمام کرنا قرین قیاس نہیں۔ حاصل یہ کہ تعویذ کے استعمال کو عدم گناہ یا جواز کے درجہ میں رکھنا چاہیے، اور اس کی تحصیل میں قدر جواز تک تگ و دو ہونی چاہیے، اس میں زیادہ اعتقاد و اہتمام یا کوشش کرنا حد شرعی سے تجاوز کرنا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

ناف ٹل جانا:

"ہر چہ کند خدا کند بندۂ عاجز چہ کند، بحرمت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ناف بجائے خود رود" اس جملے کو جو کہ ایک بزرگ سے منقول ہے، تعویذ بنا کر ناف کی جگہ باندھ دے، ان شاء اللہ تعالیٰ شفا ہوگی۔

ہر کام و مطلب کے لئے:

اللہ	اللہ	اللہ	اللہ
اللہ	اللہ	اللہ	اللہ
اللہ	اللہ	اللہ	اللہ
اللہ	اللہ	اللہ	اللہ

یہ تعویذ لکھ کر دے اور ضرورت مند اس کو اپنے ساتھ رکھے اور پیئے اور افضل یہ ہے کہ لفظ "اللہ اللہ" سترہ بار لکھ کر "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" لکھیں، مگر اس کو نقش کے طور لکھنا مروی نہیں، اگر زیادہ ضرورت ہو تو "اعمال قرآنی"، "شفاء العلیل" اور "الداء والدواء" وغیرہ کو دیکھے۔

تنبیہ:۔۔قرآن مجید کی آیت کو نہانے کی ضرورت کی حالت میں نہ لکھو، اور بے وضو بھی مت لکھو۔ اور جس کاغذ پر قرآن مجید کی آیت ہو، اس کو تعویذ بنا کر اس پر دوسرا کاغذ لپیٹ دو، تا کہ تعویذ لینے والا اگر بے وضو ہو تو اس کو ہاتھ میں لینا درست ہو، اور جب چینی کی طشتری پر آیت لکھو تو اس کو بھی بے وضو ہاتھ نہ لگاؤ، جب تعویذ سے کام نہ رہے تو اس کو پانی میں گھول کر کسی ندی یا نہر یا کنویں میں چھوڑ دو۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد واله

واصحابه اجمعین

محمد عبداللہ عفی عنہ

۵/رجب ۱۳۷۷ھ

جَبَّارُ یَا مُتَکَبِّرُ" کو ہر روز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھتا رہے، دشمن کے مکر و کید اور معصیت رسانی سے اِن شاء اللہ محفوظ رہے گا، دُرود شریف اوّل آخر پڑھنا چاہئے۔

"اَلْبَارِئُ اَلْمُصَوِّرُ اَلْمُبْدِئُ اَلْمُعِیْدُ" کے خواص:

جو شخص ان اسماء کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پانچ سو پچہتر بار اوّل آخر دُرود شریف کے ساتھ پڑھتا رہے، یا "سُبْحَانَ" کا کلمہ پہلے ملا کر "سُبْحَانَ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْمُبْدِئُ الْمُعِیْدُ" صبح شام ایک سو گیارہ بار، دُرود شریف اوّل و آخر کے ساتھ پڑھتا رہے، اللہ تعالیٰ اس کو نرینہ اولاد، نیک، عمر دراز عطا فرمائے گا، بلفظہٖ و کرمہٖ، اور اپنی معرفت و محبت بھی عطا ہوگی، اِن شاء اللہ تعالیٰ!

"اَلْغَفَّارُ الرَّءُوْفُ الرَّحِیْمُ" کے خواص:

جو شخص ان اسماء کو اوّل آخر دُرود شریف کے ساتھ ایک سو بار اس طور سے پڑھے: "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْغَفَّارُ الرَّءُوْفُ الرَّحِیْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ" اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے گناہ معاف فرمائیں گے، رزق فراخ ہوگا اور برکاتِ جسمانی و رُوحانی بھی عطا ہوں گی، اِن شاء اللہ تعالیٰ!

"اَلْوَھَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ" کے خواص:

جو شخص ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھے، اس کو رضائے مولیٰ کریم نصیب ہوگی اور دولت عام ہوگی، حق و سچ کا ظہور اور باطن بھی کا نور و نمود ہوگا، اِن شاء اللہ تعالیٰ! ترکیب یہ ہے: "لَا وَھَّابَ اِلَّا اللّٰہُ لَا رَزَّاقَ اِلَّا اللّٰہُ لَا فَتَّاحَ اِلَّا اللّٰہُ" ایک سو بار، اوّل آخر دُرود شریف، بعد صبح و عشاء یا ایک وقت۔

"اَلْعَلِيْمُ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ" کے خواص:

جو شخص صبح و شام یا ایک وقت اللہ کی رضا کے لئے اوّل آخر درود شریف کے ساتھ ایک سو بار یہ الفاظ پڑھے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِيْمِ السَّمِيْعِ الْبَصِيْرِ" اس کو علم کامل عمل صالح نصیب ہوگا، اور کشفِ حقائق و اسرارِ قرآنی و احکام اور کشفِ کونی اس کی استعداد کے مناسب نصیب ہوں گے، اور قرآن مجید بھی جلد یاد کرے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ!

"اَلْجَلِيْلُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ" کے خواص:

جو شخص ان اسمائے گرامی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک ایک سو بار صبح و شام اوّل آخر درود شریف کے ساتھ پڑھتا رہے، نفس و شیطان پر بھی اور دشمنوں پر بھی غالب رہے گا، اور لوگوں میں اس کی ہیبت مقبول ہوگی، ترکیب یہ ہے: "اَللّٰہُ اَكْبَرُ" سات بار، "اَللّٰہُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا" سات بار، اور "يَا جَلِيْلُ يَا عَلِيُّ يَا كَبِيْرُ" ایک سو بار اور اوّل آخر درود شریف پڑھے۔

"اَلْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْكَرِيْمُ" کے خواص:

جو شخص اس کو ہر نماز کے بعد اللہ کی رضا کے لئے اکتالیس بار یا اکتیس بار اوّل آخر درود شریف کے ساتھ پڑھا کرے، اس کی عبادت قبول ہوگی، گناہ معاف ہوں گے، مراتب میں ترقی ہوگی، دنیوی ہوں یا دینی یا جسمانی یا روحانی، ترکیب پڑھنے کی یہ ہے: "اِنَّ اللّٰہَ هُوَ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْكَرِيْمُ"۔

"اَلْحَفِيْظُ الرَّقِيْبُ الْمُقِيْتُ" کے خواص:

ان ہر دو کا معنی ہے: نگاہ رکھنے والا، قوت دینے والا، اس کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ: "حَسْبِيَ اللّٰہُ الْحَفِيْظُ الرَّقِيْبُ الْمُقِيْتُ" اوّل آخر درود شریف کے

ساتھ سات راتیں یا اکیس راتیں ستر بار پڑھے، ہر دشمن و حاسد سے محفوظ رہے گا،
جنّ کسی پر غالب ہو جائے گا، اور جس رات پڑھے گا اس رات چور سے محفوظ رہے گا،
ان شاء اللہ تعالیٰ جمعہ کی رات سے شروع کرے۔

"الرّافِعُ الْمُعِزُّ الْمَجِیْدُ" کے خواص:

جو شخص بوقت نصف شب اوّل آخر درود شریف کے ساتھ ایک سو ایک بار پڑھتا رہے، مخلوق میں برگزیدہ ہو جائے گا، بفضلہٖ تعالیٰ، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھے، اس سے پہلے: "سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْس" اکتالیس بار اور آخر میں "سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ" اکتالیس بار پڑھے، پھر عجز و نیاز سے دعا کرے اور اس طور پڑھے: "یَا اَللّٰہُ یَا رَافِعُ یَا مُعِزُّ یَا مَجِیْدُ"۔

"اَلْوَدُوْدُ اللَّطِیْفُ الْمُجِیْبُ" کے خواص:

اگر دو شخصوں میں ناچاقی ہو تو گیارہ عدد پر گیارہ سو بار بعد عشاء دم کر کے جلتی آگ میں جلاتا رہے، تو دشمن کی دشمنی رفع ہو جائے گی، بلکہ محبت ہو جائے گی۔ اگر گیارہ بار شیرینی پر دم کر کے کھلائے، تو میاں بیوی میں محبت ہو جائے گی، اور وضو سے رہ کر اللہ تعالیٰ کی رضا و محبت کے حصول کے لئے تین سو تین بار اوّل آخر درود شریف کے ساتھ پڑھتا رہے، تو اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی، اور اللہ تعالیٰ کو اس سے محبت ہو جائے گی، بفضلہٖ و کرمہٖ!

"اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" کے خواص:

اکثر علماء نے اس کو اسمِ اعظم فرمایا ہے، ترکیب پڑھنے کی یہ ہے کہ "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ" سجدہ میں پڑھے، تو دعا قبول ہوگی، رحمت برسے گی، اور اگر دعا کے اوّل آخر میں پڑھے تو زیادہ اجابت دعا کا موجب ہے، اور اگر "اَللّٰہُ لَا

الٰـہ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ" کا ورد ایک سو اکیس بار، اول آخر درود شریف تین، تین بار کے ساتھ کرے تو دنیا و آخرت کے مطالب پورے ہوں گے، عزت و عظمت بڑھے گی، رزق میں فراخی ہوگی، قرب خداوندی نصیب ہوگا، اور قبر کی تنگی دور ہوگی، اس کے فوائد بے شمار ہیں، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھے۔

"اَحَدُ، صَمَدُ" کے خواص:

اگر سو لاکھ بار اس طور سے پڑھے۔ "یَا اَللّٰہُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ" ورد اوّل آخر سات بار درود شریف پڑھ کر چند دن تک نفل میں پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی تمام حاجات پوری ہوں گی۔

ترکیب: جب پڑھنے بیٹھے تو پہلے درود شریف پڑھے، پھر "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ" (تا آخر سورت) پڑھ کر پھر: "یَا اَللّٰہُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ" پڑھتا رہے، جب ختم کرے تو پوری سورۃ پڑھ کر تمام کرے، پھر ہر نماز کے ساتھ چند بار اوّل آخر پڑھتا رہے۔

"مَالِکَ الْمُلْکِ وَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" کے خواص:

صبح و شام اوّل آخر ایک، ایک بار درود شریف کے ساتھ اکیس بار: "اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَالْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ" پڑھا کرے، دنیا میں بھی عزت و دولت بڑھے گی، اور آخرت میں بھی عزت و عظمت سے رہے گا، اور قرب رب تعالیٰ سے نوازا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بفضلہٖ

"اَلْھَادِیْ النَّافِعُ النُّوْرُ" کے خواص:

اگر بے نمازی یا گناہوں میں ڈوبا ہوا شخص ان اسماء کو صبح و شام

اکتالیس بار، اوّل آخر درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنی ہدایت وصلاح کے لئے عجز و نیاز سے دعا کیا کرے۔ بشرطیکہ سچ مچ صالح و نیک بننے کی نیت ہو تو اس کو توفیق دی جائے گی، بفضلہٖ تعالیٰ وکرمہ! اور اس کا دل روشن ہوگا، دین دنیا میں نقصان سے بچے گا، "یَا اَللّٰہُ یَا ھَادِیْ یَا نَافِعُ یَا نُوْرُ" پڑھا کرے۔

"اَلْقَھَّارُ اَلْمُنْتَقِمُ اَلْجَبَّارُ اَلْقَادِرُ" کے خواص:

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھے، مگر ڈرے کہ کسی کا نقصان نہ ہو جائے، اگر کسی ظالم، زبردست اور بدمزاج کی طرف سے سخت خوف ہو تو کنکر کی اکسٹھ کنکریوں پر تین سو تیرہ بار بلحاظ معنی، دفعِ دشمن کی غرض سے ہر روز پڑھ کر دعا کیا کرے، جلد از جلد اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجات پائے گا، پڑھنے کی ترکیب یہ ہے:

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْقَھَّارُ الْمُنْتَقِمُ الْجَبَّارُ الْقَادِرُ، اَعُوْذُ
بِکَ مِنْ شَرِّ (فُـلَانِ بْنِ فُـلَانٍ) وَاَتْبَاعِھِمْ مِنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ بِقُدْرَتِکَ یَا رَحْمٰنُ"

"فلاں بن فلاں" کی جگہ ظالم دشمن اور اس کے باپ کا نام ملے۔

"اَلْبَاقِیْ اَلْبَدِیْعُ اَلْبَاسِطُ" کے خواص:

اگر دشمنوں سے نجات چاہتا ہے اور رزق کی تنگی سے بچے اور معارف و مدارج دائمی کا طلب گار ہے، تو اس کو اکیس بار مع اوّل آخر درود شریف ہر نماز یا صبح و عصر کی نماز کے ساتھ بلحاظ معنی بصد نیاز پڑھا کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ وہ کرامات و کمالات دیکھے گا کہ جس کا بیان تحریر سے نہیں ہو سکتا۔

"اَلْمُقْسِطُ اَلْجَامِعُ اَلْغَنِیُّ" کے خواص:

اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اکتالیس بار اوّل آخر درود شریف کے

ساتھ ہر نماز کے بعد یا صبح و شام پڑھتا رہے، تو اس پر کوئی ظلم نہ کر سکے گا۔ دوستوں اور خویشوں میں محبت و الفت بڑھے گی، اور غربت و افلاس بھی دفع ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ!

"یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" کے خواص:

جس قدر زیادہ پڑھے گا، اسی قدر رحمت دارین سے نوازا جائے گا۔ دعائیں قبول ہوں گی، دکھ درد دور ہوں گے، مطالب پورے ہوں گے، کم از کم اکتالیس بار اوّل آخر درود شریف کے ساتھ صبح و شام پڑھے، اس کے فیوضات بے حد ہیں۔

"اَلْوَکِیْلُ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ" کے خواص:

جو شخص دینی یا دنیوی، جسمانی اور روحانی دکھ درد سے درماندہ اور بے حال ہو چکا ہو، قلق و اضطراب میں پریشان ہو، وہ ان اسمائے گرامی کو ایک سو اکتالیس بار اوّل آخر درود شریف کے ساتھ باخلاص معنی عجز و نیاز سے صبح و شام پڑھ کر گڑگڑا کر دعا کیا کرے، جلدی مشکل کشائی اور حاجت روائی ہوگی، نیز محبت و معرفت کے دروازے بھی کھلیں گے، بفضلہ و کرمہ تعالیٰ، پڑھنے کی ترکیب: "یَا اَللّٰہُ یَا وَکِیْلُ یَا حَمِیْدُ" پڑھے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِاَسْرَارِ اَسْمَآءِ الْحُسْنٰی، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ!

جاننا چاہئے کہ جو فوائد و ثمرات تین تین اسماء یا اس سے کم و بیش کے عرض کئے گئے ہیں، ایک ایک کے بھی وہی ثمرات ہیں، مگر شرط اوّل یہ ہے کہ اخلاص نیت، رضا اور ابتغاء وجہ اللہ تعالیٰ ہو، اسماء کا معنی پیش نظر ہو، پھر دعا عجز و نیاز سے ہو، اور باوضو ہو، ہو سکے تو پڑھتے وقت قبلہ رخ ہو، اور محنت کرے، اور ہمیشہ فضل الٰہی پر زیادہ زیادہ امید ہوتی جائے، گو اسباب مطلب کے خلاف نظر آنے لگیں۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ

وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ!

فائدہ:

یاد رکھنا چاہیے کہ روحانی اثرات، مقبولیتِ اعمال کے ثمرات ہیں، اور مقبولیتِ اعمال، اخلاصِ نیت، عملِ سنت اور وتقویٰ من اللہ پر موقوف ہیں، اور ان تینوں چیزوں کا مدار طہارت ظاہری و باطنی پر ہے، اور طہارت کی بہت سی اقسام ہیں:

۱:... طہارۃ الابدان: جسم کی پاکیزگی، مسائل فقہ، کنز، قدوری وغیرہ میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

۲:... طہارۃ الارواح: یعنی دل اور روح کی پاکی، دل کی پاکی اخلاقِ رذیلہ مثلاً: حسد، کبر و ریا اور شہوات وغیرہ سے۔ اور روح کی پاکی غفلت سے۔

۳:... طہارۃ العقول: یعنی عقل کی طہارت جہالت سے۔

۴:... طہارۃ النفوس: یعنی نفس کی پاکیزگی مکروہات سے۔

۵:... طہارۃ الاسرار: یعنی سر کی طہارت ردی خطرات سے، اور بعض کاملین نے فرمایا کہ طہارت کاملہ طہارت الاسرار ہے، یعنی اغیار کی میل کچیل سے، کہ غیر اللہ سے تعلق، اعتماد و اعتقاد مطلقاً نہ رہے۔

ان طہارتوں کی تحصیل کا اکسیر نسخہ، بغرض اصلاح صحبت کاملین ہے، بشرطیکہ وہ صالح مرشد، عالم، عامل بالسنۃ، تارک بدعت، مجاز از صالح اور مجاہد ہو، اس کے اکثر ہم رکاب و ہم صحبت لوگوں میں صلاحیت، صلوٰۃ، عمل سنت کا اثر نمودار ہو، جو خدمت میں آتا ہو، چند دن میں اس کے حالات مبدل بصلاحیت ہوتے جاتے ہوں، یعنی گناہوں سے نفرت، عبادت کی رغبت، قرآن مجید کی عزت و عظمت آنا شروع ہو جاتی ہو، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع دل پذیر ہوتا جاتا ہو، ایسے لوگ کبریت احمر

ہیں۔ اگر ایسوں کی صحبت نصیب ہو جائے، تو اس کی صحبت، محبت اور فرمانِ شرعی کی تعمیل کو صد ہا دولت و عزت سے غنیمت جانئے۔

وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

اللّٰھم ارزقنا بفضلک وبرحمتک یا ارحم الراحمین

عَلَیْکَ بِاَرْبَابِ الصُّدُوْرِ فَمَنْ غَدَا

مُضَافًا لِاَرْبَابِ الصُّدُوْرِ تَصَدَّرَا

ترجمہ۔ ''صاحب دل کی صحبت کو لازم پکڑ، جو صاحب دل کی طرف منسوب ہوا، بڑا بن گیا۔''

اِیَّاکَ اَنْ تَرْضٰی صَحَابَۃَ نَاقِصٍ

فَتَنْحَطَّ قَدْرًا مِنْ عُلَاکَ وَتُحْقَرَا

ترجمہ۔ ''ناقص کی صحبت سے بچ، ورنہ اپنی قدر کو بلندی سے گرائے گا، اور حقیر ہو جائے گا۔''

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر خلقہ محمد واٰلہ واصحابہ

واتباعہ اجمعین من الصلوٰۃ والسلام افضلھما

واکملھما وادومھما

اللّٰھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم، لا حول ولا

قوۃ الا باللہ العلی العظیم

۱۳ / شوال ۱۳۹۶ھ